عمران سیریز
جلد نمبر
23
بیگم ایکس ٹو
79 - بیمبو کیسل
80 - معصوم درندہ
81 - بیگم ایکس ٹو
82 - شہباز کا بسیرا
ابن صفی

پیشرس

"ایڈلاوا" کی پسندیدگی کا شکریہ۔ بہتیرے دوستوں کی فرمائش کی بناء پر ایڈلاوا کی کہانی کے خاتمے کے بعد بھی عمران کو اٹلی ہی میں روکے رکھنا پڑا ہے۔ اسلئے اٹلی ہی میں عمران کی دو منفرد کہانیاں بھی پڑھیے۔ "بیمبو کیسل" ایسی ہی کہانی ہے۔ اس کا کسی دوسری کہانی سے تعلق نہیں۔ اسکے بعد "معصوم درندہ" ملاحظہ فرمایئے گا۔ یہ ڈولمائیٹس کے برفانی علاقے کی کہانی ہوگی۔ عمران کی ان دو کہانیوں کے بعد فریدی کا ناول پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ اب آیئے اپنے سوالات کی طرف۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ آخر آپ کب تک اپنے نام کے ساتھ بی۔اے لکھواتے رہیں گے۔ اب تو بڑا مضحکہ خیز لگنے لگا ہے۔ اس سلسلے میں اس کے علاوہ اور کیا عرض کروں کہ میرے زیادہ پڑھنے والے میرا نام بی۔اے کے دم چھلے کے بغیر دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ انہیں اس پر کسی نقلی ابن صفی کا دھوکا ہوتا ہے۔ اور تو اور "دھماکہ" کے پروڈیوسر مولانا ہپی نے بھی مجھے اس سلسلے میں نہیں بخشا۔ گراموفون کے ریکارڈوں تک پر بی۔اے کا ٹھپہ لگوادیا ہے۔ اشتہارات میں "ابن صفی" ذرا سا اور بی اے گز بھر کا لکھواتے ہیں۔ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر دوست نے ایک بار کہا تھا کہ اکسٹرنل سے ایم۔اے بھی کر ڈالو میں نے کہا کیا فائدہ؟ کہلاؤں گا "بی اے" ہی۔ خواہ ڈاکٹریٹ کیوں نہ لے لوں۔ کہنے لگے ٹھیک کہتے ہو۔ "ابن صفی۔ ایم۔اے" یا "ڈاکٹر ابن صفی" نقلی ہی معلوم ہوگا۔

میرے سلسلے میں پڑھنے والے عجیب ہیں۔ اپنی حالیہ تصویر کتاب کی پشت پر چھاپنی شروع ہی کی تھی کہ چاروں طرف سے شور اٹھا۔ پرانی ہی چلے گی۔ مونچھوں والا ابن صفی نہیں چلے گا۔ وہی پرانی تصویر بدستور چھاپتے رہو۔ اے دوستو، پبلک کے بے حد اصرار پر "ایڈلاوا" کی پشت پر وہی پرانی تصویر پھر چھاپنی پڑی۔ مطلب یہ کہ میں اپنی کسی حماقت کا خود ذمہ دار نہیں ہوں۔ مجھ سے زبردستی حماقتیں "سرزد" کرائی جاتی ہیں۔

اس بار فلم "دھماکہ" سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بھی بے شمار خطوط آئے ہیں۔ واضح ہو کہ فلم کے پروڈیوسر مولانا ہپی کے اعلانات کے مطابق "دھماکہ" دسمبر ۱۹۷۴ء کے دوسرے ہفتے میں ریلیز ہوجائے گی۔ آپ اخبارات میں اسی نوع کے اشتہارات بھی دیکھ ہی رہے ہوں گے۔ جی ہاں۔ اس فلم میں نہ صرف ظفر الملک اور جیمسن ہیں بلکہ ہیروئن بھی عمران ہی کے سلسلے کی ایک کہانی سے لی گئی ہے۔ ایسی ہیروئن جو آپ سب کو بے حد جاندار لگی تھی۔ نام نہیں بتاؤں گا بس دیکھ لیجئے گا۔ چلئے اسے بھی فلم ہی کے سسپنس میں شامل کر لیجئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

جی ہاں!

دھماکہ کی ہیروئن بھی عمران ہی کے سلسلے کی ایک کہانی سے لی گئی ہے۔

والسلام

ابن صفی

۲/دسمبر ۱۹۷۲

ان چاروں سے پیچھا چھڑا کر عمران نے سارڈینیا کی راہ لی تھی۔ پیچھا بھی اس طرح چھوٹا تھا کہ جولیا کو ایکس ٹو کا ایک لاسلکی پیغام ملا تھا جس کے مطابق وہ دو ہفتے کی چھٹیاں اپنی مرضی سے گزار سکتے تھے۔ اس کے بعد ڈیوٹی پر وطن واپس آنے کی ہدایت تھی۔

بہر حال اس نے انہیں پورٹو نینو میں چھوڑا تھا اور خود سارڈینیا آ پہنچا تھا۔ دو ہفتے اپنے ایک پرانے دوست اور آکسفورڈ کے ساتھی کاؤنٹ اولیاری میسیلینو کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسے علم تھا کہ وہ ان دنوں اول بیا میں چیف آف پولیس کی حیثیت سے متعین ہے۔ پرانے دوستوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن سے اس کی باقاعدہ طور پر خط و کتابت رہتی تھی۔ اولیاری بھی ایسا ہی دوست تھا لیکن عمران نے اسے مطلع نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے پاس پہنچ رہا ہے۔ سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ اول بیا پہنچ کر سیدھا اس کے پاس نہیں چلا گیا تھا بلکہ ساحل کے ایک خوبصورت ریستوران میں دوپہر کے کھانے کی نیت سے داخل ہوا تھا.... اور یہاں دو عدد شلوار سوٹ دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ اس کے اپنے ملک کے معلوم ہوتے تھے دو قوی ہیکل آدمی جن میں ایک ادھیڑ تھا اور دوسرا نوجوان۔ دونوں تندہی سے گفتگو میں "مبتلا" تھے اور اتنی اونچی آواز میں بول رہے تھے کہ دوسروں کے چہروں پر ناگواری کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ عمران نے ان کے قریب ہی کی میز سنبھال لی۔

ادھیڑ عمر والا نوجوان سے کہہ رہا تھا۔ "بڑے گندے ہوتے ہیں یہ سالے اطالوی بھی چوٹٹے اول نمبر کے.... اور یونانی بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ لونڈیاں جیبیں کاٹ لیتی ہیں۔!"

عمران انہیں بغور دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً انہیں بھی اس کا احساس ہو گیا اور ادھیڑ عمر والے نے اسے گھور کر دیکھا۔ عمران میک اپ میں نہیں تھا۔ اول بیا میں علی عمران کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ لیکن شلوار سوٹوں کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اس کی قومیت کا اندازہ لگا سکتے۔ کیونکہ مغربی طرز کے لباس میں تھا اور سرخ و سفید رنگت اسے ترک یا ایرانی بھی باور کرا سکتی تھی۔ عمران کو خاصی دیر گھورتے رہنے کے بعد اس نے نوجوان ساتھی سے کہا۔ "ارے ان کو کیا کہیں.... یہ اپنے سالے ترک اور ایرانی بھی کون سے بڑے اچھے ہوتے ہیں۔"

"سالے تو کسی قوم کے بھی اچھے نہیں ہوتے۔!" دفعتاً عمران نے انگلی اٹھا کر کہا اور وہ دونوں چونک پڑے۔ عمران مسکرا کر بولا۔ "مغز چاٹتے ہیں۔ اپنا اور بہنوئیوں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ بھلا اب تک کتنی لونڈیوں نے تمہاری جیبیں کاٹی ہوں گی۔!"

ادھیڑ آدمی قہقہہ لگا کر ساتھی سے بولا۔ "ابے یہ تو اپنی ہی طرف کا لگتا ہے۔!" پھر میز پر ہاتھ مار کر عمران سے کہا۔ "آجاؤ.... پیارے.... تم بھی ساتھ ہمارے۔!"

عمران مسمسی صورت بنائے ہوئے اٹھا اور ان کے پاس جا بیٹھا.... چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برسنے لگے تھے۔!

"کہاں سے آئے ہو....؟" ادھیڑ آدمی نے پوچھا۔

"بی بی وال سے....!"

"بی بی وال....!" وہ اپنے داہنے کان کی لو کھینچتا ہوا بولا۔ "یہ کہاں ہے....؟"

"میانوالی کے پاس....!"

اس نے پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ "بڑے حرامی معلوم ہوتے ہو۔!"

"ایسی ہی کچھ بات ہے.... لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ اطلاع جو بڑے گندے اور چوٹٹے ہوتے ہیں.... ہمیں نہ جانے کیا سمجھتے ہیں۔!"

"کیا سمجھیں گے....!" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"جس کو بھی اپنی قومیت بتاتا ہوں تڑسے پوچھتا ہے۔ چرس لائے ہو۔ حشیش تو ہو گی تمہارے پاس....؟"

دونوں کے چہرے اتر گئے اور ادھیڑ آدمی نے جھینپی ہوئی ہنسی کیساتھ کہا۔ "حرامی ہیں سالے۔!"

"بالکل حلالی ہیں.... ہم خود حرامی ہیں۔!"

"کیوں بکواس کرتا ہے.... اوئے۔!" ادھیڑ آدمی کو غصہ آ گیا۔

"تم نہ ہو گے....!" عمران نے شرما کر کہا۔ "میں تو ہوں۔!"

نوجوان ہنس پڑا تھا.... لیکن ادھیڑ آدمی سڑا سا منہ بنائے اسے گھورے جا رہا تھا۔ عمران اٹھا تھا اور پھر اپنی میز پر جا بیٹھا تھا۔ اس کے بعد اس نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ خصوصی طور پر اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ عقابی آنکھیں رکھنے والے تین اطالوی تھے۔ عمران نے طویل سانس لی۔ معاملہ اس کی سمجھ میں آ چکا تھا۔ شاید دونوں شلوار سوٹ زیر نگرانی تھے اور عمران ریستوران میں ایک عدد سوٹ کیس سمیت وارد ہوا تھا۔ اس نے پھر ایک لمبی سانس کھینچی اور منہ چلانے لگا۔ جھینگا پلاؤ ہی مناسب رہے گا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی رشین سلاد بھی مل سکے تو کیا کہنا.... ویٹر اس کے قریب آیا تو اس نے سب سے پہلے اسی کے بارے میں پوچھا تھا۔

"نہیں سی نور.... غیر ملکی کوئی ڈش نہیں ہے۔!" اس نے معذرت طلب کی۔

"اچھا تو.... تم اپنا ہی سلاد لے آؤ....!"

"بہت بہتر سی نور....!"

تینوں اطالویوں کی نظریں اب بھی عمران کے سوٹ کیس ہی پر تھیں۔ یہ تو بہت بُرا ہوا۔ وہ سوچنے لگا۔ آئے تھے بغرض تفریح لیکن شاید چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہو گا۔ ان شلواروں سے خواہ مخواہ الجھ بیٹھا.... اور پھر کوئی ان مردودوں سے یہ پوچھے کہ اس طرح شلوار پہنے پھرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں اپنی قومیت جتاتے پھرتے ہو، چرس فروشو.... کیا اس لئے کہ بغیر کنویسنگ کے گاہک مل جائیں۔ دیکھو کیا حشر ہوتا ہے.... تمہارا.... دفعتاً نوجوان آدمی اپنی میز سے اٹھ کر عمران کے سامنے آ بیٹھا۔

"پہلوان کیا بُرا مان گئے....!" اس نے عمران سے کہا۔

"میرا نام عمران ہے.... پہلوان میرے تایا ابا تھے۔ گاما کے اکھاڑے میں زور کرتے تھے۔!"

"آدمی دلچسپ معلوم ہوتے ہو....!"

جھ سے زیادہ دلچسپ تم ہو کہ یہاں شلوار پہنے پھرتے ہو۔!"

"کیوں کیا اپنے نیشنل ڈریس میں رہنا باعث شرم ہو سکتا ہے۔ یہ بھی تو ہمارے ملک میں

جا کر وہی پہنتے ہیں جو یہاں پہنے پھرتے ہیں۔!"

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے.... لیکن کیا تمہیں علم ہے کہ تمہاری نگرانی ہو رہی ہے محض انہی شلواروں کی وجہ سے۔!"

وہ اپنی آنکھ دبا کر ہنسا تھا۔ "گہرے معلوم ہوتے ہو استاد.... ہاں مجھے معلوم ہے تین سادہ لباس والے ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔!"

"اور اب میں بھی ان کی لسٹ پر آ گیا ہوں....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "وہ میرے سوٹ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔!"

"اوہ.... واہ....!"

"کیا تمہیں خوشی ہوئی۔!"

"نہیں.... ایسا تو نہیں ہے۔!"

"کیا صرف تم دونوں ہی ہو....؟"

"تمہیں اس سے کیا سروکار....!" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"دیکھو نا.... میں خواہ مخواہ مارا گیا....!"

"کیوں دخل دے بیٹھے تھے ہماری باتوں میں....!"

"عادت بُری بلا ہے.... پیارے بھائی....!"

وہ خاموشی سے عمران کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ "برا ہوا کہ تم خود ہی مشتبہ ہو گئے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ہم تمہارے لئے اتنا کر دیتے کہ تمہیں سچ مچ سیاحت کے مزے آ جاتے۔!"

"اب کر دو نا....!"

"فضول ہے.... تمہارے سوٹ کیس نے گڑبڑ کر دی....!" اس نے عمران کے پیروں کے قریب رکھے ہوئے سوٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے یہاں سے اٹھنے سے قبل ہی دھر لئے جاؤ۔!"

"ارے باپ رے....!"

"ہم نے تمہارے سوٹ کیس کی طرف تو دھیان ہی نہیں دیا تھا۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ پھر

عمران اسے روکتا ہی رہ گیا۔ لیکن وہ اپنی میز پر جا بیٹھا تھا۔ دفعتاً اس کے معمر ساتھی نے اطالوی میں چیخنا شروع کر دیا۔ "تم کیوں گئے تھے اس کے پاس....! میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ وہ منشیات کا غیر قانونی کاروبار کرنے والا معلوم ہوتا ہے۔!"

عمران نے تیزی سے اپنی کھوپڑی سہلائی تھی اور سوٹ کیس کو قدموں کے پاس سے اٹھا کر سامنے میز پر رکھ لیا تھا۔

"پولیزیا.... پولیزیا....!" معمر آدمی دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا تھا۔

عمران نے دونوں ہاتھ سوٹ کیس پر رکھ لئے۔

"یہ دیکھو....!" معمر آدمی دوسرے گاہکوں کو مخاطب کر کے چیخا۔ "اس کے سوٹ میں ضرور کچھ ہے۔ میرے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ سوٹ کیس تم یہاں سے اٹھا کر مجھ سے پہلے نکل جانا.... معقول معاوضہ ادا کروں گا.... شائد اسے شبہہ ہو گیا ہے کہ قانون کے محافظ اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔!"

ستم ڈھا دیا شلواروں نے.... عمران سوچ رہا تھا۔ یہ شلواریں اپنی قوم کی نہیں معلوم ہوتیں۔ شاید اس قوم کی ہوں جو چرس سے زیادہ گانجے اور چانڈو کی رسیا ہے۔ بہر حال ان دونوں نے خود اس کی قومیت کا اندازہ بی بی وال.... اور میاں والی کی بکواس سے لگا لیا ہو گا اور اب اپنی کسی مقصد بر آری پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔

اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سوٹ کیس کو میز پر سے اٹھا کر گود میں رکھ لینے کی کوشش شروع کر دی تھی اور چہرے پر حماقتوں کی تہیں کہیں زیادہ دبیز ہو گئی تھیں۔ تینوں اطالوی سادہ پوش اپنی میز سے اٹھ کر اس کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ گویا انہوں نے اسے نرغے میں لے لیا تھا۔

"پولیزیا.... اُوں بیا....!" ان میں سے ایک عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "تمہیں ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلنا ہے۔!"

"ضض.... ضرور.... لیکن ان دونوں کو بھی لے چلو.... یہ خود فرشتے نہیں ہیں۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ "میں ایک بے حد شریف آدمی ہوں۔ یہاں سے اٹھ کر جزیرہ کیپ ریرا کی طرف روانہ ہو جاتا کیونکہ گیری بالڈی کے مزار کی زیارت کے لئے ادھر آیا ہوں۔!"

"پہلے ہیڈ کوارٹر....!"

"ٹھیک ہے چلو.... مگر وہ دونوں....!"

"وہ بھی جائیں گے۔!"

اور پھر یہی ہوا تھا۔ وہ تینوں پولیس کی گاڑی میں ٹھونس دیئے گئے تھے اور عمران نے سادہ پوشوں سے پوچھا تھا "میں کیپ ریرا کس طرح پہنچ سکوں گا؟"

"یہاں سے آرزے چنیا ہوتے ہوئے پالاؤ جانا.... پالاؤ سے فیری کے ذریعے جزیرہ میڈے لینا پہنچ جانا اور وہاں سے کیپ ریرا....!"

"شکریہ آفیسر....!"

دونوں شلواریں خاموشی سے گھورے جا رہی تھیں۔ اس سے زیادہ اس کے سوٹ کیس کو گھور رہی تھیں۔ جو اب اس کی چھاتی سے چمٹا ہوا تھا۔

"ہیڈ کوارٹر میں.... میں صرف کاؤنٹ اولیاری سے ملنا پسند کروں گا۔!" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا اور سادہ پوش چونک کر اسے گھورنے لگے۔

"اس کے خلاف ہوا تو شائد تمہاری ملازمتیں خطرے میں پڑ جائیں۔"

"کاؤنٹ ذاتی طور پر بہت بڑے معاملات دیکھتے ہیں۔!"

"میں بھی کوئی معمولی معاملہ نہیں ہوں۔ قطعی پسند نہیں کروں گا کہ اس سے کمتر عہدے کا کوئی آفیسر مجھے اپنا معاملہ بتائے۔!"

"اس کا تصفیہ ہیڈ کوارٹر پہنچ کر ہو گا۔!"

"میں نے آگاہ کر دیا تمہیں.... اپنے خسارے کے خود ذمہ دار ہو گے۔!"

شلواروں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا لیکن آواز نہیں نکالی۔

"تمہاری گاڑی میں لاسلکی ٹیلی فون موجود ہے....!" عمران کچھ دیر بعد بولا۔ "تم اسے آگاہ کر سکتے ہو کہ تم نے ایک ایسے غیر ملکی کو پکڑا ہے جو خود کو الو کا شاگرد کہتا ہے اور براہِ راست اس سے گفتگو کرنے پر مصر ہے۔!"

"الو کا شاگرد....!" تینوں ہنس پڑے۔

عمران غصیلے لہجے میں بولا۔ "ابھی مجھ پر کوئی جرم ثابت نہیں ہو سکا ہے اس لئے میرا مضحکہ

اڑانے کی کوشش تمہارے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔!"

تینوں یک بیک سنجیدہ نظر آنے لگے۔

پولیس چیف کے حوالے پر دونوں شلواریں کسی قدر سراسیمہ نظر آنے لگی تھیں۔ بہر حال انہوں نے لاسلکی فون پر ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا تھا اور عمران کے کہے ہوئے الفاظ دہرائے گئے تھے اور فون پر پولیس چیف سے گفتگو کرنے والا بغور عمران کی شکل دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "جی ہاں جناب.... بالکل درست.... جناب یہی حلیہ ہے.... بہت بہتر جناب.... بہت بہتر۔!" اور پھر ریسیور کو ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھتا ہوا وہ عجیب انداز سے مسکرایا تھا۔ ان کے درمیان آپس میں سرگوشیاں ہوئی تھیں اور عمران کو اسی انداز میں دیکھتے رہے تھے۔ جیسے وہ دنیا کے مشہور عجائبات میں سے ہو۔ شلواروں پر نہ جانے کیا گزر رہی تھی۔ دفعتاً معمر آدمی نے عمران سے پوچھا۔

"کیا پولیس چیف تمہیں جانتا ہے....؟"

"ہاں وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ منشیات کی تجارت میرا پیشہ نہیں.... میں صرف ایک مشاق قاتل ہوں.... نہ جانے کتنے قتل کر چکا ہوں۔ لیکن آج تک میرے خلاف کوئی ثبوت مہیا نہیں کیا جاسکا۔!"

"کہاں سے آئے ہو....؟"

"کہیں سے بھی نہیں.... اطالوی ہوں.... اس کے باوجود اردو پنجابی اور سندھی روانی سے بول سکتا ہوں۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتا....!"

"ٹونٹی امرانو نام ہے....!"

"تت.... تو پھر....!"

"تم نے الزام لگایا تھا.... اب چل کر ثابت کرنا.... اور میرے سوٹ کیس میں اچار چٹنی اور مربے کے نمونے ہیں....!"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا....!"

"محض اس لئے کہ تم ہم اطالویوں کو گندہ اور چور کہہ رہے تھے۔!"

"یہ تو بہت بُرا ہوا....!" نوجوان نے معمر آدمی سے کہا۔

"اونہہ.... ضرور.... پتہ نہیں آج کل حوالات میں کھٹملوں کی افزائش نسل کا کیا انتظام ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"بس اب تم خاموش ہی رہو....!" معمر آدمی غرایا۔

"واہ بھئی.... اب بھی نہ بولوں....!"

وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھور کر رہ گیا تھا۔

ہیڈ کوارٹر پہنچ کر دونوں شلواریں براہِ راست حوالات کی طرف لے جائی گئی تھیں اور عمران سادہ پوشوں کے ساتھ چیف کے آفس کی جانب چل پڑا تھا۔

"یہ بہت بُرا ہوا استاد....!" نوجوان معمر آدمی سے بولا۔

"میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اطالوی ہو گا۔!"

"مجھے اس میں شبہ ہے....!" نوجوان کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"کیوں....؟"

"اطالوی نہیں معلوم ہوتا.... ویسے بالکل اطالویوں کے سے انداز میں اطالوی بولتا ہے۔!"

"کیا اردو بھی اہل زبان کی سی اردو نہیں تھی۔!"

"یقیناً تھی.... اسی چیز نے تو شبہے میں مبتلا کیا ہے۔!"

"بہر حال ہم نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔!"

"ویسے کیا میں ایک بات پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں دُرجن استاد....!"

"دس پوچھو بالکے....!"

"اس بار تم نے شلوار سوٹ کا چکر کیوں چلایا تھا....؟"

"ضروری نہیں کہ ہر بات بتادی جائے۔!" دُرجن نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"آنند سے تم نے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔"

"یہ آنند کا اندازہ ہے لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہو گی۔!"

"میں نہیں سمجھا استاد....!"

"اپنے کام سے کام رکھو.... اسی میں ہماری بہتری ہے۔!"

"جیسی استاد کی مرضی....!" آنند طویل سانس لے کر بولا۔

نصف گھنٹے کے بعد عمران بھی اسی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس کے آگے پیچھے دو مسلح سپاہی چل رہے تھے۔ عمران کے ایک ہاتھ میں آموں کی نورتن چٹنی کا مرتبان تھا اور دوسرے سے وہ اپنی پتلون سنبھالتا جا رہا تھا۔ حوالات کا دروازہ کھلا اور اسے اندر دھکیل دیا گیا۔

"آگئے تم بھی....!" معمر آدمی ہنس کر بولا۔

"تم لوگوں کی عنایت سے.... اس مرتبان کے علاوہ اور سب کچھ ضبط کر لیا گیا۔!"

"کیا الزام ہے....؟"

"اگر تم لوگوں کے ساتھ نہ دیکھا گیا ہوتا تو کوئی بھی الزام نہیں.... میرے خلاف آج تک یہ لوگ ثبوت فراہم نہیں کر سکے۔!"

"ہم سے تو ابھی تک پوچھ گچھ ہی نہیں ہوئی۔!"

"ہو گی.... ہو گی.... اب شائد تم ہی بلوائے جاؤ.... شلوار سوٹ اونہہ....!"

اور پھر سچ مچ اس کا بلاوا آگیا تھا.... نوجوان وہیں رہ گیا تھا۔ شائد دونوں سے الگ الگ پوچھ گچھ کی جانے والی تھی۔

اس کے چلے جانے کے بعد عمران کی طرف متوجہ ہوا تھا.... نوجوان اسے پہلے ہی سے گھورتا رہا تھا.... نظر ملتے ہی بولا۔ "تم اطالوی نہیں معلوم ہوتے۔!"

"کیا تم پولیس چیف کو باور کرانے میں کامیاب ہو گئے ہو کہ تم اطالوی ہو....!"

"اگر اس میں اسے شبہ ہوتا تو باور کرانا پڑتا.... اس قسم کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھا تھا۔!"

"ہم اٹھائیں گے....!" نوجوان بولا۔

"اور مجھے توران کا شہزادہ ثابت کر دینا....!"

"تم دیکھنا کہ تمہاری کیسی درگت بنتی ہے....!"

"سوال تو یہ ہے کہ آخر تم دونوں میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔!"

"تم نے ہمیں کیوں چھیڑا تھا۔!"

"تم ہمیں گندہ اور چوٹا کیوں کہہ رہے تھے۔!"

"اس لئے کہ تم ایسے ہی ہو.... اور ہمیں باور نہیں کرا سکتے کہ تم اطالوی ہو۔!"

"جھک مارتے رہو....!" عمران نے کہا اور مرتبان سے چٹنی نکال نکال کر چاٹتا رہا۔

شائد نوجوان کے منہ میں پانی آنے لگا تھا۔ اس نے فرش پر تھوک کی پچکاری ماری اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد معمر آدمی واپس آیا۔ آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ عمران کی طرف دیکھ کر دہاڑا۔

"سب تمہاری حرکت ہے....!"

"کک.... کیا مطلب....!" عمران ہکلایا۔

نوجوان آدمی کی باری تھی۔ مسلح سپاہی اسے ساتھ لے گیا۔

"کیا اسی طرح تمہاری قومیت بھی جانچی گئی تھی۔!" معمر آدمی نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"کک.... کس طرح....؟"

"خاموش رہو.... میں سب سمجھتا ہوں....!"

"یار میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ اگر اپنا نام عبدالقدوس بتاتا ہے تو اس کی یہ پہچان ہو گی۔!"

معمر آدمی لال بھبھوکا ہو کر اس پر جھپٹ پڑا تھا۔ عمران ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ "اگر تم عبدالقدوس ہی ہو تو وہ مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ تاؤ کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے اپنا نام مدار بخش بتایا تھا.... دیکھو اب وہ کیا نکلتا ہے....!"

"سنو خبیث آدمی.... تم آخر اسے کیا پٹی پڑھا آئے ہو.... وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے پاسپورٹ جعلی معلوم ہوتے ہیں۔ تم اس ملک کے نہیں ہو جس کے پاسپورٹ پر آئے ہو۔!"

"نام بتاؤ گے عبدالقدوس.... اور....!"

"خاموش رہو.... ہمارے نام ضرور غلط ہیں لیکن ہم اسی ملک کے باشندے ہیں جن کے پاسپورٹ پر آئے ہیں۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... اچھا اپنا اصلی نام بتاؤ....!"

"درجن ڈیوڈپال....!"

"اور مدار بخش کا....؟"

"برکت مسیح....!"

"تو یہ بات ہے.... میرے ہی ملک سے تعلق رکھنے والے عیسائی ہو.... لیکن پھر نام

بدلنے کی کیا ضرورت کیوں پیش آئی تھی....!"

"آہا.... ابھی تو تم اطالوی تھے۔ اتنی جلدی قومیت کیسے بدل لی....!"

عمران نے مرتبان سے چٹنی نکال کر زبان پر رکھی اور آہستہ آہستہ منہ چلانے لگا۔

"میری بات کا جواب دو....!"

"اگر تم لوگ مجھے اُلو بنانے کی کوشش نہ کرتے تو اس جنجال میں کبھی نہ پڑتے۔!"

"اب ہو گا کیا....؟"

"تینوں کم از کم ایک ایک سال کی کاٹیں گے۔!"

"اچھا تو پھر....!"

"ہاں.... ہاں.... میں بھی.... میں زیادہ تر سرکاری ہی اخراجات پر گزارہ کرتا ہوں۔ بادشاہت ہے اپنی تو....!"

"کیا نکلا تمہارے سوٹ کیس سے....؟"

"اچار چٹنی مربے.... چٹنی کا ایک مرتبان تھما کر بقیہ خود ہتھیا لئے سالوں نے۔!"

"یہ تو کوئی جرم نہ ہوا۔!"

"چرس کے ایسنس کی ایک شیشی خود انہوں نے میرے سوٹ کیس میں ڈال دی تھی۔!"

"اچھا تو یوں پھنس گئے....!" معمر آدمی نے قہقہہ لگایا۔

"سوال تو یہ ہے کہ آخر تم دونوں نے مجھے کیوں الجھانے کی کوشش کی تھی۔!"

"اپنی طرف سے ان تینوں کی توجہ ہٹا کر کام کرنا چاہتے تھے۔!"

"خواہ میری گردن ہی کیوں نہ کٹ جاتی۔!"

"قومی خدمت کے لئے قربانی دینی پڑتی ہے۔!"

"ہائیں.... ہائیں.... یہ تم اتنی روانی سے کیا بول گئے....!"

"شلوار سوٹ پہن کر اسی لئے تو گھوم رہے تھے کہ اپنی طرف کا کوئی پھنس جائے۔!"

"خدا کے بندے وہ قومی خدمت والی بات....!"

"پڑوسی ملک سے گانجہ اور مدک آرہی ہے.... ہماری چرس کو ناکام بنا دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کے لئے کام کرنا ہے ہمیں۔!"

عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... قومی خدمت کی نئی مثال تھی۔ اتنے میں نوجوان بھی واپس آگیا.... وہ بھی غصے سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"حد ہو گئی.... ایسا تو کبھی نہیں ہوا....!" اس نے معمر آدمی کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

"سب اس کی شیطنیت تھی۔ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ ہماری قومیت وہ نہیں ہے جو پاسپورٹ میں درج ہے.... اور ہمارے پاسپورٹ جعلی ہیں۔!"

"کیوں بے....؟" وہ آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی اور وہ پاگلوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ پہلے ہی ہلے میں پٹ سے فرش پر آپڑا ہوگا۔ عمران چٹنی کے مرتبان سمیت دور کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کا معمر ساتھی بھی گھونسہ تان کر عمران کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت دو مسلح گارڈ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے رائفلوں کے کندے مار مار کر دونوں کو عمران کے پاس سے ہٹا دیا اور اسے اپنے ساتھ لئے حوالات سے باہر آگئے۔ دونوں چیخ چیخ کر اسے گالیاں دے رہے تھے۔

"چیف آپ کے منتظر ہیں.... جناب....!" ایک گارڈ نے بڑے ادب سے کہا۔ عمران اسے چٹنی کا مرتبان تھما کر اولیاری کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

کاؤنٹ اولیاری میسلینو اٹلی کے ایک قدیم معزز گھرانے کا فرد تھا۔ آکسفورڈ میں عمران کا کلاس فیلو رہ چکا تھا اور غالباً اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔

"شاید تم تفریح کی غرض سے آئے تھے۔!" اس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

"لیکن حادثات میرا پیچھا نہیں چھوڑتے.... وہ دونوں میرے ہی ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ کرسچین ہیں.... میرا خیال غلط تھا.... وہ یہاں قومی خدمت انجام دیتے ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"پڑوسی ملک کا گانجہ ہماری چرس کو شکست دینا چاہتا ہے۔!"

"کھل کر کہو.... بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"گانجہ.... چرس سے بھی سستا نشہ ہے.... لیکن اس سے کہیں زیادہ تباہ کن.... وہ ہمارے پڑوسی ملک سے یہاں پہنچتا ہے۔!"

"سوال یہ ہے کہ آخر تم لوگ ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو....!"

"ہم ساری دنیا کی بھلائی کے بارے میں سوچتے ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ کاؤنٹ میسیلو خود تو اعلیٰ قسم کی شراب سے دل بہلائے لیکن بے چارے اوٹو ماہی گیر سے چرس پینے کا بھی حق چھین لینا چاہتا ہے۔ اس لئے ہم ان غریبوں کے لئے چرس بھجواتے ہیں اور ہمارا پڑوسی ملک گانجہ بھجواتا ہے۔ گانجہ چرس سے سستا ہونے کی بناء پر اپنی کھپت یہاں بڑھانے لگا ہے۔ اس لئے چرس کے لئے لمحۂ فکریہ۔ اگر تم چاہو تو ان دونوں کو گانجے کے سلسلے میں انفارمر بھی بنا سکتے ہو۔!"

"میں چرس اور گانجے دونوں کو جہنم رسید کردوں گا۔!"

"نہ.... نہ.... نا.... اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرو.... اگر تم چاہتے کہ تمہاری اعلیٰ قسم کی شرابیں محفوظ رہیں تو عوام کو گانجے اور چرس ہی میں الجھا رہنے دو۔!"

"اب سیاست بگھارو گے....!" اولیاری میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

"ساری دنیا میں شراب اور چرس کے درمیان کش مکش پائی جاتی ہے۔ اگر چرس کو فتح نصیب ہوگئی تو تم سب ڈوب جاؤ گے۔!"

"میں اپنے علاقے میں منشیات کا غیر قانونی کاروبار ہرگز نہ ہونے دوں گا۔!"

"تمہاری مرضی! میں نے تو تمہیں ڈھنگ کی بات بتائی ہے۔ انہیں چرس اور گانجے میں ڈوبا رہنے دو.... ورنہ ان کی صحت مندی ایسا بھیانک انقلاب لائے گی کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ یہ وبا سرمایہ دار کیمپ کی پھیلائی ہوئی ہے۔ اس کے ہاتھ مضبوط کرو....!"

"دماغ مت چاٹو میرا.... بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے.... اس سلسلے میں تمہیں میری مدد کرنی پڑے گی۔!"

"ان دونوں کو انفارمر بنالو... پہلے گانجے کا قلع قمع کرو.. بعد میں چرس کی گردن بھی اڑا دینا۔!"

"تم ٹھیک کہتے ہو.... مجھے یہی کرنا چاہئے۔!"

عمران نے اسے اپنی ان دونوں سے گفتگو کی تفصیل بتا کر کہا۔ "وہ تمہارے آدمیوں سے پیچھا چھڑا کر گانجہ فروشوں کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے مجھے الجھانے کی کوشش کی تھی۔!"

"کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو....!" اولیاری کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"اچھا میں تو چلا گیری بالڈی کے مزار پر حاضری دینے....!"

"بیٹھ جاؤ....! اتنے دنوں بعد ملے ہو.... ابھی نہیں جاسکتے.... میری بیوی تم سے مل کر بے حد خوش ہوگی.... اس سے اکثر تمہارے تذکرے رہے۔!"

"یہ اچار چٹنی اور مربے اسی کے لئے تو لایا تھا....!"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ ان کی شوقین ہے....!"

"پروفومو نے لکھا تھا....!"

"اچھا وہ بدمعاش.... اس سے بھی بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔ آج کل سسلی میں ہے شائد....!"

"اس کا مونگ پھلی کے تیل کا کارخانہ اچھا چل رہا ہے۔!"

"میں تم سے پہلے کہتا تھا کہ تجارت کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکے گا۔ ارے ہاں تم کیا کررہے ہو....!"

"مجھے کیا پڑی ہے کہ کچھ کروں.... ابھی میرا باپ زندہ ہے.... خوب کماتا ہے میرے عیش کے لئے....!"

"یہ کیا بکواس ہے....!"

"ہماری طرف باپوں کی زندگی میں اگر بچے ہاتھ پیر ہلائیں تو باپ بُرا مان جاتے ہیں۔!"

"مت بکواس کرو....!"

"خط لکھ کر پوچھ لو میرے باپ سے....!"

"وہ اب بھی ڈائریکٹر جنرل ہیں انٹیلی جنس بیورو کے....؟" اولیاری نے پوچھا۔

"اور مرتے دم تک رہیں گے.... ابھی ان کی عمر ہی کیا ہے....!"

"تم جیسے تھے اب بھی ویسے ہی ہو.... شادی وادی بھی کی یا نہیں....!"

"کون شادی کرے گی ایسے سے جس کا باپ ابھی زندہ ہو....!" عمران بولا۔

"چلو اٹھو.... گھر چلتے ہیں.... تمہیں میرے ساتھ ہی قیام کرنا پڑے گا۔ اگر کسی ہوٹل میں ٹھہرے تو ہتھکڑیاں ڈلوا کر بلاؤں گا۔!"

"ان دونوں کا کیا ہوگا....؟"

"فی الحال بند رہنے دو.... تمہارے مشورے کے مطابق انہیں انفارمر ہی بناؤں گا۔!"

"ٹھیک ہے.... چلو....!"

اولیویا ایک ہنسنے ہنسانے والی گڑیا سی عورت تھی۔ عمران سے مل کر بے حد محظوظ ہوئی اور اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر بولی۔ "یہ بالکل ویسے ہی ہیں جیسا نقشہ تم نے کھینچا تھا۔!"

"صورت پر نہ جانا.... بے حد خطرناک آدمی ہے.... لندن میں مکلارنس کا گروہ اسی نے توڑا تھا ورنہ سکاٹ لینڈ یارڈ والوں کو دانتوں پسینے آگئے تھے۔!"

"یقین نہیں آتا....!"

"افواہ ہے مسٹر.... یہ تمہارا اولیاری اول درجے کا جھوٹا ہے....!"

"کیوں....؟" وہ اولیاری کی طرف مڑی۔

"اس کی باتوں میں نہ آنا.... اسکا باپ اپنے ملک میں انٹیلی جنس بیورو کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔!"

"اوہ.... اور تمہاری شکل ایسی ہے....!" وہ عمران کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر ہنسی تھی اور عمران بھی احمقانہ انداز میں ہنس پڑا تھا۔

"انہیں مونیکا سے ضرور ملوانا.... دونوں بہت محظوظ ہوں گے۔!" اولیویا بولی۔

"اب تو ہاتھ آیا ہے.... بس تم دیکھنا کیسی درگت بناتا ہوں....!" اولیاری نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"مرسی فل گاڈ....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"مونیکا کو رات کے کھانے پر بلواؤ....!" اولیاری نے بیوی سے کہا۔ "پہلے مرسیانو میں رقص کریں گے پھر واپس آکر کھانا کھائیں گے۔!"

"رر.... رقص کرو گے....!" عمران ہکلایا۔

"کیوں.... تم کیا نہیں کرتے....؟"

"سب بھول بھال گیا....!"

"ہم یاد دلائیں گے.... تم مونیکا کو پسند کرو گے....!" اولیویا بولی۔

"دیکھو.... ! کاؤنٹس اولیویا اولیاری میسیلنو وغیرہ وغیرہ میں ایک تنہا آدمی ہوں۔ سوسائٹی میں بہت کم موو کرتا ہوں۔ کہیں لوگ مجھے الو نہ سمجھ بیٹھیں....!"

"جب ہم دونوں ہی سمجھ رہے ہیں تو دوسروں پر ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔!" اولیاری چہکا۔

"اچھی بات ہے....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

ادھر کاؤنٹ رومانش میں اپنی بیوی سے بولا۔ "تم دیکھنا کہ کسی خاص دھن پر ناچتے ناچتے اپنے موشن ایجاد کر بیٹھے گا اور دوسرے ناچنا بھول جائیں گے۔!"

"اچھا....!" کاؤنٹس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اور پیارے کاؤنٹ مجھے رومانش بھی آتی ہے....!" عمران نے مسمی صورت بنا کر کہا۔

"تم نے دیکھا...!" اولیاری نے دونوں ہاتھ اٹھا کر قہقہہ لگایا۔ "میں تمہیں یہی دکھانا چاہتا تھا۔!"

"واقعی مانتی ہوں....!" وہ عمران کو شرارت آمیز نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "مونیکا بھی کیا یاد کرے گی۔!"

"بس تم اسے فون کردو.... آج لمبی تفریح ہو گی....!" اولیاری عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔ "تمہاری عبادت کا وقت تو نہیں ہوا....!"

"صبح سورج نکلنے سے قبل....!"

اور پھر اولیاری اپنی بیوی کو اس کی عبادت کے بارے میں بتانے لگا تھا!

"اچھا وقت کٹے گا....!" وہ ہنس پڑی۔

عمران الوؤں کی طرح اداس بیٹھا تھا۔

"پھر اولیویا وہاں سے چلی گئی تھی اور اولیاری سنجیدگی اختیار کر کے عمران کو بغور دیکھتا رہا تھا۔

پھر وہ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "قدرت مجھ پر مہربان معلوم ہوتی ہے کہ تم اس طرح اچانک یہاں پہنچ گئے۔!"

"اوہو.... تو کیا کسی دشواری میں ہو....!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یہی بات ہے پیارے.... اور میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"سارڈینیا میں منشیات کی ناجائز تجارت کی پشت پر ایک طاقت ور سنیٹر ہے۔ اتنا طاقت ور ہے کہ پریسیڈنٹ کو بھی اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور مجھ جیسے خاندانی آدمی کو اس قصاب زادے کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ خیر اس کی تو کوئی بات نہیں کل ہمارا زمانہ تھا آج اس کا زمانہ ہے۔ لیکن

میں اسے پسند نہیں کرتا کہ قانون بنانے والے خود ہی قانون شکنی کے مرتکب ہوں۔!“

”تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو....!“

”چرس فروشی....!“

”گھاس تو نہیں کھا گئے....!“

”میری ایک اسکیم ہے.... اسطرح سانپ بھی مرجائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔!“

”کیا اسکیم ہے....!“

”ابھی نہیں بتاؤں گا.... دو تین دن عیش کرو اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ تمہارے ملک کے دونوں اسمگلر اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کا سابقہ تمہارے پڑوسی ملک کے اسمگلروں سے ہے۔ ایسا نہیں ہے پیارے! گانجے اور چانڈو کی سرپرستی وہی سنیٹر کر رہا ہے۔!“

”ارے دونوں جہنم میں جائیں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے اپنی چرس سے دلچسپی ہے....!“

”کاؤنٹ میسیلنو.... پلیز....!“

”سنو جنہیں پیٹ بھر روٹی نصیب نہیں وہ سستے نشوں سے اپنی قبریں کھود رہے ہیں۔ اس قصاب زادے کو صرف اس سے دلچسپی ہے کہ سوئیٹزر لینڈ کے بینک اسکی کمائی سے بھرتے رہیں۔!“

”واقعی قصاب زادہ ہے....!“

”یقین کرو.... اس کی یہی ذہنیت روزانہ سیکڑوں کو قبر میں پہنچا رہی ہے۔!“ پندرہ سولہ سال کے بچے بھی سستے نشوں کے عادی ہوتے جارہے ہیں۔ دن بھر میں جتنا کماتے ہیں۔ اس کا بیشتر حصہ منشیات پر صرف کردیتے ہیں اور خشک روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھگو بھگو کر حلق سے اتارتے رہتے ہیں۔!“

”بڑا بھیانک انتقام لیا ہے مشرق نے مغرب سے....!“

”تو آئے کمینگی پر.... ارے اولیاری کا دل پوری انسانیت کے لئے دکھتا ہے....!“

”تب تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا....!“

”سوچو کہ کیا کرسکتے ہو.... تمہارے ملک کے اسمگلرز کو رہا کردوں گا.... معلوم کرو کہ ان کے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں۔ ایک گروہ ترتیب دو.... اور.... اور....!“

”مٹی پلید کردی تم نے میری.... غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس گروہ کے سرغنہ کی حیثیت سے تمہارے قصاب زادے سے ٹکرا جاؤں....!“

”چلو خود مجھے یہ مضحکہ خیز تجویز پیش نہیں کرنی پڑی۔ تم خود ہی سمجھ گئے۔!“

”تم چاہتے ہو کہ تم محض تماشائی بنے رہو اور اس قصاب زادے کا صفایا ہو جائے۔!“

”تم میرے خیالات پڑھ رہے ہو عمران....!“

”قاتل بنانا چاہتے ہو مجھے....!“

”انسانیت کے مفاد میں مکلارنس کس کے ہاتھوں فنا ہوا تھا....!“

”ہوں.... اوں.... خیر سوچیں گے....!“

”ابتداء اس کے چھوٹے موٹے اڈے سے کرو.... اور پھر اس جگہ تک جا پہنچو جہاں منشیات کا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔!“

”کیا تم اس جگہ کی نشاندہی کرسکو گے....!“

”کیوں نہیں.... لیکن اس کی جرأت نہ کرسکوں گا کہ اس قصاب زادے کی طرف انگلی بھی اٹھا سکوں.... کیونکہ اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اس کی موت کے بعد سارڈینیا کی پولیس عوام کو اس کی کہانی ضرور سنا سکے گی۔!“

”غالباً خاصے ہنگاموں کے بعد اس کی موت چاہتے ہو....!“

”بالکل یہی بات ہے.... تم تو اب زیادہ رواں ہوگئے ہو....!“

”دیکھو بیٹے.... معاملہ خطرناک ہے.... ذرا سوچ کر.... سمجھ کر....!“

”میں الو نہیں ہوں سمجھے....!“ اولیاری آنکھیں نکال کر بولا۔ ”تمہارے وہ دونوں آدمی اسی کا فیصلہ نہیں کرسکے تھے کہ ان کا تعاقب پولیس کررہی ہے یا سنیٹر قصابزادہ کے آدمی۔ لہٰذا انہوں نے ویسا لباس پہننا شروع کردیا جسے تمہارے یہاں کے سیاسی لیڈر عام طور پر پہنتے ہیں۔!“

”میں سمجھ رہا ہوں.... کہتے چلو....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ تعاقب کرنے والے حقیقتاً کون ہیں۔ اسی لئے تم سے الجھے تھے.... اور انہوں نے معلوم کرلیا....!“

”تو تم نے سب کچھ اگلوالیا ان سے....!“

"قطعی نہیں.... میں نے اس موضوع پر گفتگو ہی نہیں کی۔ میرا اپنا اندازہ ہے۔!"

"درست ہی معلوم ہوتا ہے....!" عمران نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"اب تک ان کے کئی آدمی مارے جاچکے ہیں.... اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تمہارے پڑوسی ملک کے اسمگلر ان کے دشمن ہوگئے ہیں۔ اسی لئے ان میں اتنا جوش وخروش پایا جاتا ہے۔!"

"ہاں.... ہاں میں سمجھ رہا ہوں....!"

"اب غالباً تمہیں راہ عمل متعین کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔!"

"تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے....!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا....!"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے آفس میں سنیٹر کے آدمی نہ ہوں گے۔!"

"میں ان سے اچھی طرح واقف ہوں.... اور محتاط رہتا ہوں۔!"

"گڈ....!"

اولیاری خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ عمران کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

مونیکا جھکی ٹائپ کی ایک خوبصورت لڑکی ثابت ہوئی۔ عمران ہی کے مشورے پر اس کا تعارف شمال کے ایک خانہ بدوش شکاری کی حیثیت سے کرایا گیا تھا اور وہ برا سا منہ بنا کر بولی تھی۔ "مجھے ایسے خانہ بدوش پسند نہیں جو اتنے مہذب ہوگئے ہوں۔!" اس ریمارک پر عمران نے احمقانہ انداز میں دانت نکال دیئے تھے۔ کچھ بولا نہیں تھا۔

"اس کے باپ نے اسے آکسفورڈ میں تعلیم دلوائی تھی۔!" اولیاری بولا۔ "میرا کلاس فیلو تھا۔!"

"اب بھی شکار کھیلتے ہو....!" مونیکا نے پوچھا۔

"کیوں نہیں.... اسی پر بسر اوقات ہے اور یقین کرو کہ کاؤنٹ اولیاری سے زیادہ کماتا ہوں۔!"

"ذرا اپنی مادری زبان تو سناؤ....!"

"ماں ہوتی تو ضرور سناتا.... دوسری خواتین کے سامنے مادری بولتے ہوئے شرم آتی ہے۔!"

"تم جھوٹے ہو.... اولیاری.... یہ شمال کا خانہ بدوش نہیں ہے۔ تم مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہ بے چارہ تو کسی بے حد شائستہ پادری کی اولاد معلوم ہوتا ہے۔!"

دفعتاً عمران نے رومانش ملی ہوئی جھٹکے دار اطالوی بولنی شروع کردی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مجھے غصہ نہ دلا لڑکی ورنہ تیری ماں قبر میں روئے گی۔ میری رائفل سونے کی گولیاں نہیں اگلتی۔ سفید بھیڑیوں کے جھنڈ کی قسم.... میں بہت برا آدمی ہوں۔!" اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں اور دہانہ کسی وحشی درندے کے دہانے سے مشابہ نظر آنے لگا تھا۔

دونوں عورتیں کانپ کر رہ گئی تھیں اور اولیاری کے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑنے لگی تھیں اور پھر اس نے سنبھالا لیا تھا۔ عمران کا بازو پکڑا اور اسے دوسرے کمرے میں لے آیا اور اب اس کے چہرے پر نظر پڑی تو پھر وہی پہلی سی حماقت کا سماں طاری تھا۔

"مکار اعظم....!" اولیاری اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"پھر کیا کرتا.... کس طرح یقین دلاتا کہ میں سردار ٹوگوفوناٹا کا بیٹا ایک بٹا دوسرا سردار لوبوفوناٹا ہوں۔!"

"ارے نام بھی رکھ لیا اتنی جلدی....!"

"ابھی تھوڑا ہی پیدا ہوا ہوں....!"

"سوال تو یہ ہے کہ اب عورتوں کا موڈ کیسے ٹھیک ہوگا۔!"

"خود ہی ٹھیک کرو جاکر....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "یہ مونیکا بہت عقل مند معلوم ہوتی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"آخر تمہارے بیان کی تصدیق کرنے پر کیوں تل گئی تھی۔!"

"جھکی ہے....!"

"میں نہیں سمجھتا....!"

"ارے ابھی دس پندرہ منٹ پہلے تو تم ملے ہو اس سے....!"

"دس ہزار سال سے جانتا ہوں.... ایسی عورتوں کو....!"

"کہنا کیا چاہتے ہو....؟"

"میرا خیال ہے کہ قصاب زادے نے تمہاری زندگی کا کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑا ہے۔!"

"یعنی کہ.... یعنی کہ....!"

"کب سے جان پہچان ہے اس لڑکی سے....!"

"شاید پچھلے سال کی بات ہے....!"

"اور تم یہاں کب سے متعین ہو....!"

"ڈیڑھ سال سے...!" اولیاری اسکی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "مجھے زیادہ الجھن میں نہ ڈالو...!"

"پہلے تم سے ملی تھی یا اولیویا سے....؟"

"اولیویا سے....!"

"بے حد چالاک معلوم ہوتی ہے.... ورنہ براہِ راست تمہی سے مل بیٹھنے میں کیا قباحت تھی۔ اب بھی خاصے چھونے لگتے ہو....!"

"میرا موڈ بھی چوپٹ کر دیا تم نے....!"

"اب سمجھا....!"

"کیا سمجھے....؟" اولیاری پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"یہی کہ تم دونوں اس سے اس حد تک بے تکلف ہو گئے ہو کہ اپنی آنتیں بھی نکال کر اس کے سامنے ڈھیر کر دیتے ہو....!"

اولیاری نے اپنا نچلا ہونٹ دبا لیا تھا.... اور اس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔

"میں تو ہمیشہ محتاط رہا ہوں....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن اولیویا کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"اولیویا کو علم ہے قصاب زادے کے قصے کا کیوں....؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے.... بھلا اپنی الجھن اور کسے بتاؤں گا....!"

عمران نے طویل سانس لی اور دروازے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "بہر حال اب اولیویا کو سمجھا دو کہ میری خانہ بدوشی والی حیثیت برقرار رہنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی باتوں کی رو میں اصلیت اگل بیٹھے۔!"

"خداوندا.... کہیں اس نے اتنی دیر میں اگل ہی نہ دیا ہو۔ محض مونیکا کو مطمئن کرنے کے لئے تمہاری اصلیت بتادی ہو۔ اسے یہ باور کرانے کے لئے کہ وہ صرف مذاق تھا۔!"

"جاؤ دیکھو.... تم دونوں ہی بہت عقل مند ہو....!"

اولیاری چلا گیا تھا۔ عمران صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اولیاری واپس آیا اور بولا۔ "نہیں اولیویا نے تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔!"

"شکر ہے.... اب چلو میں نارمل ہوں.... اس سے معافی مانگ لوں گا۔!"

"یہی مناسب معلوم ہوتا ہے....!" اولیاری جلدی سے بولا۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور سٹنگ روم میں واپس آ گیا۔

"سینوریٹا....!" اس نے مونیکا کے سامنے کسی قدر خم ہو کر کہا۔ "کبھی کبھی میری رگوں میں ان قدیم چرواہوں کا لہو چیخنے لگتا ہے جنہوں نے جنیوا بسایا تھا۔ وہ شمال ہی سے آئے تھے۔!"

"تم ایک حیرت انگیز آدمی ثابت ہوئے ہو۔!" وہ ہنس کر بولی۔ "تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ مجھے ایسے ہی لوگ پسند ہیں جو بیک وقت درندے بھی ہوں اور مہذب بھی۔!"

"شکریہ.... میں تو سمجھا تھا کہ آپ مجھے کبھی معاف نہ کریں گی۔!"

"مونیکا بڑی فراخ دل ہے....!" اولیویا جلدی سے بول پڑی۔

"سوال تو یہ ہے کہ ہم یہاں کیوں جھک مار رہے ہیں۔ مرسیانو کی کیا رہی....؟" اولیاری نے کہا۔

"ضرور.... ضرور.... چلو اٹھو....!" مونیکا نے اولیویا کو مخاطب کیا تھا۔

مرسیانو کا ریکریئشن ہال ہلکی موسیقی کے سیلاب میں بہا جا رہا تھا۔ سلوموشن والا رقص جاری تھا۔ اولیویا اور مونیکا لاؤنج میں جا بیٹھی تھیں۔ اولیاری نے عمران کو الگ لے جا کر کہا۔ "اولیویا سے رقص کی درخواست نہ کرنا....!"

"کیوں؟ کیا میرے جسم پر کانٹے اگ آئے ہیں۔!"

"یہ بات نہیں.... مونیکا کو لے جاؤ.... اچھا اثر پڑے گا.... اور مجھے اولیویا سے گفتگو کرنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ دراصل تمہارے خیال دلانے سے مجھے کچھ بے چینی سی ہو گئی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مونیکا اس سے اب تک علیحدگی میں کس قسم کی باتیں کرتی رہی ہے۔!"

"ٹھیک ہے.... میں سمجھ گیا....!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

پھر اس نے مونیکا سے رقص کی درخواست کی تھی۔ جو فوراً قبول کر لی گئی وہ رقاصوں کی

بھیڑ میں آملے۔ کچھ دیر خاموش رہ کر مونیکا بولی۔ "زندگی میں پہلی بار مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی مرد میرا ہم رقص ہے۔۔!"

"پہلے تم نے اس طرف توجہ ہی نہ دی ہوگی۔۔۔۔!" عمران بولا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔۔!" وہ سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

عمران نے آنکھیں بند کر لیں۔

"کیوں۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔؟" وہ اس کا شانہ دبا کر بولی۔ "کہیں مجھے لے کر گر نہ پڑنا۔!"

"مجھے بھی تم سو فیصد عورت لگ رہی ہو۔!"

"تو آنکھیں کھولو نا۔۔۔۔ تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں اور عام حالات میں تم معصوم اور سادہ لوح لگتے ہو۔!"

"شکریہ۔۔۔۔ تمہارے جسم کی آنچ مجھے پگھلائے دے رہی ہے۔!"

"چلو کچھ دیر کے لئے کسی ریفریجریٹر میں رکھ دوں۔۔۔۔!" وہ تڑ سے بولی اور عمران ہنس پڑا۔

"بے حد ذہین اور حاضر جواب بھی ہو۔۔۔۔!"

"مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔۔۔۔!"

"اپنے بارے میں کیا بتاؤں۔۔۔۔ میری زندگی میں رائفل اور سفید بھیڑیوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں برف پوش چٹانوں پر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہوں۔!"

"کتنے بچے ہیں۔۔۔۔؟"

"میں خود ہی ابھی بچہ ہوں۔ شادی کہاں ہوئی ہے ابھی۔!"

"کیوں نہیں کی ابھی تک شادی۔۔۔۔!"

"بڑھاپے میں کروں گا۔۔۔۔ جب ہاتھ پیر تھکیں گے۔۔۔۔ کسی ایسی بوڑھی بیوہ سے کروں گا جس کے کم از کم تین عدد جوان بیٹے بھی ہوں اور میرے لئے شکار کر کے لا سکیں۔!"

"بہت چالاک ہو۔۔۔۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور اس حد تک مہذب ہو جانے کے باوجود بھی تم اپنی روایات سے اس طرح چمٹے رہو۔۔۔۔!"

"کوئی دوسرا پیشہ اتنا منفعت بخش نہیں ہے۔!"

"بہتیرے پیشے ہیں جو منفعت بخش بھی ہیں اور تمہاری دلاوری کو بھی زنگ نہیں لگنے دیں گے۔!"

"مجھے تو ایک بھی ایسا پیشہ نہیں نظر آیا۔۔۔۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد قلم دوات سنبھالو اور کسی گوشے میں بیٹھ رہو۔ پتہ نہیں کیوں میرے باپ نے مجھے اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔!"

"تم نے پوچھا نہیں۔۔۔۔!"

"کس میں جرأت ہے کہ اس کے سامنے زبان کھول سکے۔ بے حد خونخوار آدمی ہے۔ تم براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتیں۔!"

"شاید کچھ دیر قبل اس کی ہلکی سی جھلک دیکھ چکی ہوں۔۔۔۔!"

"اوہ جب مجھے غصہ آگیا تھا۔۔۔۔!" عمران کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ پھر وہ لاؤنج میں آبیٹھے تھے۔ مشروبات کا دور شروع ہوا تھا۔

"ارے تم شراب نہیں پیتے۔۔۔۔!" مونیکا چونک کر بولی۔

"شراب سے مجھے نزلہ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے۔!"

"اس حد تک مہذب ہو جانا بھی درست نہیں۔۔۔۔!"

"کیا کیا جائے۔۔۔۔ صحت کا معاملہ ہے۔۔۔۔!"

"کاؤنٹ۔۔۔۔! تمہارا دوست دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔۔۔۔!"

"میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں۔۔۔۔!" اولیویا بولی۔ اولیاری اس ریمارک پر خاموش ہی رہا۔

"تم کچھ ست نظر آ رہے ہو خلاف معمول۔۔۔۔!"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔۔ دراصل لوبو سے مرعوب ہو گیا ہوں۔!" اولیاری بولا۔

"اگر یہ بات ہے تو مجھے صبح ہی رخصت ہو جانا چاہئے۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اپنی مرضی کے مختار تو نہیں ہو۔۔۔۔!" اولیویا بول پڑی۔

مونیکا نے اتنی ہی پی تھی کہ طوفانی رقص کے لئے جسم میں توانائی آجائے۔ عمران کو بھی ترغیب دیتی رہی تھی۔ پھر تیز موسیقی شروع ہوئی تھی۔ ابتدا ہی سے اٹھان میں تیزی تھی۔ طوفانی رقص شروع ہوا۔ عمران تھوڑی دیر تک انہی لوگوں کے سے انداز میں رقص کرتا رہا تھا۔ لیکن پھر اسے اندازہ ہوا کہ اس کے یہ نئے موشن موسیقی کی حدود سے باہر نہیں جا رہے۔ لہٰذا وہ تو اپنے ہی طور پر ناچتی رہی لیکن عمران نے وہ بھنگڑا ڈالا کہ دوسرے ناچنا چھوڑ کر اس

جوڑے کے گرد دائرہ بنا کر کھڑے ہوگئے۔ پھر کیا تھا۔ کئی مووی کیمرے چل پڑے تھے۔ سوسائٹی میگزینوں کے فوٹوگرافرز کیمرے سنبھالے ہوئے ان کے دائیں بائیں چکر لگانے لگے تھے۔ مونیکا کی باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں۔ ادھر اولیاری اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا۔ "وہ دیکھو.... ہوگئی کوئی حرکت.... آؤ چل کر دیکھیں.... اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!"

اولیویا بھی قلقاریاں مارتی ہوئی اٹھی تھی۔ ادھر عمران رنگ جما رہا تھا۔ مونیکا قہقہے لگا رہی تھی اور اپنے ہی انداز میں رقص کئے جا رہی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی کوئی یہ نہ کہہ سکا کہ دونوں کے درمیان ہم آہنگی نہیں ہے۔!"

"دیکھو.... ذرا دیکھو....!" اولیاری پرجوش لہجے میں بولا۔ "کتنے کیمرے چل رہے ہیں۔ رقص کے اختتام پر ہمارا ناطقہ بند ہوجائے گا۔ پریس والے گھیر لیں گے۔ اور جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ یہ لوبو یعنی فوناٹا کا پٹھا میرا مہمان ہے تو پھر.... پھر.... بس صبح کے اخبارات دیکھ لینا۔!"

"واقعی ہم یہاں گھر جائیں گے۔!" اولیویا بولی۔ "رقص ختم ہوتے ہی کسی طرح نکل چلو۔!"

"واہ.... اتنا شاندار موقع ہاتھ آیا ہے.... پبلسٹی کا.... اسے کس طرح ضائع کر سکتا ہوں۔ اگر کوئی گروپ فوٹو بھی ہوگیا تو مزہ آجائے گا۔!"

"لیکن سنو....!" اولیویا آہستہ سے بولی۔ "وہ حقیقتاً لوبو فوناٹا نہیں ہے۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو.... اسے دیکھنا میرا کام ہے۔!"

بہرحال اولیاری کا خیال حرف بحرف درست ثابت ہوا تھا۔ وہ چاروں گھیر لئے گئے تھے۔ اب اولیاری کی اپنی حیثیت بھی اس واقعے کی اہمیت بڑھا رہی تھی ان کے کئی گروپ فوٹو بھی لئے گئے۔ اس ساری کارروائی میں پون گھنٹہ صرف ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ وہاں نہیں رکے تھے۔ مونیکا کی بھوک چمک اٹھی تھی۔ کھانا تو گھر ہی پر تھا۔ مرسیانو میں نہیں کھانا تھا۔ اولیویا اپنے ہاتھ سے پکا کر ہی کھلانے کی شائق تھی۔ مہمانوں کو ہوٹلوں کے حوالے نہیں کرتی تھی۔

کھانے کی میز تک پہنچتے پہنچتے مونیکا اور عمران خاصے بے تکلف ہوچکے تھے۔ لیکن مونیکا پہلے کی نسبت کسی قدر سست پڑگئی تھی۔ ویسے اس کا ذہن بھی شائد کسی اور ہی طرف بھٹک رہا تھا۔ گفتگو کرتے وقت آنکھوں میں خالی الذہنی کی سی کیفیت نظر آئی تھی۔

"تم تو اس وقت کچھ زیادہ ہی کھاؤ گے....!" اولیویا عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔

"کیسے کھاؤں گا.... یہ تو خاموش ہی ہوگئی ہیں۔!" عمران مونیکا کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اوہ نہیں....!" وہ چونک کر ہنس پڑی تھی۔

"اچھا.... اچھا.... تو پھر کھالوں گا.... الاکارتا پلیز....!"

اولیویا نے کہا۔ "پہلے سے بتانے کا دستور نہیں ہے ہمارے خاندان میں......کھاتے جانا اور دیکھتے جانا کہ کیا کھا رہے ہو۔!"

"یہ بھی ٹھیک ہے....!"

"شاید وہ سب ہی تھکے ہوئے تھے۔ اس لئے ٹیبل ٹاک قسم کی کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ مونیکا تو مسلسل کوئی غیر متعلق ہی بات سوچے جا رہی تھی۔ خود اولیویا بار بار اسے حیرت سے دیکھنے لگتی تھی۔ کھانے کے بعد اس نے معذرت طلب کی تھی اور رخصت ہوگئی تھی۔ دونوں میاں بیوی اس کے اس رویے پر متحیر تھے۔

"ارے کیا تم نے کچھ کہہ دیا تھا....؟" اولیاری نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں.... مجھے خود بھی حیرت ہے کہ چہکتے چہکتے ایک دم بند کیسے ہوگئی۔!"

"بہرحال....!" اولیاری طویل سانس لے کر بولا۔ "یہ ملاقات رائیگاں نہیں ہے۔!"

اولیویا اٹھ گئی تھی۔ وہ دونوں لاؤنج میں آبیٹھے کافی کا انتظار تھا۔

"تمہارا خیال غلط نہیں ہوتا پیارے....!" اولیاری طویل سانس لے کر بولا۔

"کس سلسلے میں....!"

"مونیکا کے بارے میں.... وہ گھر پر میری دیکھ بھال کر رہی ہے۔ اولیویا سے معلوم ہوا ہے کہ وہ خود ہی ایسے سوالات کرتی ہے جن کے جواب میری مصروفیات یا میری دشواری پر روشنی ڈال سکیں۔ لہٰذا اولیویا اسے سنیٹر قصاب زاوے والی الجھن سے آگاہ کرچکی ہے۔!"

"فکر نہ کرو.... یہ کیس اب میرے پاس ہے....!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "اس سلسلے میں اولیویا کو مزید بور کرنے کی ضرورت نہیں۔!"

"آخر یک بیک مونیکا کو ہو کیا گیا تھا.... ہر حال میں چہکتے رہنے والا ٹائپ ہے۔!"

"ہوسکتا ہے صرف میرے بارے میں سوچتی رہی ہو۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"آخر مجھے بھی تو ترغیب دیتی رہی تھی۔!"

"کیا مطلب....؟"

"یہی کہ شکار میں کیا رکھا ہے۔ کوئی دوسرا پیشہ کیوں نہ اختیار کروں۔ جو خطر پسند طبیعت کے لئے سازگار ہونے کے ساتھ ساتھ منفعت بخش بھی ہو۔!"

"ارے.... اس حد تک چلی گئی.... تیز دوڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔!"

ٹھیک اسی وقت اولیویا لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے ملازم کافی کی ٹرالی لایا تھا۔

"یہ دیکھو.. یہ ایک فون نمبر ہے۔!" وہ اولیاری کیطرف کاغذ کا ایک ٹکڑا بڑھاتی ہوئی بولی۔

"ابھی ابھی کسی نے فون پر کہا تھا ڈیوک آف ڈھمپ سے کہو کہ اس نمبر پر رابطہ قائم کرے۔!"

"ڈیوک آف ڈھمپ....؟" اولیاری کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران فون نمبر اس کے ہاتھ سے جھپٹتا ہوا بولا۔ "میری کال ہے۔!"

"تم ڈیوک آف ڈھمپ....؟"

"اوہ.... کیا تم بھول گئے.... ڈچز آف ونڈل میر مجھے یہی تو کہتی تھی۔!"

"آہا.... آہا.... یاد آیا.... لیکن یہاں کون تمہیں اس نام سے جانتا ہے۔!"

"یہی تو دیکھنا ہے چیک کرو کہ یہ فون نمبر کس کا ہے۔!"

"ابھی لو....!" اولیاری اٹھ کر لاؤنج میں نکل گیا.... اولیویا خاموشی سے ان کی گفتگو سنتی رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد بولی۔ "تو تم ڈیوک آف ڈھمپ بھی رہ چکے ہو۔!"

"ابھی بھی ہوں....!" عمران فخریہ لہجے میں بولا۔

"یہ ڈھمپ کیا چیز ہے....؟"

"قبیلہ بھی ہے.... اور وہ علاقہ بھی اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے جہاں یہ قبیلہ آباد ہے۔ ہمالیہ کی ترائی میں یہ جگہ واقع ہے۔!"

"تم سچ مچ عجیب ہو....!"

"قطعی نہیں.... اولیاری جیسے عقل مندوں نے میری عزت بڑھائی ہے۔ ورنہ میں کس قابل ہوں۔!"

"مونیکا سے کیا باتیں ہوئی تھیں....!"

"بس یہی کہ اگر وہ پرسکون زندگی گزارنا چاہتی ہے تو پولٹری فارمنگ شروع کردے۔!"

"یہ کہا تھا تم نے.... بھک سے اڑ گئی ہوگی.... اسے مرغیوں سے سخت نفرت ہے۔!"

"پلیٹ میں رکھی ہوئی سے بھی....؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں.... وہ کھاتی بھی نہیں ہے۔!"

"تب پھر اس کا مستقبل بھی مجھے تاریک نظر آتا ہے۔!"

اتنے میں اولیاری آگیا اور عمران کو عجیب نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "حیرت ہے کہ وہاں سے تمہیں کون کال کر سکتا ہے۔ یا پھر میں یہ سمجھ لوں کہ...." وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اولیویا نے ان کے لئے کافی انڈیلی تھی اور معذرت طلب کر کے وہاں سے چلی گئی تھی۔ شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ اولیاری اس کی موجودگی میں کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

"اب بتاؤ....!" عمران بولا۔

"ولاڈیا جینز سے آئی تھی وہ کال....!"

"کوئی خاص اہمیت ہے اس عمارت کی۔!"

"تم نہیں جانتے۔!"

عمران نے سر کو منفی جنبش دی۔

"ہپیوں کا پڑاؤ ہے.... ایک طرح کی سرائے سمجھ لو.... بالکل "دیو جانس کلبی" کے اس چوبی مکان کا نقشہ ہے جسے وہ اپنے کاندھے پر اٹھائے پھرتا تھا۔ ایک لمبی چوڑی چار دیواری ہے جس پر کوئی چھت نہیں۔ کھلے آسمان کے نیچے وہ سب پڑے رہتے ہیں۔!"

"تو کوئی مالک ہوگا اس سرائے کا....!"

"ہے کیوں نہیں.... وہاں کے عملے نے اپنے لئے خیمے لگا رکھے ہیں۔!"

"اچھی بات ہے میں کہیں اور سے فون کروں گا.... تمہارا فون استعمال نہیں کروں گا۔!"

"تمہاری مرضی.... لیکن....!" اولیاری اسے مشکوک نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "سچ سچ بتاؤ.... تم یہاں کیوں آئے ہو کہیں سچ مچ تو کوئی بزنس آپریٹ نہیں کر رہے۔!"

"منشیات کا....؟" عمران نے آنکھیں نکال کر سوال کیا۔

"پھر کیا سوچوں ایسی صورت میں.... اور وہ دونوں قیدی....!"

"جہنم میں جائیں.... جو چاہو ان کا حشر کرو.... مجھے کوئی دلچسپی نہیں.... بلکہ میرا مشورہ

تو یہی ہے کہ ان کے ذریعے ان کے دوسرے ساتھیوں کو بھی پکڑ کر بند کرا دو.... اور اس واقعہ کی خوب پبلسٹی کراؤ.... یہی مناسب ہے۔ ورنہ جب تم ہی مجھ پر شبہ کر رہے ہو تو پھر وہ آنریبل قصاب زادہ تو پتہ نہیں کیا سمجھے گا۔!"

"کیا سمجھے گا....!"

"یہی کہ تم دوسرے اسمگلروں کی پشت پناہی کر رہے ہو۔ جن کا سربراہ شاید میں ہوں۔!"

"معاملہ الجھتا جا رہا ہے۔!"

عمران کچھ کہنے والا تھا کہ اولیویا نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

"آجاؤ.... آجاؤ....!" اولیاری جلدی سے بولا۔ "کوئی خاص بات نہیں ہے۔!"

"ٹھیک یاد آیا....!" وہ اندر آکر بولی۔ "فون کرنے والے نے کہا تھا کہ کال کرتے وقت ڈیوک آف ڈھمپ کا حوالہ ضرور دیا جائے۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ایسی کوئی ہدایت ضرور ہونی چاہئے۔!" عمران نے کہا۔ اس پر اولیاری پھر چونکا تھا۔ لیکن عمران کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ دیکھ کر پھر سنبھل گیا۔

عمران نے باہر نکل کر تنہا بازار کی راہ لی تھی۔ ایک ڈرگ اسٹور میں کال کا ٹوورسٹ کوپن دے کر ولاڈیا جینز کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ڈیوک آف ڈھمپ....!"

"اوہ.... انتظار فرمایئے جناب.... میں اطلاع بھجواتا ہوں۔!"

"شکریہ....!"

"یہ ڈھمپ کہاں ہوتا ہے جناب....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تم کون ہو....؟" عمران نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"میں ولاڈیا جینز کا ٹیلی فون آپریٹر ہوں جناب۔ دراصل کھوجی طبیعت پائی ہے۔ میری دانست میں جہاں ڈیوک پائے جاتے ہیں وہاں ڈھمپ نام کی کوئی جگہ نہیں ہے.... معاف کیجئے گا۔!"

"میں نے کبھی کسی ٹیلی فون آپریٹر کو بکواس کرتے نہیں سنا....!"

دوسری طرف سے دبی دبی سی ہنسی کی آواز آئی تھی اور پھر کہا گیا تھا۔ "وہ آگئے ہیں جنہیں

آپ سے گفتگو کرنی ہے۔ ویسے عرض کر دوں کہ میں ولاڈیا جینز کا ٹیلی فون آپریٹر ہوں اس لئے مجھے ذرہ بھی پرواہ نہیں ہے کہ لوگ میرے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔!"

"بکواس بند کرو.... اور اسے گفتگو کرنے دو....!" عمران غرایا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں جیمسن کی آواز سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔ جیمسن اردو میں کہہ رہا تھا۔ "یور میجسٹی میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔!"

"تو پھر کیا یہ تمہاری روح بول رہی ہے.... مردود.... کیا تم نے میرا تعاقب کیا تھا۔!"

"عالی جناب! لیکن اس وقت نہ آپ مجھے پہچان سکیں گے اور نہ اس کلوٹے کو.... بہر حال مجھے بے حد تشویش ہو گئی تھی جب آپ شلواروں کے پھندے میں پھنس کر پولیس اسٹیشن پہنچے تھے۔ لیکن جب آج شام کو پولیس آفیسر کے گھر سے آپ کو بصد کروفر برآمد ہوتے دیکھا تو جان میں جان آئی۔"

"سوال تو یہ ہے کہ تم میرے پیچھے آئے ہی کیوں....؟"

"یہی اطلاع دینے کے لئے کہ اسی کلوٹے کی طرح اب یہ مور چھل بھی آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"کیا اسی کباڑ خانے میں مقیم ہو....!"

"جی ہاں.... فنڈز زیادہ نہیں تھے۔ اس خبیث کو بھی ایک آدھ بوتل اپنی ہی جیب سے پلانی پڑ رہی ہے۔!"

"ویسے تم نے ابھی تک میرے پہلے سوال کا جواب سنجیدگی سے نہیں دیا۔!"

"دیکھئے.... قصہ دراصل یہ ہے کہ کلوٹا مطمئن نہیں تھا۔ بار بار کہتا تھا کہ کہیں باس پر پیچھے سے حملہ نہ ہو جائے۔ لہٰذا میں اس بار ان کا کہنا نہیں مانوں گا۔ ہم کیوں نہ تعاقب کریں۔!"

"اور وہ دونوں کہاں ہیں....؟"

"غالباً اب وہ بھی آپ ہی کی تلاش میں ہوں گے۔!"

"خیر.... خیر.... اب آہی گئے ہو تو فی الحال اسی کباڑ خانے میں پڑے رہو۔ فنڈز بھی تم تک پہنچ جائیں گے۔ غالباً پہنچ ہی گئے۔ لیکن وہ کلوٹا۔!"

"اس کا میک اپ دیکھ کر آپ دنگ رہ جائیں گے۔!" پچھلے دنوں میں نے آپ سے بہت کچھ

سیکھا ہے۔!" وہ بھی ہپی ہی ہے.... سفید بالوں والا.... دوسرے اس کا بہت احترام کرتے ہیں۔ گروگرو کہتے ہیں کیونکہ وہ ان سے فلسفیانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے۔!"

"ٹھیک ہے.... کیا اسی نمبر پر تم سے رابطہ قائم کیا جاسکے گا۔!"

"یقیناً یور میجسٹی....!"

"اچھا شب بخیر.... لیکن.... نہیں ٹھہرو.... سنو.... ذرا اس ٹیلی فون آپریٹر پر نظر رکھنا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

عمران نے ریسیور رکھ کر کاؤنٹر کلرک کا شکریہ ادا کیا اور ڈرگ اسٹور سے باہر نکل آیا۔

جیمسن نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ آپریٹر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کلائی پر زور صرف کرتا ہوا بولا۔ "یہ ڈھمپ کہاں ہے۔!"

"کیوں....؟"

"اپنی معلومات میں اضافے کے لئے پوچھ رہا ہوں....!"

"اس پر جھلا کر جیمسن نے ڈھمپ کا ایسا محل وقوع بتایا تھا کہ اگر سچ ہوتا تو خود اس کا انتقال پر ملال بہ حالت کسمپرسی ہو چکا تھا۔ آپریٹر ہنس پڑا تھا وہ خود بھی اس کے قبیلے کا معلوم ہوتا تھا۔ ولاڈیاجینز کے عملے میں ایک بھی غیر ہپی فرد نہیں تھا۔

"جس عظیم ہستی کے نام پر تم نے یہ جگہ بنائی ہے کم از کم اس کا احترام تو ملحوظ رکھو....!" جیمسن اسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب....!"

"ڈیاجینز اپنے کام سے کام رکھنے کا قائل تھا۔ اسے قطعی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔!"

"تم کیا سمجھتے ہو....!" آپریٹر بھنا کر بولا۔ "ڈیاجینز جاہل تو نہیں تھا، عالم تھا۔ میں بھی اپنے علم میں اضافے کے لئے ڈھمپ....!"

"ہمالیہ کا نام سنا ہے کبھی....!"

"ہاں.... سب کانٹی نینٹ انڈوپاک کا ایک پہاڑی سلسلہ ہے۔!"

"وہیں پایا جاتا ہے.... ڈھمپ قبیلہ اور علاقہ بھی ڈھمپ ہی کہلاتا ہے۔!"

"وہاں ڈیوک نہیں ہوتے۔!"

"ہوتے تھے میری جان جب اس پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہاری ڈاڑھی گھونگھریالی کر سکتا ہوں۔ ڈھمپ خاندان کے نسخے سے۔"

"مجھے نہیں چاہئے۔!" آپریٹر نے بیزاری سے کہا۔ "یوں بھی کیا بُری ہے۔!"

"اچھا یہ لو.... تحفۂ درویش....!" جیمسن نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

"شکریہ....! ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد پیئوں گا۔!" اس نے سگریٹ لیتے ہوئے کہا۔ "ویسے تم نے اسے کس نمبر پر رنگ کیا تھا....؟"

"کیا یہ ضروری ہے کہ نمبر تمہیں بتایا جائے۔!"

"نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ.... وہ بھی بگڑ گیا تھا.... یہ پوچھنے پر کہ ڈھمپ کہاں واقع ہے۔!"

"اوہو.... تو کیا تم نے اس سے بھی پوچھ لیا تھا....!"

"کیوں نہ پوچھتا.... علم حاصل کرو خواہ کسی طرح بھی ممکن ہو....!"

"میں تمہیں نمبر نہیں بتاؤں گا۔ ورنہ تم اسے اس حد تک بور کرو گے کہ وہ تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہوگا اور پھر یا خود مر جائے گا یا تمہیں مار ڈالے گا۔!"

"کیوں.... کیوں....!"

"وہ ڈیاجینز نہیں براوٹس ہے....!"

"چلو بھاگو.... دماغ نہ چاٹو میرا....!" وہ بیزاری سے ہاتھ ہلا کر بولا۔

جیمسن نے دانت نکالے تھے اور وہاں سے چل پڑا تھا۔ اپنے ڈیرے پر پہنچا تو جوزف کو بدستور حلقہ جمائے پایا۔ کئی مرد اور عورتیں اس کے سامنے نیم دائرے کی شکل میں بیٹھے ہوئے بڑے غور سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ یہ سب انگریزی بولنے والے اور سمجھنے والے سفید فام لوگ تھے۔ جوزف کہہ رہا تھا "آسودہ حال لوگ ناآسودہ لوگوں کو ہمیشہ بے وقوف بناتے چلے آرہے ہیں۔ پہلے انہوں نے ناآسودہ لوگوں میں علم کی روشنی پھیلائی کہ وہ مہذب ہو جائیں اور ان کے مزید دولت مند بننے میں حارج نہ ہو سکیں۔ قناعت کا سبق پڑھاتے رہے۔ لیکن علم ذہن کی کوئی

ایک ہی کھڑکی تو نہیں کھولتا بلکہ سارے دریچے کھول دیتا ہے۔ علم نے ناآسودہ لوگوں کو قناعت تو سکھائی لیکن انہیں یہ بھی سمجھا دیا کہ ان کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ بس پھر کیا تھا طرح طرح کی تحریکیں سر ابھارنے لگیں۔ پھر آسودہ حال لوگوں نے یہ کیا کہ اپنی قیمتی شرابیں محفوظ رکھنے کے لئے تمہیں دھوئیں اور چنگاری کی راہ پر ڈال دیا۔ سن رہے ہو سفید فام سوؤرو.....!"

"ہم سن رہے ہیں گرو.....!" ایک عورت ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"لیکن کیا ہوتا ہے صرف تمہارے سننے سے۔ وہ تو نہیں سن رہے جنہوں نے تمہیں اس حال کو پہنچایا ہے۔ وہ بڑے بے غیرت اور ڈھیٹ ہیں۔ اگر میں ان میں سے کسی ایک کا گریبان پکڑ کر یہی سب کچھ کہنا شروع کردوں تو وہ بے حد محظوظ ہو کر بڑی ڈھٹائی سے کہے گا تم ایک باصلاحیت اداکار اور صداکار معلوم ہوتے ہو۔ اگر ہالی ووڈ میں اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑنا چاہتے ہو تو میں ایک سفارشی خط لکھے دیتا ہوں۔"

"سچ ہے گرو..... سچ ہے.....!" وہ سب بیک زبان ہو کر بولے۔

"لیکن گرو... اسرائیل کا مسئلہ کیسے حل ہو...؟" جیمسن ایک عورت کے قریب بیٹھتا ہوا بولا۔

"ارے بس کیا بتاؤں.....!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "خود پیدا کئے ہوئے مسائل کا کوئی حل نہیں ہوتا۔ پوچھو ان حرام زادوں سے کہ انہوں نے جرمنی سے نکالے ہوئے یہودیوں کو کینیڈا یا آسٹریلیا میں کیوں نہیں بسایا تھا۔ وہاں کی آبادیاں کم تھیں اور زرخیز زمینیں لامحدود..... آخر انہیں فلسطین کے ریگستانوں میں کیوں ٹھونسنے کی کوشش کر ڈالی۔!"

"ہاں گرو..... یہ سوچنے کی بات ہے.....!" جیمسن کے قریب بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔

"تمہاری آواز بڑی رسیلی ہے۔!" جیمسن آہستہ سے اس کے کان میں بولا۔ "کیا تم لوگوں نے اپنی اپنی سگرٹیں گرو کے پاس جمع کرادی ہیں.....!"

"ہاں..... کریمی چکن.....!" اس نے جیمسن کے گال میں چٹکی لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جیمسن نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ڈاڑھی مصنوعی تھی نا..... پھر اس نے آگے جھک کر ان سبھوں سے کہا۔ "اب تم لوگ جاؤ..... آدھے گھنٹے بعد اپنی سگرٹیں واپس لے جانا۔ گرو ان کو نشہ آور کردیں گے۔ لیکن ایک بار پھر بتادوں کہ یہ بات تم آٹھ افراد کے حلقے سے باہر نہ نکلنے پائے ورنہ گرو حیرت انگیز طور پر غائب ہو جائیں گے اور تم جیسے بھیک منگے ایڑیاں رگڑنے پر مجبور ہوں گے۔!"

"ہرگز نہیں...!" سب یک زبان ہو کر بولے۔ "گرو کا راز ہمارے سینوں میں دفن رہے گا۔!"

"صرف اسے بھیج دینا..... سگرٹوں کی واپسی کے لئے.....!" جیمسن نے قریب بیٹھی ہوئی عورت کا بازو پکڑ کر کہا اور وہ سب اس سے متفق ہو کر چلے گئے۔

"یہ تم نے کیا حماقتیں پھیلائی ہیں.....!" جوزف غصیلے لہجے میں بولا۔

"صرف اس عورت کی خاطر..... اگر راہ پر آگئی تو مسلمان کر کے نکاح کرلوں گا۔!"

"ٹم سالا.....!" جوزف مکا تان کر اردو میں بولا۔ "کرسچین کو مسلمان کرے گا۔!"

"اچھا..... اچھا..... سول میرج کرلوں گا.....!"

"نہیں کرنے ڈیگا.....!"

"آخر باس نے تمہیں چرس کا ایکسریکٹ کیوں دے دیا۔!"

"خاموشی سے پار کردیا تھا..... وہ اسے ضائع کردینے والے تھے۔!"

"بہت بُرا کیا ٹم نے چوٹیٹے..... یہ بتاؤ ان سے بات ہوا.....!"

"سخت ناراض ہیں..... لیکن سنو..... یہاں بھی کوئی چکر ہی معلوم ہوتا ہے جس پولیس آفیسر نے انہیں پکڑا تھا اسی کے مہمان ہیں اور آج تو انہوں نے مرسیانو میں وہ دھماچوکڑی مچائی تھی کہ..... صبح کے اخبارات دیکھ لینا.....!"

"کیا بات تھی.....؟"

جیمسن نے اسے رقص والے معرکے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ "کئی مووی کیمرے چل رہے تھے۔ میں ہوتا تو اپنا رنگی ٹمبا جمانے کی کوشش کرتا۔!"

"چلو یہ سگرٹیں سنبھالو..... ٹیکسی آرہی ہوگی۔!"

"اے میں قربان.....!" جیمسن لچک کر اردو میں بولا۔ "نام یاد ہوگیا ہے کلوٹے پیر کو.....!"

"میں لوگوں کے نام نہیں بھولا کرتا۔ لاؤ نکالو میری بوتل کہاں ہے۔!"

"میری بوتل آجائے تو نکال لوں تمہاری.....!"

"دیکھو عورتوں سے میل جول ٹھیک نہیں.....!"

"عورت میری شراب ہے..... اس لئے شٹ اپ..... عورت کے معاملے میں پاکیزہ رہنا نہیں چاہتا..... اس لئے بالکل شٹ اپ.....!"

"باس کو معلوم ہوا تو.....!"

"میں کہتا ہوں شٹ اپ.... نکالو سگرٹیں۔!"

جوزف نے اسے کئی پیکٹ نکال کر دیئے تھے جن پر مالکوں کے نام لکھے ہوئے تھے اور جیمسن جلدی جلدی سگرٹوں پر چرس کے محلول کی لکیریں کھینچنے لگا تھا۔

"وہ آرہی ہے.....!" جوزف تھوڑی دیر بعد بولا۔

"آنے دو.... میرا کام ہو گیا.....!"

پیکسی اٹھلاتی ہوئی آئی تھی اور جیمسن کے سامنے کھڑی ہو کر ٹھمکنے لگی تھی۔

"یہ لو.... تمہارا کام ہو گیا.....!" جیمسن نے پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"میں انہیں پہنچا کر آتی ہوں۔ تم ادھر جھاڑیوں کے قریب ملنا.....!"

جیمسن کچھ نہ بولا۔ وہ چلی گئی تو اس نے جوزف سے کہا۔ "میرے تھیلے سے نکال لینا بوتل۔!"

"تو تم باز نہیں آؤ گے.....!" جوزف بھنا کر بولا۔

"کھا تھوڑا ہی جاؤں گا اسے.... بس ذرا سی چھیڑ چھاڑ۔!" جیمسن نے کہا اور بتائی ہوئی جھاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن جیسے ہی وہاں پہنچا تھا کسی نے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور دبوچ کر بیٹھ گیا تھا۔

"بتاؤ.... ڈھمپ کہاں ہے.....!" تیز قسم کی سرگوشی اس کے کانوں میں گونجی تھی۔

"بتاتا ہوں.... الگ ہٹ کر بیٹھو.... یہ کیا بیہودگی ہے۔!"

آپریٹر اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔

"بتاؤ کہاں ہے ڈھمپ.....!" کہہ کر جیمسن نے ایک زوردار مکا اس کے جبڑے پر رسید کیا تھا۔

"ارے.... ارے.....؟" وہ لڑکھڑاتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"اٹھو تو پھر بتاؤں.....!"

"نہیں پیارے بھائی.... مار پیٹ مناسب نہیں.... اچھا مجھے اس سے ملوا ہی دو۔ میں نے آج تک کوئی ڈیوک نہیں دیکھا۔!"

"مجھے دیکھ لو.... میں بھی ڈیوک آف جھانگھم ہوں.....!"

"جھانگھم کہاں ہے پیارے بھائی.....!"

"اسکاٹ لینڈ میں.... اور میں نے نروان کی تلاش میں عیش و عشرت چھوڑا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کسی ڈیوک کو فون کرنے کی جرأت کیسے کرتا۔!"

"اچھا مجھے اس سے بھی ملوا دو.....!"

"کل شام کو.... وعدہ.... اب چپ چاپ یہاں سے کھسک جاؤ میری سارنگی آرہی ہو گی۔!"

"سارنگی کیا ہوتی ہے.....؟"

"ہوتی ہے.... بے حد سریلی.....!"

"میں بھی دیکھوں گا.....!"

"ارے خدا غارت کرے.... تم آدمی ہو کہ بھوت.....!"

اتنے میں قریب ہی سے آواز آئی۔ "جمن.... جمن تم کہاں ہو۔!"

"اچھا اچھا.... تو یہ سارنگی.....!" آپریٹر کھی کھی کرتا ہوا بولا۔ "میں چلا اپنا وعدہ یاد رکھنا.....!"

"دفع ہو جاؤ.... میں یاد رکھوں گا۔!" جیمسن نے کہا اور آپریٹر دوڑتا ہوا جھاڑیوں سے نکل گیا۔

"اور کون ہے.....؟" پیکسی کی آواز آئی۔

"جمن کا باپ.....!" قریب ہی سے دوسری آواز سنائی دی اور جیمسن اچھل پڑا۔

"ارے باپ رے۔!" جیمسن اردو میں بڑبڑایا۔ "آپ کہاں سے ٹپک پڑے۔!"

"نہیں نہیں.... بجاؤ سارنگی.... میں بھی سنوں گا.....!" عمران بولا۔

"کون ہے جمن.... اور کون ہے۔!" آواز پھر آئی۔

"تم آجاؤ.....!" عمران نے کہا۔ "جمن کی ڈاڑھ میں درد ہو گیا ہے.....!"

جھاڑیاں سرسرائیں اور وہ اندر آ گئی۔

"ڈاڑھ میں درد ہے.....!" اس نے کہا۔ "میں لوشن لے آؤں۔!"

"لوشن تو اس کے پاس بھی ہے.....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن اس کی ڈاڑھ تک نہیں پہنچ سکتا۔!" پھر جیمسن سے بولا تھا۔ "اے....! اسے روشنی میں لے چل.... میں بھی دیکھوں گا۔!"

"آپ روشنی میں نہ جایئے گا.... لوگ شبہ کریں گے۔!"

"اچھاجی.... تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ یہاں شریفوں کی سی وضع میں آیا ہوں۔!"

"تو پھر....؟"

"میں بھی تمہاری ہی طرح مور چھل بنا ہوا ہوں....!"

"تب تو ٹھیک ہے.... زندہ باد....!"

"کیا میں چلی جاؤں....!" پیکسی بھنا کر بولی۔

"چلی جاؤ....!" عمران نے اسی کے سے لہجے میں کہا۔

"یور میجسٹی.... پلیز....!"

"یہ کون ہے....؟" جھاڑیوں کے باہر سے پیکسی کی غصیلی آواز آئی۔

"میں اس کا باپ ہوں.... تم بھاگو یہاں سے....!"

اس نے اس کے باپ کو ایک گندی سی گالی دی تھی اور وہاں سے چلی گئی تھی۔ جیمسن کو ہنسی آگئی تھی۔!

"دانت بند کرو.... اور مجھے بتاؤ کہ جوزف نے یہ کیا ڈھونگ پھیلا رکھا ہے۔!"

"جو کچھ میں نے کہا تھا وہی کر رہا ہے۔!"

دفعتاً ہوا کے جھونکے کے ساتھ بہت سے لوگوں کے گانے کی آواز آئی تھی۔

"ریم بھیجو.... گواوند بھیجو....!"

"اوہو.... کیرتن ہو رہا ہے....!" عمران بولا۔

"کیرتن کیا....؟"

"مغربی سادھو.... رام بھیجو گوند بھجو.... کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔!"

"اوہ.... واقعی بڑے پیارے لگتے ہیں یہ لوگ بھجن گاتے ہوئے۔!"

"اچھا بس....! اب اپنے اڈے کی طرف تشریف لے چلئے....!" عمران نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "مجھے سونا بھی ہے۔!"

"آپ سوئیں گے.... یہاں کھلے آسمان کے نیچے....؟"

"سب چلتا ہے.... میرے پاس شب خوابی کا تھیلا بھی ہے۔ اس لئے شائد مجھے زیادہ سردی نہ محسوس ہو۔!"

"ہم تو اکڑے جا رہے ہیں.... اس کلوٹے کو شراب گرم رکھتی ہے۔ لیکن میرے لئے کسی قسم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔!"

"انتظام تو کر لیا تھا تم نے.... لیکن عین وقت پر تمہارا باپ پہنچ گیا۔ اتنے جھاپڑ رسید کروں گا کہ تمہاری شکل بھی نہ پہچانی جا سکے گی۔!"

جیمسن اور عمران جھاڑیوں سے نکل کر جوزف کی طرف روانہ ہوئے ہی تھے کہ ایک تاریک سایہ جھاڑیوں کی اوٹ سے نکل کر ان کی طرف چل پڑا۔ جیمسن اس سے قطعی بے خبر معلوم ہوتا تھا لیکن عمران غافل نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے اسے پہلے ہی سے علم رہا ہو۔ سایہ انکا تعاقب کرتا رہا۔!

"کیا پھر کوئی چکر ہے.... یور میجسٹی....!" جیمسن بولا۔

"خاموشی سے چلتے رہو....!" عمران کا جواب تھا۔

وہ جوزف تک آ پہنچے جو بھڑکتے ہوئے الاؤ کے قریب بیٹھا جھوم رہا تھا۔ اس نے نیم وا آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر جھومنے لگا۔

"پہچانو تو کون ہے....!" جیمسن نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا کروں گا پہچان کر.... صورتیں بدلی ہوئی ہیں لیکن سب ایک جیسے ہیں۔!" اس نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

"ہائیں تو فلسفہ چھانٹنے لگا ہے۔!" عمران نے کس قدر اونچی آواز میں کہا تھا اور جوزف نے چونک کر آنکھیں کھول دی تھیں۔

"بب.... باس....!" وہ پر مسرت لہجے میں ہکلایا۔

"ابے یہ کیا حلیہ بنایا ہے....!"

"جیمسن جانے.... میں تو تیار نہیں تھا باس....!"

"خیر.... لیکن میری ہی دم سے کیوں بندھے رہنا چاہتے ہو....!"

"تمہارے لئے چھٹی حس رکھتا ہوں باس.... اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"اچھا.... اچھا.... اب جھک مارتے رہو یہیں....!"

"میں نے شکوہ تو نہیں کیا باس....!"

"باس کہنا چھوڑو.... آج سے میں بھی تمہارا مرید ہوں۔!"

"نہیں تم یہاں نہیں رہ سکتے باس.... ہر گز نہیں.... تم ایسی بیہودہ زندگی کے عادی نہیں ہو۔ جمن کی اور بات ہے.... یہ تو ہے ہی کمینہ....!"

"اے زبان سنبھال کے.... ورنہ ڈاڑھی نوچ لوں گا....!"

"بکواس بند کرو.... یہ بتاؤ کہ تم نے آپریٹر کو میرا فون نمبر بتایا تھا۔!"

"نہیں.... میں نے خود ڈائیل کیا تھا....!"

"کیا وہ ڈائیل کی طرف متوجہ تھا۔!"

"ہر گز نہیں.... میں نے اسے جادوئی لکیر والی ایک سگریٹ دی تھی اور وہ اس میں لگ گیا تھا۔!"

"کیا مطلب.... کیا وہ محلول تمہارے پاس ہے....!"

"یس سر....!"

"اس نے تمہارے سامان میں سے چرایا تھا باس....!" جوزف بولا۔

"یہ کیا حرکت تھی....؟"

"آپ اسے ضائع کر دینے والے تھے۔!"

"اس کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔!"

"لیکن میں نے ضرورت پیدا کرلی ہے۔!" جیمسن نے کہا.... اور جوزف کی اس "کرامت" کا ذکر کرنے لگا جس کی بناء پر اس کے گرد آٹھ افراد کی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی۔!

"ارے ڈبو دیا تم نے تو....!"

"کک.... کیا مطلب....!"

"ابھی بتاتا ہوں.... وہ دیکھو.... اُدھر وہ کون لیٹا ہوا ہے۔!"

"ہو گا کوئی نشے کا مارا....!" جیمسن بولا۔

"جی نہیں.... یہ جھاڑیوں کے پاس سے ہمارا تعاقب کرتا ہوا آیا ہے۔!"

"اوہ.... تو آپریٹر ہی ہو گا۔!" جیمسن نے آہستہ سے کہا۔ "یا پھر پیکسی۔!"

"نہیں.... وہ چلی گئی تھی۔!" عمران بولا۔

"تو پھر وہی مردود ہو گا۔ جان کو آ گیا ہے۔ کہتا ہے ڈھمپ کہاں ہے۔ مجھے ڈیوک سے ملاؤ.... میں نے آج تک کوئی ڈیوک نہیں دیکھا....!"

"جاؤ.... اسے یہاں بلا لاؤ....!"

جیمسن اٹھ کر اس کے قریب پہنچا۔ وہ دوسروں سے الگ تھلگ زمین پر چت پڑا شائد تارے گن رہا تھا۔

"اٹھو بیٹا....!" جیمسن اسے ہلکی سی ٹھوکر لگا کر بولا۔ "تمہاری مراد پوری ہوئی۔!"

"کک.... کیا مطلب....؟" وہ ہکلاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"میرے ساتھ چلو....!"

"چلو....!" آپریٹر ڈھٹائی سے بولا۔

وہ اسے جوزف کے قریب لا کر بولا۔ "گرو کو ڈنڈوت کرو....!"

"یہ کیسے ہوتی ہے....؟"

"دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے پر رکھو اور جھک جاؤ.... مگر میرا گرو گانجہ نہیں پیتا....!"

"پھر کیا پیتا ہے....؟"

"شراب....!"

"اوہ.... اتنا دولت مند ہے۔!"

"ڈیوک آف ڈھمپ کا بھی گرو ہے اور ڈیوک آف جھانگھم شائر کا بھی۔!"

"اچھا.... اچھا....!" آپریٹر نے بوکھلا کر بتائے ہوئے طریقے سے جوزف کو سلام کیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ....!" جوزف سلام لے کر غرایا۔

"تم ڈیوک آف ڈھمپ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔!" عمران بولا اور آپریٹر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں نے آج تک کوئی ڈیوک نہیں دیکھا۔!"

"اچھا تو دیکھو مجھے.... میں ڈیوک آف ڈھمپ ہوں۔!"

"آہا.... معاف کیجئے گا.... میرے آداب قبول فرمایئے.... مائی لارڈ....!" وہ ٹوٹی پوٹی انگلش میں بولا تھا۔

"ہم نروان کی تلاش میں نکلے ہیں اس لئے مائی لارڈ مت کہو اچھے آدمی۔ ہم اپنا سب کچھ بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔!"

"لل.... لیکن.... شراب آپ کو نروان کی طرف نہیں لے جا سکتی۔ مٹی کے چمنی نما

پائپ میں گانجہ پیجئے.... چرس سے بھی نروان کا راستہ نہیں ملے گا۔!"

"یہ کب سے....؟" پہلے تو چرس ہی نروان کی طرف لے جاتی تھی۔!"

"یہ تھیوری غلط ہوگئی ہے۔ آج کل گانجہ چل رہا ہے۔ چرس سے سستا بھی ہے۔!"

"کتنے دنوں سے ایسا ہو رہا ہے۔!"

"پچھلے ایک سال سے جناب.... کم از کم ولاڈیا جینز میں گانجہ ہی چلتا ہے۔ چرس یہاں ممنوع ہے۔!"

"مگر میں تو پیتا ہوں....!" جیمسن نے اکڑ کر کہا۔

"کہیں اور سے لائے ہوگے۔ یہاں تو نہیں ملتی۔!"

"اس ولا کا مالک کون ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"ایک خاتون جناب.... کیا آپ ان سے ملیں گے۔!"

"ضرور... ضرور... میں ان سے کہونگا کہ گانجہ گندی چیز ہے۔ پھر سے چرس رائج کریں۔!"

"کیا آپ چرستان سے متاثر ہیں جناب....!"

"بالکل.... بالکل....!"

"ہم گانجہ دیش سے متاثر ہیں۔ یہ تو بہت برا ہوا دونوں میں ٹھنی رہی ہے۔!"

"بالکل بُرا نہیں ہوا.... تم چرستان کا بول بالا ہوتے بہت جلد دیکھ لوگے۔!"

"پلیز.... مائی لارڈ.... آہستہ بولئے.... کسی نے سن لیا تو آپ کی جان کا دشمن ہو جائے گا اور اپنے گرو سے بھی کہہ دیجئے کہ کھلم کھلا یہاں شراب نہ پئیں ورنہ سرکاری جاسوس سمجھے جائیں گے۔ پھر جو کچھ بھی حشر ہوگا آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔!"

"اگر یہ اس میں دودھ ملائیں اور فیڈر میں ڈال کر چسر چسر کریں تو۔!"

"پورا سارڈینیا ٹوٹ پڑے گا.... گرو کی زیارت کے لئے....!" آپریٹر ہنس کر بولا۔ "کیا آپ سی نورا مونی سارو سے ملنا چاہتے ہیں۔!"

"ضرور.... ضرور.... مجھے بڑا اشتیاق ہے۔!"

"آپ یہیں ٹھہریئے.... میں اجازت حاصل کر کے آتا ہوں۔!"

وہ چلا گیا اور جیمسن نے عمران سے کہا "یہ آپ کیا کر بیٹھے۔ سنا ہے بڑی خونخوار عورت ہے۔!"

"کاٹنے دوڑتی ہے؟" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"خود ہی دیکھ لیجئے گا.... اگر ملاقات کی اجازت مل گئی۔!"

"باس یہ تم کس چکر میں پڑے ہو.... تمہارا اصل کام تو ختم ہوگیا۔!" جوزف بولا۔

"اب مجھے یہاں اپنے ایک دوست کے لئے بھی کچھ کرنا ہے۔!"

"اوہو.... تو کیا وہ پولیس آفیسر....!" جیمسن بولا۔

"میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے۔!"

"تو پھر ہم یہاں کیوں پڑے ہیں....!"

"تمہارے لئے یہی جگہ مناسب رہے گی.... یا ٹھہرو.... ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے ذرا اس عورت سے مل لینے دو.... کیا نام تھا۔ مونی سارو.... یہی تھا نا....؟"

"جی ہاں.... مونی سارو.... وہ ایک خطرناک عورت ہے۔!"

"ہر عورت کسی نہ کسی طرح خطرناک ہی ہوتی ہے۔!"

"تم ٹھیک کہتے ہو باس....!" جوزف بولا۔ "میری ماں بھی میرے باپ کے لئے بے حد خطرناک تھی۔ ہر وقت جلی کٹی سناتی رہتی تھی۔!"

"شائد اسی لئے تم نے باپ بننے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔!" جیمسن نے کہا۔

اتنے میں ٹیلی فون آپریٹر واپس آگیا۔

"سی نورا.... آپ سے مل سکیں گی.... مائی لارڈ....!"

عمران اسی کے ساتھ چل پڑا تھا۔ وہ بھی اس وقت ایک ہپی ہی لگ رہا تھا۔ بڑی خوبصورتی سے میک اپ کیا تھا اور اس اول جلول حالت میں بھی شاندار لگ رہا تھا۔ مونی سارو کا خیمہ کسی فلمی عرب شیخ کا خیمہ ثابت ہوا۔ ہو سکتا ہے اسی بنیاد پر سجایا گیا ہو۔ لیکن مونی سارو۔ عمران اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ وہی مونیکا تھی جس کے ساتھ وہ رات کے پہلے پہر رقص کرتا رہا تھا۔ یہاں وہ کسی قدر خانہ بدوش اور وحشی قسم کی لگ رہی تھی۔

"تم کیوں ملنا چاہتے تھے مجھ سے.... اور کہاں کے ڈیوک ہو....؟"

عمران نے مڑ کر دیکھا.... ٹیلی فون آپریٹر جا چکا تھا۔

"ڈیوک میں کہیں کا بھی نہیں ہوں۔ میرے ساتھی مجھے یونہی چھیڑنے کے لئے ڈھمپ کا

ڈیوک کہتے ہیں۔ تمہارا آپریٹر خواہ مخواہ سر ہو گیا۔!"

"تمہیں یہاں سے کہاں فون کیا گیا تھا....!"

"یونانی یتیم خانے میں....!"

"مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو....!"

"دراصل میں ایک سروے کر رہا ہوں۔ کیا تم مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہ کہو گی۔!"

"اوہ....ہاں۔!" وہ چونک کر بولی۔ "بیٹھ جاؤ....!"

"شکریہ....!" عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ "چرس کی ناکامی اور گانجے کی مقبولیت کے اسباب کا سروے کرتا پھر رہا ہوں۔!"

"کس کی طرف سے....!" مونی سارو یا مونیکا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"اپنے باس کی طرف سے۔!"

"کون ہے تمہارا باس....؟"

"تم اسے نہیں جانتیں۔!"

"تو تم اس لئے ولاڈیا جینز میں داخل ہوئے ہو اور سیاہ فام گرو بھی تمہارے ہی ساتھیوں میں سے ہے۔!"

"ہاں سی نورا....!"

"تم سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے۔!"

"کیا سی نورا....!"

"تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے۔!"

"کسی نے اڑائی ہوگی۔ ابھی میرا مرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔!"

دوسرے ہی لمحے میز کی دراز سے ریوالور نکل آیا۔ وہ اسے خون خوار نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

"اب بتاؤ کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے۔!"

"آسمانی مشن سمجھ لو.... چرس متبرک چیز ہے۔ گانجہ ناپاک شے ہے اس لئے فتح چرس ہی کی ہوگی۔!"

"اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!"

"بازوؤں میں درد ہے سی نورا....اس لئے معافی چاہتا ہوں۔!"

عورت کے تیور اچھے نہیں تھے۔ اس نے فائر جھونک مارا.... اس کی کرسی الٹ گئی تھی۔ لیکن وہ دور کھڑا گھنی مونچھوں کی اوٹ میں مسکرا رہا تھا۔ پھر فائر ہوا۔ لیکن وہ اب بھی زندہ تھا۔ تیسرا فائر ہوا۔ خیمے کے باہر شور ہونے لگا تھا۔ چوتھا....پانچواں....چھٹا اور اور پھر مونی سارو خنجر نکال کر اس پر ٹوٹ پڑی تھی۔

"بس...بس...!" عمران جھکائی دیتا ہوا بولا۔ "کہیں اپنی کلائی نہ توڑ بیٹھنا مصری کی ڈلی....!"

"میں تجھے فنا کر دوں گی۔!" اس نے دوبارہ وار کرتے ہوئے کہا۔ اس بار عمران نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال ہی دیا تھا۔ خنجر اس کی گرفت سے نکل کر دور جا پڑا۔ عمران نے اسے بھی دھکا دے کر دور اچھال دیا تھا وہ فرش پر چت پڑی اسے کسی سحر زدہ کے سے عالم میں دیکھے جا رہی تھی۔ پھر اس نے چیخ کر ان لوگوں سے کہا تھا جو اس کے خیمے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔

"باہر ہی ٹھہرو....!"

"عقل مند معلوم ہوتی ہو....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تو نہیں جانتا کہ تو نے کتنے بڑے خطرے کو للکارا ہے۔!"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کیا کر رہا ہوں۔ جہاں پولیس آفیسر گندگیوں میں ملوث ہوں وہاں کس بات کا ڈر ہے۔ شیطان آزاد ہے وہاں۔!"

"چپ چاپ اپنی کرسی پر بیٹھو....اور میری بات غور سے سنو....!" اس نے یہی کیا تھا۔ وہ اب بھی عمران کو خون خوار نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

"کیا کاؤنٹ اولیاری بھی تمہارے بزنس میں شریک نہیں ہے۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اس سے بڑی بکواس میں نے پہلے کبھی نہ سنی ہوگی۔!" وہ زہریلے سے لہجے میں بولی۔

"اگر یہ بات نہیں ہے تو تم اس کے بنگلے میں کیوں دیکھی جاتی ہو....؟"

"یہ بھی بکواس ہے....میں اس سے کبھی نہیں ملی۔!"

"میک اپ کے معاملے میں کچی ہو مونی سارو....یا سی نوریٹا مونیکا....!"

"خدا کی پناہ.... کہیں تو سچ مچ شیطان ہی تو نہیں ہے۔!"

"ہو سکتا ہے....!"

"اب تمہارا زندہ رہنا مناسب نہیں۔ میں اپنے آدمیوں کو طلب کر رہی ہوں۔!"

"یہ کر کے بھی دیکھ لو.... یہاں لاشیں ہی لاشیں نظر آئیں گی۔!"

"تم آخر چاہتے کیا ہو....؟" وہ زچ ہو کر بولی۔

"چرس کی جگہ گانجے نے کیوں کر لی.... کیا اس میں کاؤنٹ اولیاری ہی کا ہاتھ ہے۔!"

"ہرگز نہیں.... اس کے ساتھ تو.... اسلئے رہتی ہوں کہ اس کی اسکیموں سے آگاہ رہوں۔!"

"پھر تمہاری پشت پر کون ہے....!"

"تمہارا دم نکل جائے گا نام سن کر....!"

"تجہیز و تدفین تمہارے ذمے نہ ہوگی۔ اس لئے بے فکری سے اس کا نام لے سکتی ہو۔!"

"نام نہیں جانتی.... لیکن وہ اٹلی کی کوئی بہت بڑی شخصیت ہے۔!"

"تم اس کے لئے کام کرتی ہو....!"

"اگر یہ بات نہ ہوتی تو اولیاری مجھے کبھی کا چٹ کر گیا ہوتا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ چرس نے کس طرح مار کھائی۔!"

"تم اندھے ہو شائد.... یا چرس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔!"

"جانتا نہ ہوتا تو سروے کے لئے کیوں کہتا۔!"

"انٹرپول چرس کی اسمگلنگ کے سارے ذرائع سے واقف ہو چکی ہے اور چرس زیادہ تر وہیں پکڑلی جاتی ہے جہاں سے روانہ ہوتی ہے۔!"

"یہ تو حقیقت ہے....!"

"بس تو پھر ہم گھاٹے کا سودا کیوں کریں۔ گانجہ سستا بھی ہے اور جن ذرائع سے ہم تک پہنچتا ہے ان کا علم کسی کو بھی نہیں....!"

"بات سمجھ میں آگئی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اور میرا سروے بھی مکمل ہو گیا۔ بہت بہت شکریہ.... یہی رپورٹ دے دوں گا۔!"

"کسے رپورٹ دے دو گے....؟"

"اپنے ملک کے ایک بڑے آدمی کو.... وہاں اس کا بھی پولیس کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

"اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔!"

"قطعی! پھر بہت عرصے تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہوں گا۔!"

"اچھا اگر یہاں تمہیں کام مل جائے تو....؟"

"خوش نصیبی سمجھوں گا.... اپنی....!"

"پہلے چرس کا بھوت اتارو اپنے سر سے۔!"

"اتر گیا.... اب تم اپنا کام بتاؤ....!"

"اولیاری کے یہاں ان دنوں شمال کا ایک شکاری لوبو فوناٹا مقیم ہے۔ میں اس کے بارے میں مکمل معلومات چاہتی ہوں۔!"

"میں سمجھ گیا.... غالباً تم اس آدمی کے بارے میں کہہ رہی ہو جو کچھ دیر پہلے مرسیانو میں....!"

"بس بس.... وہی وہی.... لیکن آخر تم کب سے میرے پیچھے ہو....!"

"قریباً پندرہ یوم سے۔!"

"خدا کی پناہ.... اور مجھے علم نہیں....!"

"اسے چھوڑو.... میرے دونوں آدمی فی الحال یہیں بحفاظت رہیں گے۔ چاہو تو انہیں بطور یرغمال رکھو.... جب تمہارا کام ہو جائے تو واپس کر دینا۔!"

"مجھے منظور ہے....!" وہ میز پر ہاتھ مار کر بولی۔

کاؤنٹ اولیاری عمران کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے اول درجے کا فراڈ اور موقع پرست آدمی سمجھ رہا ہو۔

"تم تو بیڑہ ہی غرق کر دو گے....!" وہ بالآخر بولا۔ "آخر ایک دم سے ولاڈیا جینز میں گھس پڑنے کی کیا ضرورت تھی....؟"

"اس لئے کہ میری فون کال وہیں سے آئی تھی۔!"

"کس کی تھی....؟"

"میرے اپنے دو آدمیوں کی جن سے پیچھا چھڑا کر تمہارے پاس بھاگ آیا تھا۔!"

”وہ کہاں تھے....؟“

”میں انہیں پورٹوفینو میں چھوڑ آیا تھا لیکن وہ مجھ سے بھی زیادہ تیز نکلے ہپیوں کے بھیس میں میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آپہنچے۔!“

”ہپیوں کے بھیس میں....!“ اولیاری اچھل پڑا۔ عمران نے اس کی آنکھوں میں خوف کی ہلکی سی جھلکیاں دیکھی تھیں۔!

”ہپیوں سے ڈرتے ہو کیا۔!“ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”نن... نہیں.... تم نے آج کا اخبار دیکھا۔ دیکھو.... پورے اخبار میں ایک ہی کہانی ہے۔!“

عمران سمجھ گیا کہ ایڈلاوا ہی کی کہانی ہوگی.... لہٰذا اس نے اخبار اٹھالیا تھا۔ سرخی تھی۔

”بالآخر اٹلی کی باطنی بلکہ شیطان حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ ایڈلاوا ہی کی کہانی تھی۔ اس کی لاش سے شروع ہوئی تھی اور نامعلوم قاتل کو سراہا گیا تھا۔ پھر ایڈلاوا کی تجربہ گاہ میں پائے جانے والے کاغذات کی مدد سے اس کے پھیلائے ہوئے جال تک پولیس کی رسائی ہوئی تھی اور پولیس اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ اٹلی میں ایک باطنی حکومت بھی موجود تھی جس کا سربراہ ایڈلاوا تھا۔ خیر اندیش اسلحہ اور پلوٹونیم کی اسمگلنگ کی کہانی تھی۔ پھر ذکر تھا افریقی ممالک کا۔ یونان کے ایک احمق طالب علم کی کہانی تھی جس نے اسٹیمر کے کپتان کو الجھا کر اسٹیمر میں دھماکہ کرایا تھا۔ طالب علم کے ایک ساتھی کا ذکر بھی تھا وہ کبھی کبھی ہپیوں کے روپ میں بھی دیکھے گئے تھے۔!“

عمران نے ادھر ادھر نظریں ڈال کر کہیں کہیں سے کچھ پڑھا اور اخبار اولیاری کو واپس کرتا ہوا بولا۔ ”اطمینان سے پڑھنے کی چیز ہے۔ کہانی دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔!“

”اور وہ احمق یونانی طالب علم....!“ اولیاری عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”بیوقوف آدمی مجھے اس طرح دیکھ رہے ہو....!“ عمران گڑبڑا گیا۔

”مکلارنس اور احمق شہزادہ یاد آگئے تھے۔!“ اولیاری نے خشک لہجے میں کہا۔

”خدا کی پناہ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ احمق یونانی طالب علم میں ہی تھا....!“

”پھر کیا سمجھوں.... تمہاری صلاحیتوں سے واقف نہ ہوتا تو اس طرف خیال جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوسکتا۔!“

”یہ اتنی بڑی باطنی حکومت اس بیچارے کے ہاتھوں تباہ ہوئی کہیں گھاس تو نہیں کھاگئے۔“

”فکر نہ کرو.... تمہارا راز میری ذات سے آگے نہیں بڑھے گا۔!“ اولیاری آنکھ مار کر بولا۔

”تم نے اٹلی پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔!“

”اچھی بات ہے.... اب تم سنو کہ میں تمہارے خلاف کیا کیا ثابت کرسکتا ہوں۔!“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

”ضرور.... ضرور.... کہو تو اولیویا کو بھی بلالوں....!“

”بلاؤ.... لیکن اگر خسارے میں رہے تو ذمہ داری مجھ پر نہ ہوگی۔!“

”کہنا کیا چاہتے ہو....!“

”تم اس بزنس میں قصاب زادے کے حریف ہو....!“

”کیا مطلب....؟“

”تمہارا اپنا بھی بزنس ہے.. قصاب زادے کے مفادات سے تمہارے مفادات کا ٹکراؤ ہوا ہے۔!“

”تم چرس تو نہیں پیتے....!“

”نہیں... گانجہ.... تم گانجے کی سرپرستی کررہے ہو.... چرس قصاب زادے کا سبجیکٹ تھا۔!“

”عمران میں گھونسہ ماروں گا۔!“

”اگر یہ بات نہیں ہے تو بتاؤ.... ولاڈیا جینز کس کی ملکیت ہے....!“

”کوئی عورت ہے.... مونی سارو....!“

”تم نے اسے دیکھا ہے....!“

”نہیں وہ خود سامنے نہیں آتی اس کا مختار عام پلوٹووارنو بزنس دیکھتا ہے۔!“

”اور بزنس صاف ظاہر ہے....!“

”اگر ہم وہاں چھاپہ ماریں تو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ وہ بھی اسی سنیٹر کے اڈوں میں سے ایک ہے۔!“

”غلط فہمی نہ پھیلاؤ پیارے.... وہ تمہارا اڈہ ہے۔!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اس پر اولیاری نے اپنی بیوی کو آواز دی تھی وہ شائد دوسرے ہی کمرے میں کشیدہ کاری کررہی تھی۔ فریم ہاتھ میں لئے دوڑی آئی۔

”دیکھو.... یہ مجھ پر سیاست کے ناجائز کاروبار کا الزام لگارہا ہے۔!“ اولیاری نے بیوی سے کہا۔

"پہل میں نے نہیں کی اولی۔!" عمران بولا۔"اس سے پہلے اس نے مجھ پر ایڈلاوا کے قتل کا الزام لگایا تھا۔!"

"یہ تو مذاق بھی ہو سکتا ہے عمران....!" اولیویا جلدی سے بولی۔"اگر تم نے ایسی کوئی بات اولیاری کے لئے کہی ہے تو وہ سچ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں سارے جرائم کے ذمہ دار قانون کے محافظ ہی ہوتے ہیں۔انہی کی حوصلہ افزائی کی بناء پر جرائم پروان چڑھتے ہیں۔!"

"اچھی بات ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔"میں تمہارے کہنے سے اسے شریف آدمی تسلیم کئے لیتا ہوں۔ لیکن آج رات اسے میرے ساتھ باہر گزارنی پڑے گی اور میں اسے بہت کچھ دکھاؤں گا۔!"

"تم جانو.... میں ان معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ ایڈلاوا والی بات میرے پلے نہیں پڑی....!"

"بکواس ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔"پولیس والا ہے نا.... اسے شبہ کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ہم تین آدمی بھلا اتنی بڑی تنظیم سے کس طرح ٹکرا سکتے....!"

"تین آدمی....!"

"ہاں.... آں.... دو اور ہیں میرے ساتھ۔ کسی قدر غیر مہذب ہیں اس لئے میں نے انہیں اپنے ساتھ ٹھہرانا مناسب نہیں سمجھا تھا وہ دوسری جگہ مقیم ہیں۔!"

اولیاری اس دوران میں خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔ اس وقت یہ بات ختم ہو گئی تھی اور پھر سرِ شام ہی عمران نے اولیاری کو اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا تھا۔

"لیکن پہلے تم ہیڈ کوارٹر چلو....!" عمران نے اس سے کہا۔"یا پھر کسی اور جگہ جہاں ہم اپنے حلیے تبدیل کر سکیں۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"ہم دونوں ہپی بن کر ولاڈیا جینز چلیں گے۔!"

"یہ کیا لغویت ہے....؟"

"اس کے بغیر تم وہ نہیں دیکھ سکو گے جو میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں۔ بس خود کو قابو میں رکھنا۔ صرف دیکھو گے اور سنو گے کچھ بولو گے نہیں۔!"

"پتا نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو....!"

"مجھ پر اعتماد کرو.... وہی کروں گا جو تمہارے لئے مفید ہو۔ ویسے جو کچھ دیکھو اس پر حیرت کا اظہار بھی مت ہونے دینا....!"

"چلو.... چلو.... پتا نہیں کیا چکر ہے....!"

شہر ہی کی ایک عمارت میں عمران نے اپنا اور اولیاری کا حلیہ تبدیل کیا تھا اور وہ لاڈیا جینز کی طرف چل پڑے تھے۔

"کاش میں اولیویا کو اپنا یہ حلیہ دکھا سکتا۔!" اولیاری چہکارتی ہوئی سی آواز میں بولا۔

"اپنے قریب نہیں آنے دے گی اگر اس حلیے میں دیکھ لے....!"

"آخر تم مجھے کیا دکھانا چاہتے ہو....!"

"بس دیکھ ہی لینا.... شنیدہ پر یقین نہیں کرو گے۔!"

"اچھا.... اچھا....!"

ولاڈیا جینز پہنچ کر ٹیلی فون آپریٹر کے توسط سے عمران نے مونی سارو کو اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی تھی اس نے فون ہی پر اطلاع دی تھی۔ عمران تک مونی سارو کا جواب پہنچاتے ہوئے کہا۔"تم تنہا جا سکتے ہو۔!"

"یہ ناممکن ہے اگر وہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے تو میرا ساتھی بھی اس تک جائے گا ورنہ ہم دونوں ہی واپس چلے جائیں گے۔!"

آپریٹر نے پھر اس سے رابطہ قائم کیا اور بالآخر انہیں اجازت مل ہی گئی آپریٹر ہی انہیں مونی سارو کے خیمے تک لے گیا تھا۔

مونی سارو پر نظر پڑنے کے بعد اولیاری نے نہ جانے کس طرح خود پر قابو پایا!

"یہ کون ہے....؟" مونی سارو نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میرا ایک گونگا ساتھی۔ جس کی ناک کتے کی ناک سے بھی تیز ہے۔اس کو کسی کی بو سنگھا دو چھ ماہ بعد بھی اسے جا پکڑے گا۔!"

"اوہ بیٹھو بیٹھو.... تمہارے پاس بھی زیادہ تر کام ہی کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!"

عمران نے اولیاری کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا اور وہ سچ مچ گونگا ہی نظر آنے لگا تھا۔

"کہو کیسے آنا ہوا....؟"

"سب سے پہلے تو تم یہ کتاب پڑھو....!" عمران نے تھیلے سے کتاب نکالتے ہوئے کہا۔

"امریکہ کے محکمہ صحت کی طرف سے سرکاری طور پر شائع ہوئی ہے۔ اس میں اس سے بحث کی گئی ہے کہ چرس فائدہ مند ہے یا نقصان دہ۔ محکمہ صحت کے تین آفیسر ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ سنو....!" اس نے کتاب کے ورق الٹ کر ایک جگہ سے پڑھنا شروع کیا۔

"چرس نہ تو خطرناک ہے اور نہ مضر صحت ہے۔ اس کے برخلاف زیادہ کام کرنے کی طرف راغب کرتی ہے اور یہ لیڈی ڈاکٹر فلانور دل.... ڈاکٹر رابرٹ پیٹرسن ڈاکٹر مونیک برانڈی! یہ کہتے ہیں کہ چرس کے سلسلے میں یہ صدیوں پرانا اختلاف غیر منصفانہ ہے.... کیا سمجھیں....؟"

"تم مجھے یہ کیوں سنا رہے ہو....!"

"یہ مت بھولو کہ میں بنیادی طور پر چرستان کا ایجنٹ ہوں اور اب تو شائد ہم باضابطہ طور پر چرس امریکہ بھجوا کر ڈھیروں زرِ مبادلہ کما سکیں۔!"

"بکواس مت کرو.... یہاں تو گانجہ دیش ہی کی چلے گی.... میرے کام کا کیا رہا....!"

"تمہیں علم نہیں کہ کیا ہوا ہے....!"

"کیا ہوا ہے....؟"

"وہ شمالی خانہ بدوش.... کاؤنٹ اولیاری کو لمبی چوٹ دے گیا ہے۔!"

"کیا ہوا....؟" مونی سارو کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"اولیاری کے پاس اُس کے اس بزرگ کاؤنٹ کی تلوار تھی جو سلطان صلاح الدین کے خلاف صلیبی جنگوں میں لڑ چکا تھا۔ وہ خانہ بدوش اس تلوار کو اڑا لے گیا۔ جانتی ہو برطانیہ میں اس کی کیا قیمت ملے گی۔!"

"نہیں....!"

"کم از کم ڈھائی لاکھ پونڈ....!"

"خدا کی پناہ....!"

"لیکن ابھی تک اولیاری نے سرکاری طور پر کوئی کارروائی نہیں کی۔ ذاتی طور پر نکاسی کے راستوں کی ناکہ بندی کرادی ہے اور مجھے یقین ہے کہ خانہ بدوش ادل بیا سے باہر نہیں جا سکے۔"

"اسے تلاش کرو....!" وہ پرجوش لہجے میں بولی۔ "تلوار سمیت اسے بحفاظت باہر نکال دوں گی اور تمہیں بھی منہ مانگا معاوضہ ادا کروں گی۔!"

"یہ کتا اسی لئے ساتھ رکھا ہے۔ کل دوپہر تک میں تمہیں اس کا پتہ بتا دوں گا۔!"

"پیشگی کچھ رقم درکار ہو تو بتاؤ.... تم نے بڑی اچھی خبر سنائی ہے۔!"

"نہیں....! شکریہ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ تم اعتماد کرو یا نہ کرو....!"

"نہیں نہیں.... مجھے بھی تم پر اعتماد ہے....!" وہ جلدی سے بولی۔

"میرے ساتھیوں کا کیا حال ہے۔!"

"آرام سے ہیں.... ان کے لئے بھی ایک خیمہ مہیا کر دیا گیا ہے اب وہ کھلے آسمان کے نیچے نہیں ہیں۔ کیا تم ان سے ملے نہیں۔!"

"اب یہ کام نپٹا کر ہی ملوں گا....!"

"تمہاری مرضی....!"

"پھر وہ وہاں سے چلے آئے تھے اور ولاڈیا جینز سے باہر قدم نکالتے ہی اولیاری نے گندی گندی گالیاں بکنی شروع کر دی تھیں۔!"

"ابھی نپٹے لیتا ہوں حرام زادی سے۔!"

"بس بس....! زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں اگر فی الحال تم نے اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو الٹی آنتیں گلے پڑیں گے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"گھر چلو.... اطمینان سے باتیں ہوں گی.... اور اب تم وہ تلوار میرے حوالے کر دو.... اور لوبو فوناٹا سے متعلق سچ مچ رپورٹ درج کر کے اس کی پبلسٹی کرادو....!"

"میری عقل کام نہیں کر رہی.... گھر پہنچ کر ہی کچھ سوچیں گے۔!"

"ابھی الیویا سے اس کا تذکرہ مت کرنا اور مونیکا بھی اس دوران میں آجائے تو اسے بھی برداشت کرنا۔!"

"میرے بس سے باہر ہے....!"

"میری عقل کام نہیں کر رہی۔۔۔۔!"

"گھر پہنچ کر کرے گی۔۔۔۔!"

سب سے پہلے وہ اس عمارت میں پہنچے تھے جہاں سے میک اپ کر کے چلے تھے۔ اولیاری کا میک اپ اتارنے کے بعد عمران نے اپنا میک اپ پوری طرح نہیں اتارا تھا۔ مونچھیں اور وگ برقرار رکھی تھیں۔ پھر اولیاری کی قیام گاہ پر پہنچ کر پہلا سوال مونیکا ہی سے متعلق کیا تھا۔

"کیا وہ کبھی کبھی یہاں راتیں بھی گزارتی رہی ہے۔۔۔۔؟"

"اکثر و بیشتر۔۔۔۔ جب میں رات کی ڈیوٹی پر ہوتا تھا اولیویا اُسے بلوا لیتی تھی۔!"

"ہوں۔۔۔۔ تمہاری خواب گاہ خالی ہوتی ہوگی۔!"

"ہاں۔۔۔۔ وہ میرے بستر پر ہی سویا کرتی تھی۔۔۔۔ ایسے موقع۔۔۔۔!"

"بہت خوب۔۔۔۔ اب مجھے اپنی خواب گاہ میں لے چلو۔۔۔۔!"

"آخر کچھ بتاؤ بھی تو۔۔۔۔ اولیاری جھنجھلا کر بولا۔

"میں بتاؤں گا۔۔۔۔ خواب گاہ کا جائزہ لینے کے بعد۔۔۔۔ یقین کرو بڑی دشواری میں پڑنے والے ہو۔ سنیٹر قصاب زادے نے تمہیں پھانسنے کا پورا پورا انتظام کر رکھا ہے تم سے پہلے جو یہاں رہا ہوگا یا تو اس کا غلام بن کر رہا ہوگا یا اس کے لئے ایسا ہی کوئی انتظام کیا گیا ہوگا کہ بس ذرا بہکے اور الٹا لٹک جائے۔!"

"چلو۔۔۔۔!" اولیاری اسے خواب گاہ کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ "خواہ مخواہ سسپنس پیدا کر کے مجھے دہشت زدہ کرنے کی کوشش مت کرو۔!"

عمران اس کی خواب گاہ میں آیا اور پر تشویش نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر بستر کے قریب جا کر بستر الٹ دیا۔ ٹیک کی بڑی خوبصورت مسہری تھی۔ عمران بغور اس کا جائزہ لیتا رہا۔ اولیاری بُرا سامنہ بنائے اسکے پیچھے کھڑا تھا اس کے چہرے سے تھکن اور بیزاری ظاہر ہو رہی تھی۔

"اسکریو ڈرائیور۔۔۔۔!" عمران اپنا داہنا ہاتھ پیچھے لے جا کر بولا۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔۔ اس وقت اسکریو ڈرائیور کہاں تلاش کرتا پھروں۔۔۔۔!"

"خیر فکر نہ کرو۔۔۔۔ ابھی تمہاری بیزاری رفع ہو جائے گی۔!"

اس نے جیب سے قلم تراش چاقو نکالا اور ایک جگہ کا اسکریو ڈھیلا کرنے لگا۔

"ٹھہرو۔۔۔۔ لاتانہوں پالش نہ تباہ کر دینا۔" اولیاری بوکھلا کر بولا۔

اولیاری نے اسکریو ڈرائیور تلاش کر لینے میں دیر نہیں لگائی تھی ویسے اس کی واپسی تک عمران ایک اسکریو نکال ہی چکا تھا۔۔۔۔ چوتھا اسکریو نکال کر اس نے تختہ فریم سے ہٹا دیا تھا۔ اولیاری کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں اس نے جھپٹ کر خواب گاہ کا دروازہ بند کیا اور اسے بولٹ کر کے پھر عمران کی طرف پلٹ آیا۔

"یہ دیکھو۔۔۔۔ ولاڈیا جینز کے حسابات کے رجسٹر ہیں۔! یہ واؤچرز اور اس سوٹ کیس میں منشیات کی کچھ نہ کچھ مقدار ضرور ہوگی۔!" پھر عمران اگر پھرتی سے اٹھ کر اولیاری کو سنبھال نہ لیتا تو وہ چکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا ہوتا۔!

"ہمت۔۔۔۔ ہمت۔۔۔۔ ذرہ برابر بھی فکر نہ کرو۔ میں ان سبھوں کو دیکھ لوں گا فکر نہ کرو قصاب زادے کی تو لاش کا بھی پتا نہ چلے گا۔!"

"میں ڈوب رہا ہوں۔۔۔۔ میرے دوست۔!" اولیاری بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"عقل ٹھکانے نہ رکھی تو سچ مچ ڈوب جاؤ گے۔۔۔۔!" اب تمہیں میرے مشوروں سے سر مو انحراف نہیں کرنا۔۔۔۔ سمجھے۔!"

"سمجھ گیا۔۔۔۔!" وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

سوٹ کیس سے ہیروئن کی خاصی مقدار برآمد ہوئی تھی۔

ایک گھنٹے تک وہ ان کاغذات کو آتش دان میں جلاتے رہے تھے ہیروئن گٹر میں بہا دی تھی۔ اولیویا سو چکی تھی ورنہ وہ اتنی آسانی سے کامیاب نہ ہو سکتے۔

"اب سنو۔۔۔۔ عمران بالآخر بولا۔ اپنے بزرگ کروسیڈو کی تلوار میرے حوالے کرو۔ میرے خلاف رپورٹ درج کرو اور اسی وقت یہ خبر پریس کو بھی پہنچا دو تاکہ صبح کے اخبارات مونیکا کی پیشانی ٹھنڈی کر دیں اور ہاں میری عدم موجودگی میں اس کے ساتھ تمہارے برتاؤ میں کوئی فرق نہ آنا چاہئے۔ البتہ اب اسے یہاں رات بسر کرنے کا موقع ہرگز نہ دینا۔!"

"میں وہی کروں گا جو تم کہو گے۔ سچ مچ خدا نے تمہیں فرشتہ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔!"

"نکاسی کے راستوں کی نگرانی باقاعدہ طور پر شروع کرا دینا۔۔۔۔!"

"ایسا ہی ہوگا۔۔۔۔!"

"تلوار لاؤ.... اسی تلوار سے قصاب زادے کی گردن اڑادوں گا۔!"

عمران نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام لوبو فوناٹا نہیں لکھوایا تھا بلکہ عمران ہی کے نام سے کمرہ حاصل کیا تھا اور اپنے اصل کاغذات دکھائے تھے۔

صبح کو سب سے پہلے اس نے ولاڈیا جینز سے فون پر رابطہ قائم کر کے جیمسن کو بلوایا۔

"یس یور میجسٹی......!" جیمسن کی آواز آئی۔

"اردو چلے گی....!" عمران بولا۔ "دیکھو برخوردار.... اب تم دونوں وہاں سے بھاگ لو۔ ہپی ازم ختم۔ پھر گلفام بن جاؤ.... جوزف کا بھی صفایا کردو.... ہوٹل ویشیو کے پھاٹک کے قریب جو پام کا سیاہ گملا ہے اس میں تین گھنٹے بعد تمہیں دو ہزار پونڈ کے کرنسی نوٹوں کا پیکٹ ملے گا۔ نکال لے جاؤ اور میری واپسی تک جہاں جی چاہے عیش کرو۔!"

"بات سمجھ میں نہیں آئی....!"

"بکواس مت کرو.... جو کہا گیا ہے اس پر عمل کرو....!"

سلسلہ منقطع کر کے وہ آج کے اخبارات دیکھنے لگا تھا۔ لوبو فوناٹا کی تصویر نہیں شائع ہوئی تھی۔ بس اوٹ پٹانگ سا حلیہ تھا۔ لیکن دوسری طرف ہوٹل کے رقص کی تصویریں موجود تھیں۔

"یہ تو بہت برا ہوا..!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "اسکا دھیان ہی نہیں رہا تھا خیر دیکھا جائے گا۔!"

آدھے گھنٹے بعد اس نے پھر ولاڈیا جینز سے فون پر رابطہ قائم کر کے مونی سارو سے گفتگو کا آغاز کیا۔

"تمہارا کام ہوگیا ہے......!" "لیکن دام بھی سن لو۔

"بتاؤ جلدی سے....!" وہ پر اشتیاق لہجے میں بولی۔

"دو ہزار پونڈ نقد.... مقامی کرنسی میں نہیں.... اسٹرلنگ....!"

"منظور ہے....!"

"ہوٹل ویشیو کے پھاٹک کے قریب پام کا سیاہ گملا ہے۔ پیکٹ اس میں ڈال دینا مجھ تک پہنچ جائے گا۔!"

"تم کیوں نہیں لو گے....؟"

"مصلحتاً.... لیکن ایک ہفتے کے بعد ضرور ملوں گا کیونکہ ابھی تک چرس اور گانجے کا مسئلہ طے نہیں ہو سکا۔!"

"وہ کہاں ہے....؟"

"ہوٹل ویشیو کے کمرہ نمبر بارہ میں۔ لیکن کچھ پریشانی بھی ہے۔ کاؤنٹ کے پاس تو شائد اس کی کوئی تصویر نہیں تھی لیکن رقص کی تصویریں صبح ہی اخبارات میں آگئی تھیں۔"

"اوہ.... اسے اس کی فکر نہ ہونی چاہئے۔ میں سب کچھ دیکھ لوں گی۔!"

"لیکن اگر وہ دو ہزار پونڈ نہ ملے تو میں تمہیں دیکھ لوں گا۔!"

"وعدہ خلافی میرا شیوہ نہیں ہے۔ چھچھورے آدمی....!" غضب ناک لہجے میں کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔ عمران نے طویل سانس لی۔ اس کے ہونٹوں پر آسودہ سی مسکراہٹ تھی۔

پھر آدھے گھنٹے کے اندر ہی مونیکا اسی شکل میں وہاں آ پہنچی جس شکل میں اولیاری کے گھر پر ملی تھی۔ عمران تلوار کھینچ کر کھڑا ہوگیا۔ "بس جہاں ہو وہیں ٹھہرو.... ورنہ کمرے کا فرش خون کا تالاب بن جائے گا۔!"

"احمق....!" وہ ہنس کر بولی۔ "میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں اور تمہارا سراغ پانے کیلئے میں نے پورے دو ہزار پونڈ خرچ کئے ہیں اولیاری کے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ تم کہاں ہو۔!"

"میں کیسے یقین کرلوں.... تم اس کی دوست ہو....!"

"تم بھی تو اس کے دوست ہی تھے....!" وہ بائیں آنکھ دبا کر مسکرائی۔

"اس کی قیمت کم از کم دو لاکھ پونڈ ضرور ملے گی۔!" عمران تلوار ہلا کر بولا۔ "اور دو لاکھ سے بڑا میرا باپ بھی نہیں ہے۔ دوست کیا چیز ہے۔!"

"میری مدد کے بغیر تم سارڈینیا سے باہر قدم بھی نہیں نکال سکو گے اس کے آدمی سارے راستوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔!"

"تم کہاں کی ہمدرد نکل آئیں....!"

"میں.... میں تم پر مرمٹی ہوں.... کسی قیمت پر بھی تمہیں ضائع نہ ہونے دوں گی۔ میں قسم کھا سکتی ہوں۔ زندگی میں پہلے مرد ہو جسے مرد کہنے کو دل چاہتا ہے۔!"

"آہا.... یہ تو خصوصیت ہے میری....!" عمران ہنس کر تلوار جھکاتا ہوا بولا۔ "اب یقین

آگیا کہ تم میں بھی عورت پن کم مردانہ پن زیادہ ہے۔!"

"ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ نکل چلو... باہر ایک بند گاڑی موجود ہے۔ لیکن یہ تلوار؟"

"تلوار کے بغیر میں قدم بھی نہیں نکالوں گا یہاں سے۔!"

"دیر نہ کرو.... اگر ہوٹل والوں کی توجہ اس طرف ہوگئی تو دشواری ہوگی۔!" اس نے میکسی پہن رکھی تھی شائد تلوار ہی تھی اس کے ذہن میں.... اسی لئے ایسے لباس میں آئی تھی کہ تلوار کو چھپا کر لاسکے۔

"لاؤ تلوار مجھے دو اور بے فکری سے نکل چلو.... کرنسی ہو تو ساتھ لے لو۔ سوٹ کیس یہیں چھوڑ چلو....!"

عمران نے احمقانہ انداز میں تلوار اُسے تھمادی جو دوسرے ہی لمحے میں ڈھیلی ڈھالی میکسی میں چھپ چکی تھی۔

وہ باہر نکلے چلے آئے تھے بند گاڑی انہیں لے کر سیدھی ولاڈیا جینز کی طرف روانہ ہوگئی تھی اور وہاں پہنچ کر مونی سارو کے خیمے کے سامنے ہی رکی تھی۔

"اترو....!" اس نے عمران سے کہا۔

وہ اترا تھا اور متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "آہا.... یہ کون سی جگہ ہے۔ کیا چیز ہے.... واہ....!"

"تم جیسوں کی پناہ گاہ....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"خوب.... تم بھی عجیب چیز ہو.... اور.... اپنے ہی قبیلے کی معلوم ہوتی ہو۔!"

"یہی سمجھ لو.... اگر میرے ساتھ رہنا چاہو تو سال بھر میں کروڑ پتی بنادوں۔ طاقتور اور بہادر ہو۔ بدمعاشی کے داؤ پیچ سکھاؤں گی۔ میک اپ کا ماہر بنادوں گی اور اولیاری جیسے تمہارے قدموں میں ہوں گے۔!"

"منظور....!" وہ پرجوش انداز میں اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا چہکا۔ مونیکا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ پھر وہ اسے خیمے میں لائی تھی۔

"کیا پیو گے....!"

"شکریہ....! کسی قسم کا بھی نشہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ تمباکو بھی نہیں۔ صرف چائے یا کافی۔!"

"یہ بہت اچھی بات ہے.... لیکن عورت....؟"

"ابھی تک کوئی اس حد تک متاثر نہیں کرسکی....!"

"اس معاملے میں بھی بااصول معلوم ہوتے ہو۔ بحیثیت پارٹنر ہم اچھی طرح گزارہ کرسکیں گے۔!"

"فی الحال تلوار کی بات کرو۔ کم از کم دو لاکھ پونڈ میں فروخت ہوگی پچاس ہزار تمہارے۔!"

"میرے لئے پچاس ہزار کی کیا حقیقت ہے۔ چاہو تو دو لاکھ میں میرے ہی ہاتھ فروخت کردو۔!"

"اوہ.... اتنی مالدار ہو....!"

"بزنس میری جان.... ہم کروڑوں میں کھیلتے ہیں۔ لیکن میں حسبِ وعدہ تلوار سمیت تمہیں اول بیا سے ضرور نکال دوں گی اور تم ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچو گے جو تمہیں پرکھے گا۔ اس کے بعد تم بزنس میں شامل ہو جاؤ گے اور اولیاری جیسے تمہارے بوٹ چاٹیں گے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ تم اس طرح اچانک مجھ تک کیسے آپہنچی تھیں....؟"

"میں یہاں کی ایک طاقتور شخصیت ہوں....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"کیا وہ تمہارے اس روپ سے واقف ہیں۔!"

"نہیں.... بس یہاں کی ایک خاندانی رئیس زادی سمجھتا ہے۔ یہاں جو میرا روپ ہے تم ابھی دیکھ لو گے۔ ذرا دیر ٹھہرو....!"

وہ خیمے سے باہر چلی گئی تھی اور عمران ہونقوں کی طرح آنکھیں پھاڑے اس خیمے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیتا رہا تھا اولیاری کی خاندانی تلوار سامنے میز پر رکھی تھی۔ آدھے گھنٹے کے بعد مونیکا بحیثیت مونی سارو خیمے میں داخل ہوئی تھی اور عمران حیرت سے بولا۔ "ارے تم تو بالکل بدل گئی ہو۔!"

"اولیاری بھی دیکھے تو محض تھوڑی سی مشابہت کا دھوکا کھائے گا۔ مونیکا ہرگز نہیں کہے گا۔!"

"اب تو تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔!"

"سچ مچ وحشی ہی معلوم ہوتے ہو تم مجھے ضرور چاہو گے۔!" اس نے نشیلی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"سچ مچ متاثر کررہی ہو....!"

مونی سارو نے تالی بجائی تھی اور ایک وحشت زدہ سا ہبی خیمے میں داخل ہوا تھا۔

”ان دونوں یرغمالیوں کو یہاں لاؤ....!“ اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور وہ کسی پشتینی غلام کی طرح اس کے سامنے جھکا تھا اور خیمے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

”سس.... سی.... نوریٹا.... وہ بھاگ گئے....!“

”کیا....؟“ وہ دہاڑتی ہوئی اٹھی تھی اور میز پر سے چمڑے کا چابک اٹھایا۔ ہبی بُری طرح کانپ رہا تھا۔

”محافظوں کو بلاؤ....!“

”بب.... باہر موجود ہے.... سی نوریٹا....!“

وہ سراپردہ کی طرف جھپٹی تھی۔

”ٹھہرو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

وہ رک کر اس کی طرف مڑی تھی اور ہاتھ ہلا کر ہبی سے باہر ٹھہرنے کو کہا تھا۔

”کیا تم محافظوں کو مارو گی۔!“

”کھال گرادوں گی ان کی....!“

”میری موجودگی میں ناممکن ہے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”تم میری موجودگی میں کسی مرد پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتیں....!“

وہ ہنس پڑی تھی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ ”وہ مرد نہیں بلکہ عورتوں سے بدتر ہیں کہ ان سے دو آدمیوں کی نگرانی نہ کی گئی۔!“

”کوئی اور سزا دے دو.... مار نہیں سکتیں....!“

”اچھا.... اچھا.... تمہارے کہنے سے انہیں معاف کردوں گی....؟“

❖

عمران کی ہدایت کے مطابق جیمسن نے ویشیو کے پھاٹک کے قریب والے سیاہ گملے میں ہاتھ ڈالا تھا اور دو ہزار پونڈ کا بنڈل برآمد کرلیا تھا۔

”تو پھر کیوں نہ اسی ہوٹل میں قیام کریں....؟“ اس نے جوزف سے کہا۔

”میں تو وہیں خوش تھا....!“ جوزف بولا۔

”ہاں.... یہاں تمہاری بکواس سننے والا کوئی نہیں ہوگا....!“

”خیر دیکھ لو....!“ جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اگر کچھ ڈھنگ کی لڑکیاں ہوں تو یہیں ڈیرہ ڈال دو....!“

”ہائیں....!“ جیمسن اچھل پڑا اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا جیسے اس کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔!

”اس ٹارا کیوں ڈیکھتا سالا....!“ جوزف اردو میں بولا۔

”یہ لل.... لڑکیوں کی بات تم کررہے ہو....!“

”ہاں سالا.... ٹمہارا سوبٹ (صحبت) کا آسرا ہے۔!“

”تب تو بھاگ لو یہاں سے۔ لیکن نہیں ٹھہرو.... میں اندر جا کر دیکھتا ہوں۔!“

جوزف پھاٹک ہی پر ٹھہرا تھا اور جیمسن ہوٹل کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تھا لیکن چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے کوئی اچھی خبر نہ لایا ہو۔

”اندر پولیس ہے اور ہز میجسٹی کے بارے میں پوچھ گچھ کررہی ہے اخبار میں اس رقص کی تصویریں ہیں جو انہوں نے ہوٹل میں ایک لڑکی کے ساتھ کیا تھا اور یہ خبر بھی کہ وہ اپنے دوست پولیس آفیسر کی خاندانی تلوار لے بھاگے ہیں!“

”یہ کیسے ممکن ہے....؟“

”نام لوبو فونا ٹا چھپا ہے....!“

”پتا نہیں کیا چکر ہے....!“

”میں نے تمہارے لئے کمرہ حاصل کرلیا ہے۔ تم یہیں ٹھہرو گے اور میں ہز میجسٹی کے پیچھے جاؤں گا۔!“

”کہاں ڈھونڈو گے....؟“

”اس عورت مونی سارو کا کوئی چکر معلوم ہوتا ہے۔ پھر ولاڈیا جینز واپس جاؤں گا دوسرے میک اپ میں تم اپنے رنگ کی وجہ سے وہاں شبہے کی نظر سے دیکھے جاؤ گے۔!“

"بات تو ٹھیک ہے۔ ۔ ۔ اچھی بات ہے۔ ۔ ۔ ۔ جو سمجھ میں آئے کرو۔ ۔ ۔ ۔!"

پھر جوزف وہیں رہ گیا تھا اور جیمسن ہپی کے میک اپ میں پھر ولاڈیا جینز کی طرف چل پڑا تھا اس بار اس کے بال سنہرے تھے اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ ایک بار پھر ولاڈیا جینز اس کا مسکن بن گیا لیکن تنہائی کھانے کو دوڑ رہی تھی۔ ہپکسی والا گروہ اب بھی وہیں مقیم تھا لیکن کوئی تقریب بہر ملاقات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ عمران کی زبانی چرس اور گانجے کی کشمکش کا علم بھی ہو چکا تھا اس لئے چرس کے ایسنس کے توسط سے دوست بنانے کا امکان بھی خارج از بحث تھا۔ اس نے جلد ہی پتا لگا لیا کہ عمران بحیثیت لوبو فوناٹا مونی سارو کے خیمے میں مقیم ہے۔

جیب گرم تھی اس لئے اس نے کھڑے گھاٹ ایک اسکوٹر بھی خرید لیا تھا اگر نہ خریدتا تو وہ رات آنکھوں میں ہی کاٹنی پڑتی اور وہ خود کو بھی معاف نہ کر سکتا کیونکہ رات کے کھانے کے بعد عمران اور مونی سارو ولاڈیا جینز سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ مونی سارو نے گیراج سے سیاہ رنگ کی ایک بیوک نکلوائی تھی اور وہ دونوں کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہوگئے تھے اگر اسکوٹر نہ ہوتا تو وہ ان کا تعاقب ہرگز نہ کر سکتا۔ رات کو ولاڈیا جینز کے آس پاس ٹیکسیاں نہیں ملتی تھیں۔ شہری آبادی میں ان کی گاڑی اس عمارت کے سامنے رکی تھی جہاں جہاز راں کمپنیوں کے دفاتر تھے جیمسن نے بھی اسکوٹر روکا تھا اور پیدل ان کا تعاقب کرتا ہوا ایک کمپنی کے بکنگ آفس تک آیا تھا شائد انہوں نے کہیں کے ٹکٹ خریدے تھے۔ یہاں روشنی میں جیمسن نے مونی سارو کے ساتھی کو غور سے دیکھا۔ وہ میک اپ ہونے کے باوجود بھی پہچانا جاسکتا تھا۔ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا ان کے کاؤنٹر سے ہٹتے ہی جیمسن نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ انہوں نے جزیرہ میڈیلیا کے ٹکٹ لئے ہیں اور کمپنی کا اسٹیمر ٹھیک دو گھنٹے کے بعد اول بیا کا ساحل چھوڑ دے گا۔ جیمسن نے بھی ٹکٹ خرید لیا۔ تعاقب کا سلسلہ ٹوٹ چکا تھا۔ وہ وہاں سے سیدھا اپنے اس ہوٹل میں واپس آیا جہاں جوزف مقیم تھا۔ پوری کہانی سناتے ہوئے اس نے جوزف سے کہا۔ "پورے ایک ہزار پونڈ تم اپنے پاس رکھو......لیکن معاملہ تین بوتل یومیہ سے آگے نہ بڑھنے دینا۔"

"ایسے ہی موقع پر میں اپنی رنگت کو کوسنے لگتا ہوں۔!" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "خیر جاؤ......تنہائی میں مجھ سے حماقت بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ اسلئے ہوٹل سے باہر ہی نہ نکلوں گا۔!"

"اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ یہاں کی عورتیں کالے آدمیوں کی

ناک میں رہتی ہیں۔ ۔ ۔ ۔!"

"زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں۔ میں دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں۔!"

جیمسن تھوڑی دیر بعد بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا۔

اسٹیمر دوسرے دن دس بجے سے پہلے میڈیلیا نہیں پہنچ سکا تھا۔ کئی چھوٹی چھوٹی بندرگاہوں پر بھی رکتا ہوا آیا تھا اور یہ اچھا ہی ہوا تھا ورنہ جیمسن کو تعاقب میں دشواری پیش آتی۔ میڈیلیا اس کے لئے بالکل ہی نئی جگہ تھی اول بیا میں تو خاصا گھوم پھر لیا تھا۔

اسٹیمر سے اتر کر تو تعاقب میں بالکل ہی دشواری پیش نہیں آئی تھی وہ پیدل ہی جا رہے تھے اور ان کا سامان ایک مقامی آدمی اٹھائے ہوئے تھا۔ عمران کے ہاتھ میں اس کے قد سے بھی اونچا ایک عجیب وضع کا ڈنڈا تھا۔ غالباً پوری تلوار اس ڈنڈے میں پوشیدہ تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک قلعہ نما عمارت میں داخل ہوئے تھے اور جیمسن باہر ہی کھڑا ٹاپتا رہ گیا تھا کیونکہ نہ تو یہ کوئی تاریخی عمارت تھی اور نہ ہوٹل تھا۔ کسی کی رہائش گاہ معلوم ہوتی تھی۔ باہر مسلح اور باوردی آدمیوں کا پہرہ تھا مونی سارو کے استقبال کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ پہلے ہی سے اس کے منتظر رہے ہوں۔

تھوڑی دیر بعد اس کے پاس اس عمارت کے مکین سے متعلق خاصی معلومات اکٹھا ہو گئیں تھیں۔ یہاں اٹلی کا ایک طاقت ور سیاسی لیڈر اولڈب مارکونی، سنیٹر اولڈب مارکونی رہتا ہے اور عوام میں سنیٹر قصاب زادہ کے نام سے مشہور تھا۔ وجہ تسمیہ یہ معلوم ہوئی تھی کہ اس کے پردادا کو شاہی قصاب ہونے کا فخر حاصل تھا۔ بادشاہ کے لئے اپنے ہاتھوں سے انڈر کٹ نکالا کرتا تھا اور جانور کا انتخاب بھی خود ہی کرتا تھا۔

میڈیلیا خوبصورت جگہ تھی۔ پتھریلی زمین پر اتنے عمدہ جنگل اور سبزہ زار جیمسن نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اگر اسے خوشبوؤں کا جزیرہ کہا جاتا تو بے جا نہ ہوتا ہر طرف سیاحوں کے غول کے غول نظر آئے۔ ان میں سے کچھ بحری راستوں سے آئے اور کچھ جزیرہ کیپریرا سے موٹروں کے ذریعے آئے تھے۔

جیمسن نے ایک سرائے نما ریستوران میں قیام کیا تھا جو قصاب کیسل سے زیادہ دور نہیں تھا۔

شام کی چائے پیتے وقت ایک ہینڈ بل پر نظر پڑی۔ ویٹر کچھ ہی دیر قبل اسے میز پر رکھ گیا تھا۔ ہینڈ بل اطالوی اور انگریزی دونوں زبانوں میں چھاپا گیا تھا۔ مضمون یہ تھا۔

"کیسل پارک میں تماشے کی رات سیاحوں کو مژدہ.... اطالوی رقص، لوک کہانیوں کی **ڈرامائی تشکیل اور اہم ترین پروگرام......سینٹر کے ایک قبائلی دوست کے کرتب جو آواز پر نشانہ** لگانے کا ماہر ہے۔ نشانہ بازی کی بہتیری ایسی اقسام جو عام آدمی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ ٹکٹ براہِ راست کیسل سے حاصل کئے جاسکتے ہیں یا سیاح ان ہوٹلوں کی انتظامیہ سے رجوع کریں جہاں وہ مقیم ہیں....!"

"قبائلی دوست....!" جیمسن نے طویل سانس لے کر آہستہ سے کراہا۔ "سی نور لوبو فوناٹا کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔!"

اسی ریستوران کے منیجر سے اس نے تماشے کی رات کا ٹکٹ حاصل کیا اور دن ڈھلتے ہی کیسل پارک میں جادھمکا تھا۔ یہاں روشنی کا ایک ایسا انتظام نظر آیا کہ رات روز روشن بن کر رہ گئی تھی۔ نشستوں کا معقول انتظام تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں آئے دن ایسے کھیل تماشے ہوتے رہتے ہوں۔ تو یہ سینٹر قصاب زادہ دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد مغربی دروازے سے ایک جلوس پارک میں داخل ہوا جس میں قدیم وضع کے رومن دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ چچماتے ہوئے رنگا رنگ ملبوس تھے اور انہوں نے مشعلیں اٹھا رکھی تھیں قدیم طرز کے سازوں کی آواز سے پارک گونجنے لگا۔ بڑے بڑے ڈھول گدھوں پر بار کئے گئے تھے جنہیں وحشیانہ انداز میں پیٹا جارہا تھا۔

"ہم سے اچھے تو یہ گدھے ہیں....!" جیمسن نے برابر بیٹھے ہوئے بوڑھے آدمی سے کہا۔ "کیسے شاندار کوٹ پہن رکھے ہیں انہوں نے....!"

"تم بھی گدھے بن جاؤ....!" بوڑھا ہنس کر بولا تھا۔ "کہاں سے آئے ہو....؟"

"مراکش سے.... جمن مراکشی کہلاتا ہوں۔!"

"میں فرانس سے آیا ہوں۔ نپولین نام ہے اور یہ میری محبوبہ فدیلی ہے۔!" بوڑھے نے بائیں جانب اشارہ کیا تھا۔ جیمسن نے جھک کر دیکھا۔ لڑکی کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال رہی ہوگی۔ محبوبہ سے زیادہ اس کی نواسی لگتی تھی۔

"ہائے....!" جیمسن نے اسے متوجہ کرکے کہا۔

"یہ امریکیوں کی طرح ہائے وائے کیوں کررہے ہو:.... تم نے دیکھا فدیلی اس بیوقوف مراکشی عرب کو....!"

"عرب نہیں بربر ہوں....!" جیمسن غصیلے لہجے میں بولا۔ فدیلی پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔ میدان میں لوک رقص شروع ہوگیا تھا۔

"سب بکواس ہے....!" بوڑھا بڑبڑایا۔ "میں تو صرف نشانے بازی کے کمالات دیکھنے آیا تھا۔ کتابوں میں پڑھا تھا آواز پر نشانے کے بارے میں۔ میں نے کہا آج دیکھ بھی لوں۔ اگر وہ فراڈ نہیں ہے تو....!"

"شٹ اپ نپولین....!" فدیلی بولی۔ "تم بہت زیادہ بکواس کرتے ہو۔!"

"سوری ڈارلنگ.... یہ بیوقوف بربر جان کو آگیا ہے۔!"

"میں کیا کررہا ہوں....!" جیمسن بھڑک گیا۔ "گدھے پن کی باتیں مت کرو ورنہ تمہاری کمر پر ڈھول باندھ کر بجانا شروع کردوں گا۔!"

"میری محبوبہ کو مرعوب کرنے کی کوشش کررہے ہو نوجوان بوڑھے۔ تم کسی بھی فیلڈ میں میرا مقابلہ نہیں کرسکتے۔!"

"محترم میں نے آپ کو چیلنج تو نہیں کیا....!" جیمسن گڑبڑا کر بولا۔

"اوہو....! بُرا مان گئے پیارے....!" فدیلی بولی۔ "چلو ہماری لانچ پر.... تمہاری تواضع کریں گے۔!"

"یہ کیا بکواس شروع کردی تم نے....!" نپولین نے بگڑ کر کہا۔

"بُری بات ہے.... پردیسیوں کا دل نہیں دکھایا کرتے۔!"

"اچھی بات ہے.... تم کہتی ہو تو یہی سہی....!"

"چلو اٹھو کیا رکھا ہے.... یہاں....!" فدیلی اٹھتی ہوئی بولی۔ "لانچ پر اس بربر سے گیت سنیں گے۔ صورت سے ہی گویا معلوم ہوتا ہے۔!"

"ضرور گیت سناؤں گا اگر گیٹار مل گیا....!"

"گیٹار ہے ہمارے پاس....!" وہ چہک کر بولی تھی اور جیمسن مگن ہوگیا تھا پھر وہ تماشہ گاہ

سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور ان کا رخ ساحل کی طرف تھا۔

تھوڑی ہی دور چلے ہوں گے کہ اچانک کئی آدمی ان پر ٹوٹ پڑے۔ جیمسن کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکل آیا تھا اس نے انہیں کور کئے ہوئے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "شریف آدمیو! کیا تم آدمیوں کو نہیں پہچان سکتے.....!"

"پولیزیا.....!" ان میں سے ایک غرایا۔

"پھر بھی..... الزام بتائے بغیر..... تم اس طرح پیش نہیں آسکتے۔!"

"ریوالور کا پرمٹ ہے تمہارے پاس.....!"

"نہیں..... نقلی ریوالور کے لئے پرمٹ ضروری نہیں۔!" جیمسن نے ریوالور کو اس کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ اس نے ریوالور کو کیچ کیا تھا اور اس کا جائزہ لیتا ہوا اپنے دونوں ساتھیوں سے بولا تھا۔

"انہیں حراست میں لے لو.....!"

پھر وہ تینوں حراست میں لے لئے گئے۔ بوڑھا زیر لب گالیاں دے رہا تھا اور اپنی نوجوان محبوبہ کو الزام دے رہا تھا۔

"میں نے کیا کیا ہے.....!" وہ بھنا کر بولی۔

بہر حال وہ کسی پولیس سٹیشن کی بجائے سینیٹر کے کیسل ہی کے ایک حصے میں لائے گئے تھے۔

"یہ تو پولیس اسٹیشن نہیں.....!" جیمسن انہیں گھورتا ہوا بولا۔

"یہ حرام زادے میری نوجوان محبوبہ کو ہڑپ کر جانا چاہتے ہیں۔!" بوڑھا بولا۔

"میں بام مچھلی تو نہیں ہوں بوڑھے کھوسٹ.....!" وہ بھنا کر بولی۔

"اب ایسے لہجے میں بات کرو گی.....!"

""کیوں نہ کروں تم اول درجے کے گدھے ہو.....!"

جیمسن کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ وہ اسے ایک الگ کمرے میں لائے اور زبردستی اس کا میک اپ اتار دیا۔

"اب بتاؤ تم کون ہو..... اور سی نور مونی سارو کا تعاقب کیوں کر رہے تھے.....؟" ان میں سے ایک نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا.....!"

"فی الحال اس معاملے کو یونہی رہنے دو۔ سینیٹر کے سامنے پیش کریں گے۔!" دوسرا بولا۔

اس طرح وقتی طور پر جیمسن مزید پوچھ گچھ سے بچ گیا۔

۞

ادھر عمران پارک میں اپنی مشاقی کا مظاہرہ کر رہا تھا کئی طرح سے نشانے لگا کر داد وصول کر رہا تھا۔ مونی سارو تو کھلی پڑ رہی تھی۔ خوفناک شکل والا گنجا، بل ڈاگ ٹائپ سینیٹر اس کے قریب ہی بیٹھا ہوا اس کی ہاں میں ہاں ملائے جا رہا تھا۔

"بھئی یہ تو غضب کا آدمی ہاتھ لگا ہے..... کیا تمہاری طبیعت بھی ہے اس پر.....!"

"ہاں سینیٹر..... یہ پہلا مرد ہے جس نے مجھے متاثر کیا ہے.....!"

"دونوں کو مالا مال کر دوں گا.....!"

"شکریہ سینیٹر..... لیکن اس کی تلوار کا کیا ہوگا۔!"

"جو قیمت دوسرے ادا کریں گے اس سے زیادہ میں دے سکتا ہوں۔ آخر مجھے بھی تو نوادرات کا شوق ہے۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں..... اتنی قیمتی چیز کسی دوسرے ملک میں کیوں فروخت ہو۔!"

"اولیاری کی تو بُری حالت ہوگی۔!"

"پتا نہیں.....!"

"خیر..... خیر..... دیکھیں گے.....!"

اتنے میں ایک آدمی آیا تھا اور جھک کر سینیٹر کے کان میں آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے..... جاؤ.....!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا اور وہ آدمی الٹے پاؤں واپس چلا گیا تھا۔ ادھر عمران چمکدار متحرک چیزوں پر نشانے لگا رہا تھا۔

"کیا بات تھی.....؟" مونی سارو نے سینیٹر سے پوچھا۔

"وہ آدمی پکڑ لیا گیا ہے جو اول بیا سے تم دونوں کا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا تھا.....!"

"کمال ہے..... مجھے تو علم نہیں.....!"

"میں تو غافل نہیں رہتا.....!"

"میں سمجھی....!"

"کیا سمجھیں....؟"

"تمہیں مجھ پر بھی اعتماد نہیں ہے۔ دراصل تم میری بھی نگرانی کراتے ہو گے اس سلسلے میں یہ انکشاف تم پر ہوا ہو گا۔!"

سنیٹر کچھ نہ بولا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے بزبان خاموشی کہہ رہا ہو۔ "تم ٹھیک سمجھی ہو۔" لیکن مونی سارو کی پیشانی پر ناگواری کی لکیریں ابھر آئی تھیں اس نے بھی مزید پوچھ گچھ نہ کی۔ ویسے اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار صاف محسوس کئے جا سکتے تھے۔

پروگراموں کے اختتام پر وہ عمران سمیت عمارت میں واپس آئے تھے اور جیمسن بصورت اصلی ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ شائد سنیٹر عمران پر اس کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ عمران ایسا بن گیا جیسے اس سے پہلے کبھی اسے دیکھا ہی نہ ہو۔ پھر سنیٹر نے اس سے براہِ راست سوال کیا۔ "کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو....؟"

"نہیں.... میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا.... کیا قصہ ہے....؟"

"اول بیا سے تم دونوں کا تعاقب کرتا ہوا آیا ہے....!"

"تب تو پھر یہ اولیاری ہی کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے....!" عمران بولا۔

"ناممکن.... میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔!" مونی سارو نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"یہ ٹھیک ہے میں اسی کا آدمی ہوں۔ آج سے نہیں قریباً تین سال سے۔!"

"کیا مطلب....؟" مونی سارو نے آنکھیں نکالیں۔

"مونی ڈارلنگ میں تمہارے قریب کسی دوسرے مرد کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔!" جیمسن نے دردناک لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس ہے.... میں نہیں جانتی تم کون ہو....!"

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ تم مجھے جانتی ہو۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہیں جانتا ہوں۔ تین سال سے مختلف بھیسوں میں ولاڈیا جینز میں ہی پڑا رہا ہوں۔!"

"تم مختلف اوقات میں میرا تعاقب کرتے رہے ہو....!"

"بالکل کرتا رہا ہوں.... میں نے تمہیں اس شخص کے ساتھ رقص کرتے بھی دیکھا تھا اور

بہت جلد اسے مار ڈالوں گا تمہاری آنکھوں میں اس کے لئے محبت نہیں برداشت نہیں کر سکتا۔!"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم اسے نہیں جانتے....!" سنیٹر نے پھر عمران کو مخاطب کیا۔

"تم آدمی ہو.... یا....!" عمران بھنا کر بولا تھا لیکن مونی نے اسے جملہ پورا کرنے سے روک دیا۔

"تم میرے مہمان کی توہین کر رہے ہو.... سنیٹر....!" مونی نے دخل اندازی کی تھی۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں مشکل ہی سے اعتماد کیا کرتا ہوں۔!"

"یہ تم مجھے کس جانور کے پاس لائی ہو....!"

"اف فوہ.... فوناٹا.... تم خاموش رہو نا....!" وہ اس کا شانہ تھپک کر بولی۔

"نہیں بولنے دو....!" سنیٹر غرایا تھا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "لے جاؤ اور اتنا تشدد کرو کہ سب کچھ اگل دے۔!"

"مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی....!" جیمسن مونی سارو کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"میں بھی اسے پسند نہیں کروں گا....!" عمران بولا۔ "وہ تمہیں اس قدر چاہتا ہے۔!"

"میں بھی اس کو اسی قدر چاہتا ہوں....!" سنیٹر بولا۔

"اچھا تو رقابت کی بناء پر تم اس پر ظلم کرو گے۔!" عمران نے اسے گھور کر کہا۔

"تم خاموش رہو.... ورنہ تمہارا امتحان لینے پر مجبور ہو جاؤں گا۔!"

"اس سے اس لہجے میں گفتگو نہ کرو.... سنیٹر....!" مونی سارو بھڑک اٹھی۔ "ورنہ میں اسے واپس لے جاؤں گی۔!"

"تم اسے واپس لے جاؤ گی....؟" سنیٹر حقارت سے بولا۔

"اپنا لہجہ ٹھیک کرو....!"

"اوہ.... تو اس چھت کے نیچے مجھ پر غرائے گی۔!" سنیٹر کا لہجہ بے حد توہین آمیز تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران کا الٹا ہاتھ اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ اس کی کرسی کھسکنے کی آواز آئی تھی اور پل بھر کے لئے وہاں سناٹا چھا گیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔

"مارو....!" دفعتاً سنیٹر دھاڑا تھا اور اس کے چاروں آدمی عمران پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پھر ایک تو فوری طور پر اچھل کر دور جا پڑا تھا۔ جس کے اوپر سے عمران چھلانگ لگا کر کمرے کے وسط

میں پہنچ گیا۔

جیمسن کے ہاتھ بھی اب بندھے ہوئے نہیں تھے۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"اے رقیب.... پرواہ نہ کرو.... اس وقت میں تیرا ہی ساتھ دوں گا....!"

"اتنی دیر میں دوسرا بھی ڈھیر ہو چکا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے عمران تاک تاک کر مخصوص قسم کی ضربات لگا رہا ہو۔ جس پر بھی ہاتھ پڑ جاتا پھر نہ اٹھ سکتا۔ مونی سارو قہقہے لگا رہی تھی اور سنیٹر گالیاں بک رہا تھا۔ چوتھے آدمی کے گرتے ہی سنیٹر نے ریوالور نکال لیا۔

"فوناٹا.... ہوشیار....!" مونی سارو چیخی۔

"پرواہ مت کرو.... اس کی موت آئی ہے۔!"

"کتے....!" سنیٹر نے فائر جھونک مارا۔

مونی سارو نے عمران کو گرتے دیکھا پھر اسے تاب نہ رہی۔ وہ دیوانہ وار سنیٹر پر ٹوٹ پڑی اور جیمسن چھلانگیں مارتا ہوا ان دونوں کے قریب آپہنچا تھا۔ مونی سارو نے دونوں ہاتھوں سے سنیٹر کا ریوالور والا ہاتھ تھام رکھا تھا اور سنیٹر کا بایاں ہاتھ اس کی گردن پر تھا۔ جیمسن نے سنیٹر پر مکے برسانے شروع کر دیئے۔ لیکن وہ کم از کم اس کے بس کا روگ تو ہرگز نہیں تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے مکے کسی چٹان پر پڑ رہے ہوں۔

ٹھیک اسی وقت پانچ چھ آدمی اور اندر گھس آئے مونی سارو کو اتنا ہی ہوش تھا کہ اس نے عمران کو دوبارہ اٹھ کر ان پر جھپٹتے دیکھا تھا اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ سنیٹر کی گرفت اس کی گردن پر اتنی ہی سخت تھی اس نے اسے پرے جھٹک دیا اور جیمسن پر چڑھ دوڑا۔ ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا اور شائد ابھی اس میں پانچ گولیاں باقی تھیں۔

دفعتاً جیمسن نے ایک کرسی اٹھائی اور چھت سے لٹکے ہوئے ایک برقی قمقمے پر کھینچ ماری.... کمرے میں تاریکی پھیل گئی اور وہ سب جانوروں کی طرح چیخنے لگے۔

مونی سارو کو کسی قدر ہوش آیا تو اس نے محسوس کیا جیسے وہ اپنے پیروں کو تکلیف دیئے بغیر اچھلتی کودتی بھاگی جا رہی ہو۔ کچھ دیر بعد ذہن کسی قدر اور صاف ہوا تو وہ الجھن میں پڑ گئی۔ پتا نہیں کس کے کاندھے پر سوار تھی اور وہ سرپٹ دوڑا جا رہا تھا۔ سردی کا احساس بھی ہوا تھا وہ کسمسائی ہی تھی کہ لوبو فوناٹا کی آواز سنائی دی۔ "بس چپ چاپ اسی طرح پڑی رہو.... وہ ہمارا

تعاقب کر رہے ہیں۔!"

"اور مجھ سے بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا....!" دوسری آواز آئی شاید وہی تھا جس کی وجہ سے اچانک ہنگامہ شروع ہوا تھا۔

"نہیں....! مجھے اتار دو.... ورنہ نادانستگی میں پٹ جاؤ گے۔!" مونی سارو بولی۔ "میں تمہیں چھپنے کے لئے جگہ بتادوں گی۔!"

عمران نے اسے اتار دیا اور وہ اس کا ہاتھ پکڑے دوڑتی رہی۔

"میری تلوار بھی گئی.... اور مفت گئی۔!" عمران بڑبڑایا تھا۔

"پرواہ مت کرو فوناٹا.... اور اب وہ جنگلی سور زندہ نہیں رہ سکتا۔ مونی سارو بہت طاقتور ہے۔!"

"ارے واہ.... رے طاقتوری....!" عقب سے آواز آئی۔ "بھاگتی پھر رہی ہیں اور گیت بھی گا رہی ہیں اپنی ہی طاقتوری کے۔!"

"تم چپ رہو خبیث.... یہ سب تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہے۔!"

"اب آؤ.... میرے کاندھے پر بھی سوار ہو جاؤ.... اپنی محبت کا ثبوت دینا چاہتا ہوں۔!"

"بھائی رقیب خاموش رہو....!" عمران کراہا۔ "یہ جھگڑے کا وقت نہیں ہے۔!"

"اندازاً ہم کیسل سے کس سمت جا رہے ہیں....!" مونی سارو نے سوال کیا۔

"غالباً شمال مغرب کی طرف....!"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ بس چلے چلو.... تھوڑی دیر بعد ہم محفوظ ہوں گے۔!"

"شائد میں شکاری کتوں کی آواز بھی سن رہا ہوں....!" جیمسن بولا تھا۔

"اگر ہم بیمو کیسل تک پہنچ گئے تو کتوں سے بھی محفوظ رہ سکیں گے.... اور تم زخمی ہو فوناٹا....؟ میں نے تمہیں گرتے دیکھا تھا....!"

"وہ تو میں نے اسے ڈوج دیا تھا۔ ہائے میری تلوار.... کیوں آگیا تمہارے کہنے میں۔!"

"میں ذمہ لیتی ہوں.... تلوار کا.... فکر نہ کرو.... وہ حرام زادہ میرے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ تم دیکھ ہی لو گے۔!"

"اس اندھیرے میں کہاں بھٹکتے پھریں گے....؟"

"بس سمجھ لو پہنچ گئے.... مجھے بانسوں کی خوشبو آرہی ہے۔!"

"بانسوں کی....؟"

"ہاں.... وہ یہاں بانسوں کا ایک کیسل تعمیر کر رہا ہے۔ یہ لو.... دیکھو.... شائد داخلے کا راستہ ہے۔ ہاں.... ہاں.... بس چلے آؤ.... یہاں شکاری کتوں کے داخلے کا امکان نہیں۔!"

"تم اس کی راز دار بھی معلوم ہوتی ہو....!" عمران نے کہا۔

"مجھ سے بگاڑ کر اس نے اچھا نہیں کیا....!"

"خیر.... خیر.... کہیں رکنا بھی ہے یا نہیں....!"

"بس اب تو کہیں بھی بیٹھ رہو.... صبح تک کے لئے....!"

"اور رقیب صاحب تم زندہ ہو یا مر گئے....!" عمران نے ہانک لگائی۔

"رقیب آسانی سے نہیں مرا کرتے....!" قریب ہی سے جیمسن کی آواز آئی تھی۔

"آخر تم ہو کیا بلا....؟" مونی سارو بولی۔

"ابھی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اجالا پھیلنے دو۔ کہیں بھاگا نہیں جاتا....!"

وہ ایک جگہ بیٹھ گئے تھے اور عمران بولا تھا۔ "یہ بیمبو کیسل کیا بلا ہے۔!"

"اجالا پھیلنے دو.... خود ہی دیکھ لیں گے۔!"

جیمسن عمران کے قریب کھسک آیا تھا اور شائد مونی سارو اونگھنے لگی تھی۔

"ابے یہ کیا حماقت تھی....!" عمران نے آہستہ سے اردو میں کہا۔

"آپ کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔!"

"کلوٹا کہاں ہے....!"

"اول بیا میں.... ہمیں دو ہزار پونڈ مل گئے تھے۔ آدھی رقم اسے دے آیا ہوں۔!"

"ٹھیک ہے....!"

"آخر چکر کیا ہے یور میجسٹی....!"

عمران اسے بتانے لگا اور جب خاموش ہوا تو جیمسن کو کہتے سنا۔ "معاملہ صاف ہو گیا۔ سنیک بھی اس عورت پر اعتماد نہیں کرتا تھا اور اس کی نگرانی ہمیشہ جاری رہتی ہے۔!"

"تو پھر کاؤنٹ کی تلوار تو گئی.... وہ بیچارہ مفت میں مارا گیا۔!"

"دیکھا جائے گا....!"

"اگر زندہ بچے تو ضرور دیکھا جائے گا۔ آپ پتا نہیں کیوں درد سر خریدتے پھرتے ہیں۔ تفریح ہی کی ٹھہری تھی تو سوئٹزر لینڈ کی طرف نکل چلتے۔!"

"میری تفریح یہی ہے۔ جیمو جھینگے۔!"

"بس تو تفریح کرتے رہئے۔ بندے کو بھی کہیں نہ کہیں دو گز زمین تو نصیب ہو ہی جائے گی۔!"

پھر اجالا پھیلا ہی تھا تو عمران متحیر رہ گیا تھا۔ بانسوں سے محل کی تعمیر ہو رہی تھی۔ لیکن یہ بانس کہاں.... یہ اتنے بانس کہاں سے آئے۔ وہ اٹھ کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ شائد کسی قسم کی بھول بھلیاں تعمیر کی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد مونی سارو نے اس کی حیرت رفع کر دی تھی۔

"بانس امپورٹ کر رہا ہے....!" اس نے کہا۔ "مشرق کے کسی ملک سے آتے ہیں۔!"

آخر اس کا مصرف....!"

"کسٹم والوں کے شکاری کتوں سے اپنے آدمیوں کو بچانا.... کوئی ایسی تدبیر کی گئی ہے ان بانسوں کے ساتھ کہ شکار کی بو ان کے باہر ہی رہ جاتی ہے۔ اسی لئے میں نے کہا تھا کہ ہم یہاں شکاری کتوں سے بھی محفوظ رہ سکیں گے۔!"

"اس کے باوجود ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ ادھر جنگل ہی جنگل ہیں۔!"

"ٹھہرو ابھی سوچتی ہوں....!"

جیمسن ایک طرف بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب پہنچی اور اس کا شانہ ہلا کر کہنے لگی۔

"تم مجھے آخر کہنا کیا چاہتے ہو۔!"

"عشق ناپنے کا کوئی پیمانہ ابھی تک ایجاد نہیں ہو سکا۔ ورنہ صحیح پوزیشن بتا دیتا....!"

"کیا تم میرے لئے ساحل تک جانے کی ہمت کر سکو گے۔!"

"ہمت تو کر لوں لیکن اگر پہچانا گیا تو....!"

"تو پھر جان دے دینا.... انہیں ہمارا پتا ہر گز نہ بتانا....!"

"ارے تو کیا میں پندرہویں صدی کا کوئی عاشق ہوں۔ بھائی رقیب ذرا سننا تو یہ محترمہ کیا فرما رہی ہیں۔!"

"فی الحال تم مجھ سے صرف ان بانسوں کی بات کرو۔ یہ کہاں اتارے جاتے ہیں۔!"

"کیپوٹسٹا میں.... قرون وسطیٰ کی ایک بندرگاہ ہے.... جہاں قدیم رومن اپنے جہازوں کو لنگر انداز کیا کرتے تھے۔!"

"کیا وہاں کوئی کسٹم چوکی نہیں ہے۔!"

"ہے کیوں نہیں.... یہ بانس باضابطہ طور پر امپورٹ کئے جاتے ہیں۔!"

"میں کیپوٹسٹا جانا چاہتا ہوں....!"

"فی الحال تو یہاں سے نکلنے کی سوچو....!"

"یہ تو تمہارے سوچنے کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ میں اس علاقے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ کیپوٹسٹا سے یہ بانس یہاں تک کیسے لائے جاتے ہیں۔!"

"سڑک کے ذریعے آتے ہیں۔ حالانکہ انہیں سمندر ہی کے راستے آنا چاہئے۔!"

دفعتاً باہر سے مائیکروفون پر کسی کی آواز آئی۔

"چوہو.... باہر نکل آؤ.... ورنہ بانسوں میں آگ لگادی جائے گی۔!"

"تم نے دیکھا وقت ضائع کرنے کا انجام....!" عمران مونی سارو کی طرف دیکھ کر غرایا۔

"آؤ اٹھو....!" وہ یک بیک اٹھتی ہوئی بولی۔ "ان کا رخ مشرق کی طرف تھا۔!"

وہ تیزی سے چل رہی تھی۔ عمران اور جیمسن اس کے پیچھے تھے۔

"اگر مجھ سے کوئی ایسی حماقت سرزد ہوئی ہوتی تو میری گردن اڑا دیتے....!" جیمسن ا[illegible] میں بڑبڑایا۔

"چلتا رہ چپ چاپ.... ورنہ سچ مچ اڑا ہی دوں گا گردن.... تعاقب کر کے کھیل بگاڑ دیا۔!"

"میں تو سمجھا تھا کہ آپ واقعی کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔!"

"آہا انہوں نے سچ مچ آگ لگادی....!" مونی چلتے چلتے مڑ کر بولی۔

وہ بھی مڑے تھے۔ مغرب کی جانب ایک دیوار سے شعلے لپک رہے تھے۔

"اور تیز چلو....!" مونی سارو قریب قریب دوڑتی ہوئی بولی۔ عمران نے جھپٹ کر اسے پیٹھ پر اٹھالیا اور بولا۔ "بس تم راستہ بتاتی جاؤ....!"

"بھائی رقیب تو کیا اب اس طرح ڈرائیو کئے جاؤ گے۔!" جیمسن اس کے پیچھے دوڑتا ہوا بولا تھا۔

"چلے آؤ چپ چاپ.... ورنہ ہڈیاں سرمہ کردوں گا۔!"

"یہ تم دونوں کس زبان میں گفتگو کرتے ہو....؟" مونی نے عمران سے پوچھا۔

"نہیں تو....! وہ کراہتا ہے تو میں بھی کراہنے لگتا ہوں....!" عمران نے جواب دیا۔

"ضرور کوئی چکر ہے.... کہیں میں بیوقوف تو نہیں بن گئی....!"

"بھلا تم کس طرح بیوقوف بن سکتی ہو۔ بیوقوف تو میں بنا ہوں تلوار بھی گئی۔ اولیاری کی دوستی بھی گئی۔!"

"اس طرح پچھتاؤ گے تو گولی مار دوں گی۔!"

"تم ہی مجبور کر رہی ہو پچھتانے پر....!"

"اچھا.... اچھا.... بس اب خاموش رہو.... سیدھے چلو ان نوکیلی چٹانوں کی طرف.... ادھر سے ہم جنگل میں نکل جائیں گے۔!"

"مجھے سنیٹر اتنا احمق نہیں معلوم ہوتا۔!"

"کیا کہنا چاہتے ہو....؟" چٹانوں کے قریب پہنچ کر مونی سارو نے اس کی پشت پر سے اترتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ اس نے نکاسی کا کوئی راستہ نظرانداز نہ کیا ہوگا۔!"

ٹھیک اسی وقت انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔

"آگئے.... اب سنبھالو.... بھائی رقیب۔!" جیمسن بولا۔

"ضرور سنبھال لوں گا....!" عمران نے کہا اور مونی سے ان چٹانوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنے لگا۔

"صرف ایک غار ہے جس کا دہانہ ادھر جنگل میں ہے۔!"

"یہ کتوں کی آوازیں اسی طرف سے آرہی ہیں۔ غالباً وہ غار میں داخل ہو گئے ہیں۔ دکھاؤ ادھر کا دہانہ کہاں ہے۔!"

عمران نے بغلی ہولسٹر سے ڈارٹ گن نکال لی تھی اور پھر وہ غار کے دہانے پر جم گیا۔ کتوں کی گھٹی گھٹی سی آوازیں قریب ہوتی جارہی تھیں۔ دفعتاً اس نے ڈارٹ گن سے غار کے دہانے پر فائر کیا بس ہلکی سی آواز ہوئی تھی جیسے کوئی پتلی سی تیلی ٹوٹی ہو.... دوسرا فائر ہوا اور یک بیک کتوں کی آوازوں میں واضح طور پر کمی محسوس ہونے لگی تھی۔ پھر ایک فائر کیا گیا پھر پے در پے

تین فائر ذرا ہی سی دیر میں سناٹا چھا گیا تھوڑی دیر بعد وزنی قدموں کی چاپ سنائی دی تھی اور عمران بائیں جانب دبک گیا اس نے ان دونوں کو بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا اور انہوں نے تعمیل میں دیر نہیں لگائی۔

تھوڑی دیر بعد دو آدمی غار کے دہانے سے برآمد ہو کر سراسیمہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگے پھر ایک کتا بھی لڑکھڑاتا ہوا غار سے باہر آیا تھا اور ان کے قدموں کے قریب ہی ڈھیر ہو گیا تھا۔

عمران کا اشارہ پا کر جیمسن نے ان میں سے ایک پر چھلانگ لگائی تھی اور دوسرے کو خود عمران نے سنبھال لیا تھا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد دونوں ہی نے کاندھے ڈال دیئے۔ انہی کی ٹائیوں سے ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے تھے۔

"کہو دوستو! کیا حال ہے تمہارے سینیٹر کا....؟" عمران نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں سوال کیا۔ وہ کچھ نہ بولے۔

"ٹھہرو.... مجھے بات کرنے دو....!" مونی ہاتھ اٹھا کر بولی اور عمران پیچھے ہٹ آیا۔

"بتاؤ.... ادھر جنگل میں کتنے آدمی ہیں۔!"

"کک.... کوئی بھی نہیں ہے۔!"

"کتے اور کتنے ہیں....؟"

"پپ.... پتا نہیں انہیں کیا ہوا.... مر گئے شائد....!"

"اتنے ہی تھے یا اور بھی ہیں....؟"

"نن.... نہیں.... اب نہیں ہیں....!"

"تم جنگل میں کس طرح پہنچے تھے....؟"

"ٹٹ.... ٹرک ہے.... ہمارے پاس....!"

ٹھیک اسی وقت کسی ہیلی کوپٹر کی آواز سنائی دی اور وہ تینوں دوڑ کر غار کے دہانے میں غائب ہو گئے تھے۔ دونوں قیدی جہاں تھے وہاں کھڑے رہے۔

"اگر ایک ہی ہیلی کوپٹر ہو تو....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

"تو کیا ہوگا....؟" مونی سارو بولی۔

"حالات پر منحصر ہے تم دونوں میرے پیچھے آ جاؤ اور کتوں کا دھیان رکھنا.... ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی ہوش میں آ جائے۔!"

وہ غار کے دہانے پر سے آسمان کی جانب نگراں تھا۔ دفعتاً ہیلی کوپٹر انہی چٹانوں پر منڈلانے لگا۔ دونوں قیدی چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ پھر سامنے آ گیا۔ شائد لینڈ کر رہا تھا۔

"ہوشیار....!" عمران بولا۔ چیخنا پڑا تھا۔ پھر بھی شائد ہی ان دونوں نے سنا ہو۔ ہیلی کوپٹر کی آواز کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ہیلی کوپٹر لینڈ کرتا ہوا نظر آیا۔ ہوا کے جھکڑوں سے محفوظ رہنے کے لئے دونوں قیدی زمین پر گر گئے تھے۔

ہیلی کوپٹر کے لینڈ کرتے ہی پائیلٹ کود کر دوڑتا ہوا قیدیوں کے قریب آیا تھا اور وہ غار کے دہانے کی طرف اشارہ کر کے اس سے کچھ کہتے رہے تھے۔ اس نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور وہ کھڑا غار کی طرف دیکھتا رہا۔ ہیلی کوپٹر کا انجن اس نے بند نہیں کیا تھا۔

"کیا خیال ہے یور میجسٹی....!" جیمسن نے عمران کے کان سے منہ لگا کر پوچھا۔

"ابھی یا کبھی نہیں....!" عمران بولا۔

پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ غار سے نکل بھاگا تھا۔ بالکل ریڈ انڈینوں کے سے انداز میں شور مچاتا ہوا پائیلٹ پر ٹوٹ پڑا۔ قیدیوں کے ہاتھ اب بھی بندھے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ پائیلٹ کی مدد کے لئے جھپٹے تھے مونی سارو اور جیمسن بھی غار سے نکل آئے اور قیدیوں کی راہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

"گندی عورت....!" ایک قیدی غرایا۔ "تجھے پچھتانا پڑے گا۔!"

"اپنی زبان بند رکھو.... ورنہ دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر دیئے جاؤ گے۔!" جیمسن نے کہا۔

"اپنے الفاظ ضائع نہ کرو.... یہ بے غیرت لوگ ہیں....!" مونی سارو بولی۔

اتنی دیر میں عمران پائیلٹ کو گرا کر اس کی پشت پر سوار ہو چکا تھا۔ پھر اس نے اس کے گلے سے اسکارف کھولا تھا اور اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے تھے۔

"اس سے.... کک.... کیا.... فائدہ....؟" مونی سارو قریب آ کر ہکلائی۔

"اب چاہے کیسل کی طرف واپس چلو چاہے جنگل کی طرف نکل چلو....!"

"اوہو.... تو کیا تم پائیلٹ کر سکو گے۔!"

"کیوں نہیں.... میں بھی بیسویں صدی ہی کی پیداوار ہوں....!"

"ہاں.... ہاں....!" جیمسن سر ہلا کر بولا۔ "میری طرح اٹھارویں صدی کے عاشق نہیں ہیں بھائی۔!"

مونی سارو چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "سنیٹر کی زندگی میں ہمیں کہیں بھی پناہ نہیں مل سکے گی۔ اس سانپ کو چھیڑا ہے تو اب اس کا سر ہی کچلنے کی کوشش کرو۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ کس طرح....؟"

"کیسل ہی کی طرف چلو.... وہاں بھی چھپنے کے لئے بہتیری جگہیں موجود ہیں۔!"

"روز روشن میں....؟"

"فکر نہ کرو.... کسی ایسی جگہ لینڈ کریں گے کہ فوری طور پر کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکے گا۔!"

"آپ لوگ بے حد عقل مند معلوم ہوتے ہیں۔!" جیمسن بول پڑا.... "یہ تینوں آپ کی اسکیم سے آگاہ ہو چکے ہیں۔!" اس نے قیدیوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"خاصے عقل مند معلوم ہوتے ہو....!" مونی اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"فکر نہ کرو....!" عمران پائیلٹ کو زمین سے اٹھاتا ہوا بولا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

پھر وہ اس کو غار کی طرف لے جاتا ہوا نظر آیا تھا۔

"بھلا تم کیسل میں اپنا بچاؤ کس طرح کر سکو گی....؟" جیمسن نے مونی سے پوچھا۔

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو.... پچھلی رات سب کچھ غیر متوقع طور پر ہوا تھا ورنہ میں اس طرف بھاگنے پر وہیں کہیں چھپ رہنے کو ترجیح دیتی....!"

اتنی دیر میں عمران نے ان دونوں کو بھی غار ہی میں پہنچا دیا تھا.... اور واپس آکر بولا۔ "کئی گھنٹے تک آرام سے سوتے رہیں گے۔!"

"یہ ڈارٹ گن کہاں سے ہاتھ لگی....؟" مونی نے عمران سے پوچھا۔

"اوہو.... یہ تو کھلونا ہے میرا.... بچپن میں میرے باپ نے کہیں سے لاکر دی تھی اور ڈارٹ میں خود تیار کرتا ہوں.... بیہوشی سے موت تک کی سوئیاں موجود ہیں۔!"

مونی کسی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "یہ پائیلٹ تمہارے ہی قد و قامت کا ہے۔ اگر تم اس کی جگہ لے سکو تو کیسی رہے۔!"

"بات تو ٹھیک ہے.... میں کوشش کرتا ہوں....!" عمران نے کہا اور پھر غار کی طرف پلٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے جسم پر پائیلٹ کی وردی تھی۔ لیکن تبدیلی شکل کا مسئلہ آسان نہیں تھا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو....!" مونی سارو بولی "وہ شائد ہی اسے ذاتی طور پر پہچانتا ہو۔ اس کے بہتیرے ملازمین اس کے لئے اجنبی ہیں۔!"

"لیکن میں تو اجنبی نہیں ہوں....!"

"اب یہاں میرے پاس میک اپ کا سامان بھی نہیں ہے۔!" مونی سارو بولی۔

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ اپنے پائیلٹ کو پہچانتا بھی ہوگا۔!"

"ابھی کہہ چکی ہوں کہ یہ ضروری نہیں ہے۔!"

"تو آؤ چلو.... دیکھا جائے گا۔!" عمران نے کہا اور انہیں ساتھ لے کر ہیلی کوپٹر میں آبیٹھا۔

کچھ دیر بعد وہ بیمبو کیسل پر پرواز کر رہے تھے۔ انہوں نے اس کے ایک حصے میں آگ لگی ہوئی بھی دیکھی اور بدستور کیسل کی طرف پرواز کرتے رہے۔

"میں تمہیں سیدھی ہیلی پیڈ ہی کی طرف لے چلوں گی۔!" مونی سارو بولی۔

جیمسن بالکل خاموش تھا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی کسی اسکیم کو ترتیب دے رہا ہو۔

ہیلی کوپٹر کیسل کے قریب پہنچ چکا تھا مونی سارو عمران کو ہدایات دیتی ہوئی ہیلی پیڈ تک لائی تھی اور ہیلی کوپٹر لینڈ کر گیا تھا لیکن جب عمران اس کی طرف مڑا تو ہکا بکا رہ گئی۔ وہ اس کا چہرہ ہرگز نہ تھا۔ عجیب طرح کی ناک تھی اور دہانہ گھنی مونچھوں کے نیچے چھپ گیا تھا۔

"تت.... تم....!" وہ ہکلائی۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... یہ میرا ریڈی میڈ میک اپ ہے۔!"

ہیلی کوپٹر سے اترے ہی تھے کہ دو مسلح آدمی ان کے سروں پر آسوار ہوئے۔

"باس کہاں ہے....؟" عمران نے غرائی ہوئی سی آواز میں ان سے سوال کیا۔

"میوزیم میں.... تم سیدھے وہیں لے جاؤ....!" جواب ملا وہ ایک جانب مڑنے والے تھے کہ ایک مسلح آدمی نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

مونی سارو کیسل کے چپے چپے سے واقف تھی عمران اسے وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کر کے گارڈ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "ذرا میری ایک بات سننا....!"

"کیا بات ہے....؟" وہ رک کر اس کی طرف مڑا۔

"تم شاید میرے بھائی کی قریبی دوستوں میں سے ہو....!" عمران نے کہا۔

"کس بھائی کی بات کر رہے ہو....!"

"جس کی جگہ میں اس وقت ڈیوٹی انجام دے رہا ہوں۔!"

"آہا... گارسیا کے بھائی ہو....!"

"ہاں... اور اس کیلئے بہت زیادہ پریشان بھی ہوں کیا تم تنہائی میں میری ایک بات سن لو گے۔!"

"کیوں نہیں....!" گارڈ نے کہا اور اپنے ساتھی سے بولا۔ "تم چلو میں ابھی آرہا ہوں۔!"

پھر گارڈ عمران کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

"اب یہ کیا کرنا چاہتا ہے....!" مونی بڑبڑائی۔

"مجھے تو پاگل معلوم ہوتا ہے۔!" جیمسن بولا۔ "یہاں پہنچ کر ان لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کی کیا ضرورت تھی۔!"

"تم بکواس بند کرو....!"

"ارے تو چلو.... اس کی واپسی تک ہیلی کوپٹر میں کیوں نہ بیٹھیں۔ کہیں پھر کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے۔!"

"بعض اوقات یہ شخص مجھے الجھن میں ڈال دیتا ہے۔!"

"میں اس سے زیادہ خوبصورت بھی ہوں اور سیدھا سادھا بھی....!"

"ایک تھپڑ میں سارے دانت باہر آجائیں گے اگر اب آواز نکلی۔!"

دس پندرہ منٹ بعد عمران پھر دکھائی دیا میک اپ اب بھی وہی تھا لیکن کیسل کے گارڈ کی وردی میں تھا اور ایک ریوالور بھی ہاتھ لگ گیا تھا۔

"گارڈ کو ٹھکانے لگا دیا شائد....!" مونی سارو طویل سانس لے کر بولی تھی۔

"جلدی کرو....!" عمران قریب پہنچ کر بولا۔ "مجھے میوزیم میں لے چلو....!"

وہ دونوں ہیلی کوپٹر سے اتر آئے۔

میوزیم کے گیٹ والے سنتری نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی لیکن عمران کے تیور دیکھ کر بات آگے نہ بڑھائی۔ عمران ان دونوں کو لئے ہوئے ہال میں داخل ہوا۔

سنیٹر ایک ملازم کی مدد سے اولیاری کی تلوار کسی مناسب جگہ پر رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر غرایا۔ "مجھ سے بھاگ کر کہاں جائے گی عورت....!" پھر اس کی نظر عمران پر پڑی تھی۔

"اوہ.... تمہیں یہاں قدم رکھنے کی جرأت کیونکر ہوئی۔!" وہ اسے گھورتا ہوا بولا تھا۔

"یہ قیدی ہیں سی نور....!"

"لیکن کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہاں وہی قدم رکھ سکتا ہے جس کی طلبی ہو۔!"

"اسے بھی طلبی ہی سمجھئے.... بڑی مشکل سے ہاتھ آئے ہیں۔!"

"تیسرا کہاں ہے....!"

"میں کسی تیسرے سے واقف نہیں ہوں بیمبو کیسل کے ایک حصے میں آگ لگ گئی ہے۔!"

"اپنا شناخت نامہ نکالو....!" دفعتاً سنیٹر آگے بڑھ کر بولا۔

"شش.... شناخت نامہ....!" وہ ہکلایا۔ پھر جیمسن سے اردو میں بولا۔ "لے بیٹا اس ملازم کو تو ذرا سنبھالنا میں اسے شناخت نامہ دکھاؤں گا۔!"

دوسرے ہی لمحے میں اس کا الٹا ہاتھ سنیٹر کے گال پر پڑا جیمسن نے ملازم پر چھلانگ لگائی تھی اور مونی سارو بھی اس کی مدد کرنے پہنچ گئی تھی اس نے ایک وزنی گلدان اٹھا کر ملازم کے سر پر ضرب لگائی اور وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھہتا چلا گیا۔

ادھر سنیٹر عمران سے لپٹ پڑا تھا مونی سارو غافل نہیں تھی اس نے داخلے کا دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا۔

"اب کیا خیال ہے دوغلے کتے....!" وہ سنیٹر کو مخاطب کر کے بولی۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "تم میں سے کوئی بھی زندہ سلامت نہیں جاسکے گا۔!"

پھر وہ عمران کی گرفت سے نکل کر پیچھے ہٹا تھا اور اولیاری والی تلوار اٹھالی تھی۔

"ہوشیار....!" مونی سارو چیخی۔

"میرے ہاتھ میں تو ڈنڈا بھی نہیں ہے....!" عمران بولا۔

ریوالور موجود ہے.... ہولسٹر میں....!" مونی سارو نے کہا۔

"تلوار کے مقابلے میں ریوالور ہرگز استعمال نہ کروں گا۔!"

"پھر وہی دیوانگی....!"

اتنے میں سنیٹر نے عمران پر بھرپور وار کیا۔ عمران نے ایک کرسی اٹھائی تھی اور اس پر تلوار کا وار روکتا ہوا لڑکھڑا گیا تھا۔ کرسی ہاتھ سے چھوٹ گئی تلوار کا دوسرا ہاتھ اس کے سر ہی پر پڑا ہوتا لیکن جیمسن نے دوسری کرسی سنیٹر پر اچھال پھینکی تھی۔ تلوار اس سے الجھی تھی اور وہ دیوانہ وار جیمسن پر چڑھ دوڑا تھا پھر عمران اگر پشت سے اس پر حملہ آور نہ ہوا ہوتا تو جیمسن کے دو ٹکڑے ہوگئے ہوتے۔

عمران نے سنیٹر کی گردن دبوچی تھی اور اسے پیچھے کھینچ لیا تھا پھر جیسے ہی وہ گرا اس نے تلوار پر ہاتھ ڈال دیا۔

سنیٹر جسمانی قوت کے اعتبار سے کم نہیں تھا بمشکل تمام تلوار اس کے قبضے سے نکلی تھی۔

"اسے سنبھالو....!" عمران نے جیمسن سے کہا تھا اور جیمسن نے جھپٹ کر تلوار اٹھالی تھی۔

"لاؤ مجھے دو....!" مونی سارو جیمسن کی طرف لپکی۔

"تمہیں کیوں دوں....!"

"کیوں بکواس کررہے ہو....!"

"پیچھے ہٹو....!" جیمسن نے اُسے دھکا دیا ادھر عمران سنیٹر کی گردن دبوچے اس کے سینے پر سوار تھا سنیٹر کے حلق سے خرخراہٹیں نکلنے لگی تھیں۔ مونی اس طرف متوجہ ہوگئی۔

"بس اب ختم ہی کردو.... ورنہ ہماری زندگیاں محال ہوں گی۔!" مونی سارو نے کہا اور پھر جیمسن کو گھورنے لگی۔

"مجھ پر رحم کرو....!" جیمسن گڑگڑایا۔ "اس وقت وہی کمانڈ کر رہا تھا اگر وہ کہہ دے تو تلوار تمہارے حوالے کردوں گا۔!"

"دے دو.... دے دو....!" عمران نے اردو میں کہا۔ "لیکن خود ہوشیار رہنا خطرناک عورت ہے۔!"

لیکن مونی سارو نے خود ہی اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ اب وہ عمران کے قریب آکر کھڑی ہوئی تھی سنیٹر کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور چہرہ سرخ ہوگیا تھا پیشانی کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔!

"ختم بھی کرو یہ قصہ جلدی سے....!" مونی نے عمران کو للکارا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت سنیٹر نے عمران کو دور اچھال پھینکا جیمسن کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی وہ اسے تولتا ہوا دونوں کے درمیان آگیا تھا پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے تلوار کا قبضہ تھام کر پوری قوت سے سنیٹر کے سر پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔

وہ غافل تو تھا نہیں کنائی کاٹ گیا اور جیمسن تلوار سمیت اوندھے منہ فرش پر آرہا۔

اس وقت عمران سے ذرا سی بھی غفلت ہوجاتی تو جیمسن دوسری دنیا میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے پیچھے سے سنیٹر کا کالر پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔

ایک بار پھر دونوں لپٹ پڑے۔ سنیٹر خاصا طاقت ور تھا عمران پہلے ہی اس کی قوت کا اندازہ لگا چکا تھا۔ اس بار اس پر قابو پاتے ہی دھوبی پاٹ مارا اور پھر اتفاقاً اس کا پیر سنیٹر کی گردن پر پڑ گیا تھا جسے اس نے ہٹانے کی بجائے اس پر مزید زور ڈالنا شروع کردیا تھا۔ سنیٹر نے اس کا پاؤں پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں بائیں پیر کی ٹھوکر کنپٹی پر پڑی اور سنیٹر بے حس و حرکت ہوگیا۔!

"کیا ہوا....؟" مونی سارو آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"بے ہوش ہوگیا ہے....!"

"تت.... تو پھر.... تو پھر....؟"

"تم دونوں یہیں ٹھہرو.... میں ذرا ایک نظر اس میوزیم ہال پر ڈال لوں۔ بڑی نایاب چیزیں اکٹھی کررکھی ہیں۔!"

وہ شوکیسوں پر نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر دفعتاً ایک گونجیلی سی کراہ ہال میں گونجی اور وہ چونک کر مڑا تھا۔

"خدا غارت کرے....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور تیزی سے مونی کی طرف جھپٹا۔

لیکن وہ تو اپنا کام کرہی چکی تھی بے ہوش سنیٹر کے سینے میں ٹھیک دل کے مقام پر دستے تک ایک خنجر اتار دیا تھا۔

"یہ.... یہ.... تم نے کیا کیا....!" وہ قدیم طرز کے رومن خنجر کے دستے کو گھورتا ہوا بولا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا....!" مونی سارو نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"اوہ.... تو اب اس خنجر کے دستے سے اپنی انگلیوں کے نشانات تو مٹادو....!"

"فکر نہ کرو.... پہلے ہی یہ کام بھی ہو چکا ہے۔ خنجر کو رومال ہی سے پکڑا تھا۔"

مونی سارو نے جیمسن کے ہاتھ سے تلوار لی تھی اور اسے قالین کے ایک ٹکڑے میں لپیٹنے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد ہیلی کوپٹر پھر بیمو کیسل پر پرواز کررہا تھا نیچے بانس جل رہے تھے ایک گوشے میں لگی ہوئی آگ پھیلاؤ اختیار کرتی جارہی تھی۔

"اب کدھر....!" عمران نے مونی سارو سے پوچھا۔

"بس جنگل کی طرف نکل چلو اگر ان لوگوں کی گاڑی ہاتھ آگئی تو کیا کہنا.... اطمینان سے نکل چلیں گے....!"

"لیکن اب میرا کیا ہوگا....!" جیمسن کراہا۔

"بڑا اچھا برتاؤ کریں گے تمہارے ساتھ فکر نہ کرو....!" عمران بولا۔

جنگل میں انہیں سنیٹر کے آدمیوں کی گاڑی کھڑی مل گئی تھی ہیلی کوپٹر سے پیچھا چھڑا کے بعد وہ گاڑی میں آبیٹھے اور عمران نے اسٹیئرنگ سنبھالا اور چیڑ کے جنگلوں سے گزر ہوئے وہ جزیرہ کیپریرا تک پہنچے یہاں انہوں نے ایک موٹر بوٹ کرائے پر حاصل کی اور پالاؤ طرف روانہ ہوگئے تھے۔ عمران ابھی تک ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔

"اب یہ جھاڑ جھنکاڑ ہٹاؤ چہرے سے....!" مونی سارو نے کہا۔

"ابھی وقت نہیں آیا....!"

"کیوں نہ ہم اس آدمی کو سمندر میں غرق کردیں یہ سنیٹر کے قتل کا عینی شاہد ہے۔!"

مونی سارو جیمسن کی طرف اشارہ کرکے آہستہ سے بولی تھی۔

"ابھی اس کا بھی وقت نہیں آیا....!"

"کہیں گردن نہ کٹوا دینا....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بس تم خاموشی سے دیکھتی جاؤ.... اول بیا میں ابھی ایک

ڈرامہ اسٹیج کرنا ہے اس کے بعد ہمارے عیش ہوں گے۔!"

"کیسا ڈرامہ....؟"

"بس دیکھ لینا ابھی کچھ نہ پوچھو....!"

پالاؤ کے سیسل ہوٹل میں ان کا قیام ہوا تھا۔ مونی سارو وہاں ایک شب گزارنا چاہتی تھی۔

"بہت تھک گئی ہوں.... آج آرام کروں گی اور کل اول بیا نکل چلیں گے۔!" اس نے کہا۔ "اور پھر ابھی تو آخری مرحلہ باقی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"اولیاری! اسے کم از کم بیس سال کے لئے بھجواؤں گی اور پھر ہمارے عیش ہوں گے۔ اب سنیٹر کے پورے بزنس کی مالک ہوں۔ پورے سارڈینیا میں ہمارے اڈوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔!"

"یہ تو بڑی اچھی خبر سنائی تم نے۔ لیکن میری کیا پوزیشن ہوگی۔!"

"تم....!" وہ اسے پیار سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم میرے مالک ہوگے۔!"

"اچھا.... اب تم آرام کرو.... میں ذرا پالاؤ کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔!"

"ضرور کرو لیکن اس آدمی کا کیا ہوگا۔!"

"اسے مجھ پر چھوڑ دو.... میں سب دیکھ لوں گا۔!"

"تم جانو....! اس کی زندگی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔!"

"سنو.... آخر سنیٹر کی لاش ملنے کے بعد کیا ہوگا کیا اس کے ملازمین ہمارا نام نہ لیں گے۔!"

"وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سنیٹر کے بعد بزنس کا مالک کون ہوگا لہٰذا وہ بھوکے مرنا ہرگز پسند نہیں کریں گے۔ سنیٹر کی زندگی ہی میں وہ میرے دشمن تھے اب نہیں ہیں۔!"

"یہ تم نے بڑی اچھی خبر سنائی....!"

"بس اب جاؤ.... مجھے نیند آرہی ہے۔!" مونی سارو نے کہا اور طویل جماہی لی۔

عمران اپنے کمرے میں واپس آیا۔ جیمسن بستر پر پڑا سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔

"اٹھو.... اور نکل چلو.... اس سے پہلے ہم میک اپ کریں گے۔ میں نے کچھ تھوڑا سامان یہاں سے حاصل کرلیا ہے۔!"

"اب کہاں جائیں گے....؟"

"دوسرے ہوٹل میں.... وہاں کمرہ بک کرا چکا ہوں۔!"

"وہ یہیں رہے گی۔!"

"اس کی لاعلمی میں ہم یہاں سے جا رہے ہیں....!"

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں کمرے سے نکلے تھے اور فارسیو کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

عمران کے بیان کے مطابق یہاں ان کے لئے ایک کمرہ پہلے ہی سے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

اب عمران نے فون پر اولیاری سے رابطہ قائم کیا۔!

"کہاں ہو....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"پالاؤ میں......ہوٹل فارسیو......کمرہ نمبر گیارہ......وہ سیسل کے کمرہ نمبر آٹھ میں سو رہی ہے۔ تمہاری تلوار اسی کے قبضے میں ہے اور میں نے اُسی کے ہاتھوں تمہارے دشمن کو قتل کرا دیا ہے۔!"

"خدا کی پناہ....!"

"حیرت ظاہر کرنے میں وقت نہ ضائع کرو.... فوراً فورس لے کر پہنچنے کی کوشش کرو اور ہاں اپنے ماتحتوں کی دو عدد وردیاں بھی لیتے آنا.... ناپ لکھو....!"

پھر وہ اسے وردیوں کی پیمائش لکھواتا رہا تھا اس کے بعد بولا۔

"دراصل تمہارے قریب رہ کر یہ کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ ہم دو آدمی ہیں۔!"

"بہت اچھا.... دو گھنٹے کے اندر اندر پہنچ رہا ہوں....!"

"سیدھے فارسیو آنا....!"

"بہت اچھا....!"

جیمسن کو اس کا علم نہیں تھا کہ عمران کیا کرتا پھر رہا ہے۔ بہر حال واپسی پر عمران نے اسے سوتا ہوا پایا تھا۔

اولیاری اپنے قول کے مطابق ٹھیک دو گھنٹے بعد فارسیو میں پہنچ گیا تھا تب جیمسن کو حالات کا علم ہو سکا۔ اولیاری کی لائی ہوئی وردیاں انہوں نے پہنی تھیں اور اس کے ماتحتوں میں شامل ہو کر سیسل جا پہنچے تھے۔ ہوٹل کا محاصرہ کر لیا گیا۔

"اب اس تک میری رہنمائی کرو....!" اولیاری نے عمران سے کہا۔

"بس میں اور تم ہی چلیں گے۔ بقیہ لوگوں کو یہیں چھوڑ دو....!"

وہ کمرہ نمبر آٹھ کے سامنے رکے تھے۔ دروازہ بند تھا۔!

"سنیٹر قصاب زادہ کا نام بھی مت لینا۔ فی الحال اس جرم میں گرفتار کرو کہ تمہاری مسروقہ تلوار اس کے پاس سے برآمد ہوئی ہے۔!"

"اچھی بات ہے....!"

عمران نے دروازے پر دستک دی۔ لیکن فوری طور پر جواب نہ ملا۔ پھر وہ دروازہ پیٹتا ہی چلا گیا۔ ہوٹل کا منیجر اور ہیڈ ویٹر بطور گواہ بلوائے گئے تھے اور ان کے قریب ہی موجود تھے۔

مونی سارو شائد سو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"کون ہے....؟"

"دروازہ کھولو....!" عمران آواز بدل کر بولا۔

دروازہ کھلا تھا اور مونی سارو نیم برہنہ حالت میں سامنے کھڑی نظر آئی تھی۔ انداز جارحانہ تھا لیکن اولیاری پر نظر پڑتے ہی پیچھے ہٹتی چلی گئی۔

وہ چاروں اندر داخل ہوئے تلوار سامنے ہی میز پر رکھی ہوئی تھی۔

"میں تمہیں اس جرم میں زیرِ حراست لیتا ہوں مونی سارو....!" اولیاری نے تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا مطلب....؟"

"یہ تلوار میرے اسلحہ خانہ سے چرائی گئی تھی۔!"

"میں نہیں جانتی.... یہ یہاں کیسے پہنچی....!"

"خاموشی سے بیٹھ جاؤ....!" اولیاری نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

مونی سارو کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔

اولیاری نے رپورٹ لکھنی شروع کی تھی اور پھر اس پر دونوں گواہوں کے دستخط لئے تھے۔

"تم پچھتاؤ گے اولیاری....!" مونی سارو مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں بولی۔

"اب بتاؤ کہ لوبو فوناٹا کہاں ہے۔!"

"میں کسی لوبو فوناٹا کو نہیں جانتی اور نہ یہی جانتی ہوں کہ یہ تلوار یہاں تک کیسے پہنچی۔!"

"خیر.... اب تم اول بیا چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ....!"

"ضرور... ضرور... لیکن جیسے ہی تم مجھے عدالت میں پیش کرو گے تمہارا جہاز ڈوب جائے گا۔!"

اولیاری کچھ نہ بولا۔

جس کار میں وہ اول بیا کی طرف روانہ ہوئے تھے اسے جیمسن ڈرائیو کر رہا تھا اور پچھلی نشست پر عمران اور اولیاری کے درمیان مونی سارو بیٹھی ہوئی تھی۔ ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے اور پیشانی کی نخوت آمیز شکن اور واضح ہو گئی تھی۔

دفعتاً اولیاری بولا۔ "مونیکا ڈیئر کھیل ختم ہو چکا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ اچھل پڑی۔

"تمہارا میک اپ ناقص ہے....!"

"پرواہ نہیں.... لیکن میرے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ گے اولیاری....!" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"کیا اس لئے کہ تم کبھی کبھی میرے بستر پر سو جایا کرتی تھیں۔!"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو....!" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"یہی کہ بستر کے فریم کے درمیان جو کچھ بھی تھا کبھی کا ضائع کیا جا چکا ہے۔ اس لئے تم جہنم میں جاؤ گی۔!"

"اوہ.... اوہ....!" وہ آنکھیں بند کر کے ڈھیلے ڈھالے انداز میں پشت گاہ سے ٹک گئی۔

عمران نے معنی خیز نظروں سے اولیاری کی طرف دیکھا تھا اور اولیاری کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

دفعتاً مونیکا نے اوبکائی لی۔

"روکو.... روکو.... مجھے قے ہو گی۔!" کہہ کر اس نے پھر اوبکائی لی تھی۔

"روک دو گاڑی....!" اولیاری نے جیمسن سے کہا اور بائیں جانب سمٹ گیا۔ جیمسن نے گاڑی روک دی۔ ماتحتوں کی گاڑی بھی رک گئی تھی۔ مونی سارو کی حالت خراب تھی اور اوبکائیاں کسی طرح رکنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ دونوں نے سہارا دے کر اسے گاڑی سے اتارا اور سڑک کے کنارے ایک جگہ بیٹھ گئی۔

وہ مسلسل اوبکائیاں لئے جا رہی تھی۔ دفعتاً اٹھ کر بھاگی۔

"ارے.... ارے....!" دونوں کی زبان سے بیک وقت نکلا تھا۔ پھر قبل اس کے کہ وہ سنبھلتے مونیکا مونی سارو نے سینکڑوں فٹ گہری کھڈ میں چھلانگ لگا دی۔

طویل چیخ کی بازگشت سناٹے میں لہراتی چلی گئی۔

"یہ.... یہ.... تو بہت بُرا ہوا....!" اولیاری بولا۔

عمران خاموشی سے گاڑی کی طرف مڑ گیا تھا۔

وہ اول بیا پہنچے تھے اور اولیاری نے ضابطے کی کارروائی شروع کر دی تھی۔

ولاڈیا جینز پر چھاپہ مار کر اسے بند کر دیا گیا وافر مقدار میں منشیات برآمد ہوئی تھیں۔ لیکن سنیٹر کے بارے میں مکمل خاموشی تھی۔ اس کے آدمیوں نے شائد اس کی لاش ٹھکانے لگا دی تھی مونی سارو سے حاصل کی ہوئی معلومات عمران نے اولیاری تک پہنچا دی تھیں اور اب بانسوں کی اس کھیپ کا انتظار تھا جو دو دن بعد کیپوسٹانامی بندرگاہ پر پہنچنے والی تھی۔

"آخر تم بانسوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔!" اولیاری نے عمران سے کہا۔

"بس دیکھ لینا.... شائد میرے شبہے کی تصدیق ہو جائے۔!"

"شاید تم یہ چاہتے ہو کہ گانجہ بانسوں ہی میں بھر کر بھیجا جاتا ہے۔!"

"ایسی صورت میں جبکہ بانسوں کی ایک کھیپ گانجہ دیش سے آ رہی ہے۔ میں یہی سوچوں گا۔!"

"خیر اسے بھی دیکھ لیں گے۔!"

عمران کا خیال غلط نہیں نکلا تھا۔ بانسوں کے خول سے کئی من گانجہ برآمد ہوا۔ مال سنیٹر کا تھا۔ اس لئے پولیس نے اس سے رجوع کرنا چاہا۔ لیکن اس کا کہیں پتا نہ تھا ملازمین بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔

دوسرے دن کے اخبارات کی شہ سرخیاں سنیٹر قصاب زادہ کی پراسرار روپوشی ہی سے متعلق تھیں۔ اخبارات نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ اپنے بارے میں اتنے بڑے انکشاف کے بعد روپوش ہو گیا۔ بہر حال پولیس اس کی تلاش کرتی رہی تھی۔

مونیکا کی موت کے بعد منشیات کے دوسرے اڈے روشنی میں نہ آ سکے۔ سنیٹر کے ملازمین نے قطعی طور پر خاموشی اختیار کر لی تھی ان میں کوئی بھی زیر حراست نہ لیا جا سکا کیونکہ ان کے خلاف کچھ بھی نہیں ثابت ہو سکا تھا۔

خود اولیاری اپنے طور پر سنیٹر کی موت کا اعلان نہیں کر سکتا تھا۔

"میں تمہارا مشکور ہوں عمران.... دوست....!" اولیاری اس کا شانہ دبا کر بولا۔

"بس.... بس.... زیادہ نہیں.... بہر حال اب تم ہماری چرس سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرو گے۔!" عمران بولا۔

"آہا.... خوب یاد آیا۔ تمہارے ان دونوں قیدیوں کا کیا کیا جائے۔!"

"چڑھا دو پھانسی پر....!"

"نہیں.... میں سوچ رہا ہوں کہ انہیں رہا کر کے یہاں سے نکل جانے کا نوٹس دے دوں اور آئندہ کے لئے ان کے سارڈینیا میں داخلے پر پابندی لگا دوں۔"

"جو مناسب سمجھو.... تمہارا اپنا معاملہ ہے۔!"

"پھر بھی مجھے بتاؤ کہ تمہارے لئے کیا کروں تم نے مجھے ایک بہت بڑی الجھن سے نجات دلائی ہے۔!"

"بس دعا کرو.... میرے لئے.... اور ہاں ٹھہرو.... اپنی بیوی کو ان معاملات کی ہوا بھی نہ لگنے دینا.... ورنہ پچھتاؤ گے۔!"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں کہ عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں۔!"

کتنے دنوں میں جان سکے تھے یہ بات....؟"

اولیاری کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا تھا۔ "اب کیا پروگرام ہے۔!"

"چلو کہیں باہر چلتے ہیں۔ تفریح کے لئے دو ہفتے کی چھٹی لے لوں گا۔!"

"نہیں.... فی الحال یہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ میں ڈولمائیٹس کی طرف نکل جاؤں گا۔ اس بار کئی ہفتے "اسکی انگ" کرنے کا ارادہ ہے۔!"

"اگر یہی خیال ہے تو کورٹیناڈی ایمپیسز و جاؤ.... میں کچھ تعارفی خطوط دے دوں گا۔!"

"تعارفی خطوط میرے لئے وبال جان بن جاتے ہیں اس لئے تمہارا بہت بہت شکریہ۔ دیکھ لوں گا کہ خود اپنے لئے کیا کر سکتا ہوں۔!"

❂

عمران انہیں گھورے جا رہا تھا اور وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ دفعتاً اس نے کہا۔

"تم دونوں کو سزا ضرور ملے گی۔ لیکن یہاں نہیں گھر پہنچ کر کم از کم تین دن تک الٹا لٹکائے رکھوں گا۔!"

"ب.... باس....!" جوزف ہکلایا۔ "جیمسن کا کوئی قصور نہیں میں نے ہی اسے تمہارے تعاقب پر مجبور کیا تھا۔"

"اچھا تو صرف تم ہی تین دن الٹے لٹکے رہو گے۔!"

"تمہارے لئے تیس دن تک الٹا لٹکا رہ سکتا ہوں کبھی آزماؤ تو اپنے اس غلام کو....!"

"دیکھوں گا.... دیکھوں گا۔!" وہ اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"آخر ہماری وجہ سے کیا نقصان پہنچا ہے آپکو۔!" جیمسن نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"میری پوری اسکیم چوپٹ ہو گئی تمہاری حماقت کی وجہ سے۔ اگر میرا نجی معاملہ نہ ہوتا تو یہیں تمہیں سخت ترین سزا مل جاتی۔ اگر تم اس رات پکڑے نہ جاتے تو کسی دشواری کے بغیر سنیٹر میرے قابو میں آجاتا اور پھر پورے سارڈینیا میں منشیات کا ایک بھی اڈہ باقی نہ بچتا۔ سنیٹر اور مونیکا کی موت نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔!"

"اول بیا کا اڈا تو ختم ہی ہو گیا۔!"

"ہاں اسے ختم ہی ہونا تھا....!"

"تو آپ نے یہ درد سر محض دوستی کی بناء پر مول لیا تھا۔!"

"یہی سمجھ لو....! ورنہ مجھے چرس یا گانجے سے کیا سروکار....!"

یہ تینوں اس وقت ہوٹل ویشیو میں جوزف کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پروگرام بن رہا تھا کہ جوزف اور جیمسن تو وطن واپس جائیں گے اور عمران مزید تین ہفتے کی چھٹیاں اٹلی ہی کے کسی حصے میں گزارے گا۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ چونک پڑے پھر جیمسن نے اٹھ کر دروازہ کھولا تھا۔ سامنے ہی دو شلوار سوٹ نظر آئے جن کی وجہ سے اتنا بکھیڑا ہوا تھا۔

"سامالیکم جی....!" معمر آدمی نے بڑے ادب سے عمران کو سلام کیا تھا۔

"آؤ.... جی پہلوان کہو.... کیا رنگ ہیں....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

دونوں اندر آ گئے۔ نوجوان بالکل خاموش تھا۔ معمر آدمی نے کہا۔

"اولیاری صاحب نے بھیجا ہے.... جی....!"

"پھر....؟"

"بس جی گانجے کا کباڑا ہو گیا لیکن اب چرس بھی نہیں چلے گی۔!"

"نہ چلے جی.... یہی کیا کم ہے کہ ہم سب نے مل کر ایک قومی خدمت کر ڈالی اور جی ہمیں معاف کر دو تم بھی ہمارے ہی ملکی ہو۔ اولیاری صاحب نے بتایا ہے۔!"

"ہاں پہلوان ہم سبھوں کو اللہ معاف کرے۔!"

"ضرور معاف کرے گا جی ہم نے گانجہ دیش کو پچھاڑا ہے۔ اور جی ہم اولیاری صاحب کی مدد کریں گے ہم جانتے ہیں کہ پورے سارڈینیا میں کہاں کہاں گانجہ فروشی ہوتی ہے اسی لئے تو اولیاری صاحب نے بھیجا ہے کہ ہم تم سے بات کریں۔!"

"اولیاری صاحب سے کہہ دینا.... اب بس.... اب مکھیاں آپ ماریں اور تم ان کی مدد کرو۔!"

"پہلوان جی چرس کے لئے سفارش کر دو.... تم تو دوست ہو اُن کے۔!"

"بس چلے جاؤ.... پہلوان جی ورنہ ایسا دھوبی پاٹ ماروں گا کہ دن کو تارے نظر آجائیں گے۔!"

"وہ ہی ہی ہی....!" کر کے خاموش ہو گیا۔ جیمسن کبھی حیرت سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگتا اور کبھی عمران کی طرف۔

ختم شد

عمران سیریز نمبر 80

معصوم درندہ

(مکمل ناول)

پیشرس

معصوم درندہ حاضر ہے۔ درندہ ہے تو کسی قدر سنجیدگی سے پیش کیا گیا ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی اصل متاثر ہو جائے۔

ذرا دیکھئے کہ عمران صاحب نے برفیلے میدانوں میں کیسے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جاسوسی دنیا کے ناول "زہریلا سیارہ" کے لئے تجاویز موصول ہونی شروع ہوگئی ہیں۔ یقین کیجئے کہ باری باری سے آپ سب کی تشفی کردی جائے گی۔

چلئے "دھاکہ" بھی کم از کم کراچی اور حیدر آباد میں ریلیز ہوگئی۔ پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا شکریہ! بھائی میں اس فلم کا پروڈیوسر نہیں ہوں۔ میں نے صرف کہانی اور منظر نامہ تحریر کیا تھا۔ مولانا

ہی اس فلم کے پروڈیوسر ہیں۔ رہی پبلسٹی تو پھر کس کے نام سے کراتے؟

اور یقین کیجئے کہ میں آپ کی مبارک باد مولانا ہی "جیمسن" تک ضرور پہنچادوں گا۔ بہر حال آپ سب نے انہیں متفقہ طور پر جیمسن تسلیم کرلیا ہے۔ (عین میرے لکھے ہوئے کردار کے مطابق)

"فریدی پسندوں" کو ایک بار پھر یقین دلاتا ہوں کہ "زہریلا سیارہ" کی کہانی انہیں ضرور پسند آئے گی۔ فریدی کو وہ جس انداز میں دیکھنا چاہتے ہیں اسی انداز میں نظر آئے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حمید صاحب کیسے کیسے گل کھلاتے ہیں۔ بہت دنوں سے اونگھ رہے تھے۔ اچانک چونکے ہیں آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ حمید صاحب محض ہیرا پھیری میں پڑے رہتے ہیں۔ اس کہانی میں دیکھئے گا کہ وہ کتنے چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ اس میں انہوں نے خود بھی کچھ فیصلے کئے ہیں۔ فریدی کی انگلی ہی پکڑ کر چلنے کی کوشش نہیں کی۔

والسلام

۲۱/دسمبر ۱۹۷۴ء

جیسے ہی کیبل کار تیسرے کٹاؤ میں داخل ہوئی۔ سونیا کا دل دھڑکنے لگا۔ کوئی نہ کوئی مسافر ضرور ہوگا اور اس کیلئے فوری طور پر چائے یا کافی تیار کرنی پڑے گی۔ اس کا چھوٹا سا اقامتی ہوٹل تیسرے کٹاؤ ہی کے قریب واقع تھا جسے متوسط درجہ کے ٹورسٹ نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔

سردی شباب پر تھی۔ صبح خاصی برف باری ہوئی تھی اور پھر اُس کے بعد شمال سے تیز ہواؤں کے جھکڑ آئے تھے اور زمین پر پڑی ہوئی برف سخت ہوگئی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ اس کی پریشانی کی وجہ نہیں تھے۔

یہ چھوٹا سا ہوٹل اسلئے کورٹینا ڈی ایمپیزو میں مشہور تھا کہ اسکے باپ اور بھائی "اس کی انگ" کے ماہر تھے اور خراب سے خراب موسم میں بھی مسافروں کو "اس کی انگ" کرادیا کرتے تھے۔

آج بھی یہی ہوا تھا۔ اس کا باپ ایک امریکی کو "اس کی انگ" کرانے لے گیا تھا اور بعد میں معلوم ہوا تھا کہ آج وہ شاید ہی واپس آسکے۔ کسی نے اُن دونوں کے جانے کے بعد سونیا کو اسی کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس کے باپ کے کچھ دشمن اُن دنوں ڈی ایمپیزو میں ٹھہرے ہوئے تھے اور غالباً موقع کے منتظر بھی تھے۔

بھائی کہیں اور گیا ہوا تھا اور شام سے قبل اس کی واپسی ناممکن تھی۔

ہوٹل میں اس وقت بھی سات مسافر موجود تھے جن میں پانچ مرد اور دو عورتیں تھیں۔

آٹھواں امریکی اس کے باپ کے ساتھ "اسکی انگ" کے لئے گیا ہوا تھا۔

سونیا بے حد پریشان تھی اور اس وقت کسی نویں مسافر کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن

وہ کیا کرتی کہ نویں مسافر کے ساتھ اس کا بھائی بھی کمرے میں داخل ہوا تھا اور اس نے اس کا سوٹ کیس بھی اٹھا رکھا تھا۔ سونیا اس کی طرف جھپٹی اور جلدی جلدی اُسے بتانے لگی۔

"اوہ.... وہم ہے تمہارا....!" بھائی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں....!"

"سمجھ جاؤں گا.... پہلے تم اس شریف آدمی کے لئے گرما گرم چائے تیار کردو....!"

"تمہارا دوست نہیں ہے۔!"

"نہیں کیبل کار پر ہم دونوں ساتھ ہی ساتھ سوار ہوئے تھے۔ ایشیائی ہے شریف اور بے ضرر آدمی معلوم ہوتا ہے۔!"

سونیا نے نووارد کو غور سے دیکھا جس کے چہرے پر بڑی خوبصورت سی حماقت چھائی ہوئی تھی۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے پالنے سے اٹھ کر سیدھا اسی طرف چلا آیا ہو۔

"میں بہت پریشان ہوں ٹونی.... تم سمجھتے کیوں نہیں....!"

"اچھی بات ہے.... میں خود ہی کچن میں جارہا ہوں۔ چلو میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھادوں۔!"

ٹونی نے نووارد کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔ وہ اُسے اپنے ساتھ لے گیا اور سونیا وہیں کھڑی رہی۔ ٹھیک اسی وقت رسکیو پارٹی کی ایک گاڑی صدر دروازے کے قریب رکی تھی اور عملے کا ایک آدمی گاڑی سے اتر کر اندر داخل ہوا تھا۔

"سونیا.... میں شدت سے کسی گرم مشروب کی ضرورت محسوس کررہا ہوں۔!" اس نے سونیا کی طرف دیکھے بغیر کہا اور بڑی میز کے قریب ایک کرسی سنبھال لی۔

"اس وقت میں کچھ نہ کرسکوں گی.... ٹونی کچن میں ہے تم بھی سیدھے وہیں چلے جاؤ۔!"

"آج یہاں سے کوئی شمال مشرق کی طرف تو نہیں گیا....؟" دفعتاً اجنبی نے پوچھا اور سونیا بے ساختہ چونک پڑی۔

"کک.... کک.... کیوں....!"

"کچھ دیر پہلے اُدھر فائروں کی آوازیں سنی گئی ہیں۔!"

"خدا خیر کرے.... پاپا اُدھر ہی گئے تھے۔!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ پھر ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ "ٹونی.... ٹونی.... خدا کے لئے اندر آؤ۔!"

دوسرے ہی لمحے میں ٹونی دوڑ آیا تھا۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا.... اوہ سی نور ڈی مورا....!"

"اُدھر گولیاں چلی ہیں....!"

"شمال مشرق کی طرف.... پاپا اُدھر ہی گئے تھے۔!"

"ایسے موسم میں گئے ہی کیوں....!" ڈی مورا بولا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا....؟" ٹونی نے سونیا کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ڈی مورا نے بتایا ہے۔!"

"تب تو ٹھیک ہی ہوگا....!"

"ایسے موسم میں تو میں بھی اُدھر جانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔!" ڈی مورا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "تمہارا دل چاہے تو گاڑی لے جاؤ... میں جواب دہی کر لوں گا۔ اگر کوئی بات آپڑی۔"

"اب تو جانا ہی پڑے گا....!" ٹونی پر تشویش لہجے میں بولا۔ "اچھا میں گاڑی لے جا رہا ہوں۔!"

"تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گی۔!" سونیا بول پڑی۔

"پھر کون جائے گا میرے ساتھ....!" وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

سارے مسافر کمرے ہی میں اکٹھا ہو گئے تھے۔ ان میں ٹونی کے ساتھ والا مسافر بھی شامل تھا اور بڑی معصومیت سے ایک ایک کی شکل دیکھے جا رہا تھا۔ سب خاموش کھڑے رہے۔ کسی نے بھی ٹونی کے ساتھ جانے کی پیشکش نہ کی۔

"میں چل رہی ہوں....!" دفعتاً سونیا بولی۔

"تم کیا کر لو گی....!"

"کچھ بھی نہیں لیکن مجھے اطمینان تو رہے گا کہ تم تنہا نہیں ہو۔!"

"اچھا.... اچھا.... میرا.... "اس کی انگ" کا سامان تو نکلواؤ....!" ٹونی نے کہا۔

"اور ایک سیٹ میرے لئے بھی۔!" دفعتاً نواں مسافر آگے بڑھ کر بولا۔

"کک.... کیوں....!" سونیا ہکلائی۔

"میں جاؤں گا ٹونی کے ساتھ....!"

"ارے.... تم....!"

"ہاں کیوں نہیں.... میں کسی ریگستان سے تو نہیں آرہا میرے ملک میں بھی پہاڑ ہیں۔ ان پر بھی برف گرتی ہے۔ وہاں بھی "اسکی انگ" ہوتی ہے۔!"

"لیکن تم؟"

"پرواہ مت کرو.... ایک سیٹ میرے لئے بھی منگواؤ....!"

"تم بہت تھکے ہوئے ہو.... تمہیں آرام کی ضرورت ہے.... ایک کپ چائے بھی تو ابھی تک نصیب نہیں ہوئی تمہیں۔!"

"تھرموس میں بھر لیں گے چائے.... اور راستے میں پی لیں گے۔!"

"میں ابھی تھرموس تیار کرتی ہوں....!" سونیا کچن کی طرف دوڑ گئی۔

ڈی مورا اُن کے قریب آکھڑا ہوا تھا اور احمق مسافر کو گھورے جا رہا تھا۔

"تم نہیں جانتے کہ کہاں جا رہے ہو....!" دفعتاً اس نے عمران کو مخاطب کیا۔

"ٹونی تو جانتا ہے۔!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

برف پر چلنے والی گاڑی میں سامان سفر رکھ دیا گیا اور وہ دونوں باہر نکلے۔ ڈی مورا کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب اپنی پیشکش پر پچھتا رہا تھا۔

"ڈی مورا تمہاری چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔!" سونیا بولی۔

"اُو.... ہاں....!" وہ چونک پڑا۔

ٹونی نویں مسافر کا بازو پکڑے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ ابھی ٹونی نے اسٹیئرنگ بھی نہیں سنبھالا تھا کہ ڈی مورا دوڑتا ہوا آیا اور ٹونی کو گاڑی سے متعلق ہدایات دیتا ہوا بولا۔ "مجھے غلط نہ سمجھنا ٹونی.... دراصل صبح سے میرے سینے میں ہلکا ہلکا درد ہو رہا ہے۔!"

"اُوہ تم اس کی پرواہ مت کرو ڈی مورا۔ گاڑی بحفاظت تمام واپس آئے گی اور ہاں تم یہیں آرام کرو.... سونیا سے کہنا کمرہ کھلوا دے گی۔!"

"شکریہ ٹونی.... تم ایک فراخ دل باپ کے بیٹے ہو....!"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

"تمہارا نام کیا ہے دوست....!" دفعتاً ٹونی نے نویں مسافر سے پوچھا۔

"عمران....!"

"تم مجھے بہت نیک دل آدمی معلوم ہوتے ہو۔!"

"صرف نیک دل ہوں.... آدمی نہ کہو مجھے۔!"

"کیوں....؟ کیوں....؟"

"اس لئے کہ آدمی نہیں ہوں۔!"

"بھوت ہو.....!" ٹونی ہنس پڑا۔

"یہی سمجھ لو.....!"

"کیا پہلے بھی کبھی اُدھر آچکے ہو۔!"

"کبھی نہیں....!"

"پھر بھی میرے ساتھ جانے پر تیار ہوگئے.....!"

"آدمی نہیں ہوں.... اسی لئے تو کچھ سوچے سمجھے بغیر تیار ہوگیا تھا۔!"

"کچھ بھی ہو ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہو..... یہی بہت بڑی بات ہے اس زمانے میں.... نے دیکھا تھا کہ ڈی مورا بھی پیچھے ہٹ گیا۔!"

"قصہ کیا ہے....؟"

"بہت پرانی رنجشوں کی کہانی ہے۔ میرا باپ یہی کہتا ہے۔!"

"تو کیا وہ دشمن کبھی کبھی کوریٹنا آتے ہیں.....!"

"شائد یہی بات ہے۔!" ٹونی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔"سونیا اس سلسلے میں شائد سے زیادہ جانتی ہے۔ وہ میری سوتیلی بہن ہے نا..... باپ اسے بہت چاہتا ہے۔!"

گاڑی کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ ان کا رخ شمال مشرق کی طرف تھا۔

"اس کی انگ.... کیسی کر لیتے ہو.....!"

"خاصی ہے..... تم فکر نہ کرو..... میرا بار تمہیں نہ اٹھانا پڑے گا۔!"

"موسم زیادہ خراب ہو تو دشواریوں کا سامنا ہو جاتا ہے۔!"

"دیکھا جائے گا..... کیا اب میں تھرموس سے چائے انڈیل سکتا ہوں۔!"

"اُوہو..... ضرور میں تو بھول ہی گیا تھا دوست..... معاف کرنا۔!"

"تمہارے باپ کی تو ساری زندگی ہی یہیں گذری ہوگی۔!" عمران نے چائے انڈیلتے ہوئے پوچھا

"ظاہر ہے.....!"

"تو اس سے پہلے بھی ایسے واقعات پیش آئے ہوں گے۔!"

"ضرور آئے ہوں گے۔!"

"تمہیں علم نہیں۔!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دیکھو دوست میرا باپ اپنے نجی معاملات میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔ ویسے سونیا سب کچھ جانتی ہوگی۔ مجھے یقین ہے۔!"

"اتنا ہی چاہتا ہے سونیا کو.....!"

"ہاں..... وہ میری مرحومہ ماں کی ہمشکل ہے نا.....!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے باپ نے محبت کی تھی۔!"

"اس میں تو شک نہیں.....!"

"میرا خیال ہے کہ گاڑی روک کر تم بھی ایک کپ پی لو.....!"

"ہاں ٹھیک ہے۔!" ٹونی نے کہا اور گاڑی روک دی۔ عمران نے اس کے لئے بھی چائے انڈیلی تھی۔ ٹونی گھونٹ لے کر بولا۔"اس موسم میں میرے باپ کے علاوہ اور کوئی اس قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے بہت سے لوگوں کو برف پر دوڑتے دیکھا تھا۔!"

"موسم خراب ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ وہ موسم خراب ہونے کے بعد گیا ہے۔ برف کے طوفان میں وہ باہر نکلا تھا۔ یہ امریکن بھی بڑے خبطی ہوتے ہیں۔ اگر وہ میرے باپ کو مجبور نہ کرتا تو.....!"

"کپ خالی کر کے اُس نے پھر انجن اسٹارٹ کیا.... گاڑی بڑھتی رہی برف باری کچھ دیر سے رکی ہوئی تھی۔"

"ہم غالباً شمال مشرق ہی کی طرف جا رہے ہیں۔!" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"نہیں! شمال کی طرف... آگے چل کر مشرق کی طرف مڑیں گے... پینتالیس کے زاویئے سے..... اُوہ.... وہ دیکھو.... تین آدمی ادھر ہی آرہے ہیں۔!"

"رک کر دیکھ لو.... شائد.....!" عمران نے کہا اور ٹونی نے گاڑی روک دی۔ تین آدمی اسی

سمت دوڑے آ رہے تھے۔ ٹونی گاڑی سے کود گیا عمران بھی اترا تھا۔

"اُوہو.... ان میں سے تو ایک وہی امریکن ہے لل.... لیکن پاپا....!" ٹونی بڑبڑایا۔

"کیا وہ ان میں نہیں ہے....؟"

"نہیں....؟"

"اُوہ.... اچھا انہیں قریب آنے دو....!"

"یہ دونوں بھی میرے لئے اجنبی ہیں۔ شائد کسی دوسرے ہوٹل کے مسافر ہیں۔!"

اُن کے قریب پہنچ کر وہ رکے تھے اور ٹونی نے چھوٹتے ہی امریکن سے اپنے باپ کے متعلق پوچھا تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا.... دو تین فائر ہوئے تھے اور پھر تمہارا باپ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔!"

ٹونی نے سوالیہ نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

"یہ ہمیں برف کے تودے میں دفن ملے تھے۔ ایک ہاتھ اوپر نکلا رہ گیا تھا اسی بناء پر....!"

"بہت جلد اس قابل بھی ہوگئے تم کہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکو....!" ٹونی نے امریکن کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آدھے گھنٹے تک بیہوش رہے تھے۔!" ایک ساتھی بولا۔

"مجھے بتاؤ کہ فائر کہاں ہوئے تھے....؟" ٹونی نے امریکن کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس ویرانے میں اجنبی ہوں.... اچھے لڑکے....!" امریکن کراہتا ہوا بولا۔

"میری نیت پر شبہہ مت کرو.... پھر میں تمہارے باپ کا دشمن کیونکر ہو سکتا ہوں جبکہ پہلی بار ہماری ملاقات ہوئی ہے۔!"

"کیا تم کوشش کے باوجود بھی اس جگہ کی نشاندہی نہیں کر سکتے جہاں فائرنگ ہوئی تھی۔!"

"اوہ.... خدایا.... کچھ کچھ یاد تو آ رہا ہے.... شائد تین نوکوں والی چٹانوں کے قریب۔ ہاں ہاں.... وہ چٹان مجھے عجیب لگی تھی۔!"

"میں سمجھ گیا....!" ٹونی سر ہلا کر بولا اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا خیال ہے....؟" عمران نے پوچھا۔

"ان تینوں کو یہیں گاڑی میں چھوڑ کر ہم دونوں چلتے ہیں.... لیکن ایک بار پھر سوچ لو۔ یہاں سے ہم "اسکی انگ" کرتے ہوئے جائیں گے۔!"

"اچھا تو میں پہنتا ہوں.... اپنی اسکینز....!" عمران بولا۔

تین چار منٹ کے اندر ہی اندر دونوں تیار ہو گئے تھے۔

"ہماری واپسی تک تم تینوں یہیں ٹھہرو گے....!" ٹونی نے اُن سے کہا۔

"میں رک جاؤں گا....!" امریکن بولا۔ "لیکن تم ان دونوں شریف آدمیوں کو اس پر مجبور نہیں کر سکتے۔!"

"نہیں.... ہم ضرور رکیں گے....!" دونوں نے بیک وقت کہا تھا۔

دونوں آگے پیچھے روانہ ہوئے تھے۔ ابتداء میں عمران کی رفتار سست رہی تھی۔ پھر اُس نے جلد ہی ٹونی کو جالیا۔

"کوئی دشواری تو محسوس نہیں ہو رہی....؟" ٹونی نے چیخ کر پوچھا۔

"بالکل نہیں.... تم مطمئن رہو....!" عمران نے جواب دیا۔

"مجھ سے کسی قدر فاصلہ برقرار رکھو.... ٹونی نے کہا۔

"بہت اچھا....!" عمران نے اپنی رفتار کسی حد تک کم کر دی۔

پھر کچھ دیر بعد وہ اُس سے قریباً دو سو گز پیچھے تھا۔

مشورہ مناسب ہی تھا۔ دوڑ جاری رہی۔ کئی جگہ انہیں لمبی چھلانگیں بھی لگانی پڑی تھیں۔ بالآخر کچھ دیر بعد ٹونی نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا تھا۔ عمران اس کے قریب ہی جا کر رکا تھا۔

"وہ رہی تین نوکوں والی چٹان....!" ٹونی ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"یعنی یہیں تین فائر ہوئے تھے۔!" عمران بڑبڑایا۔

"ان کے بیان کے مطابق یہی جگہ ہو سکتی ہے۔!"

"تو پھر تلاش کا آغاز یہیں سے ہونا چاہئے....!" عمران بولا۔

"سوال تو یہ ہے کہ کریں کیا.... کیا میں اسے آوازیں دوں۔!" ٹونی نے الجھ کر کہا۔

"کہیں وہ بھی اسی امریکن کی طرح بیہوش نہ ہو گئے ہوں۔"

"تب تو منوں برف کے نیچے کہیں نہ کہیں دفن ہی ہو گیا ہوگا۔!"

دفعتاً ٹونی نے اپنے باپ کو آوازیں دینی شروع کردی تھیں۔ اس کا اضطراب بڑھتا جارہا تھا

"اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔!" عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ تلاش کرو
اگر اس جگہ زخمی بھی ہوں گے تو پھسلتے ہوئے نیچے چلے گئے ہوں گے۔!" اس نے سامنے
طویل نشیب کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"چھلانگیں لگانی پڑیں گی۔!" ٹونی بولا۔

"لگائیں گے.... چلو پیچھے ہٹ چلو.... کم از کم دو فرلانگ پیچھے وہاں سے اسٹارٹ لے
چھلانگیں لگائیں گے۔!"

"تم خاصی معلومات رکھتے ہو....!"

"ہر سال سوئٹزرلینڈ جاتا ہوں.... اس بار ادھر آنکلا۔!" عمران نے کہا۔

پھر وہ وہاں سے قریباً دو ڈھائی فرلانگ پیچھے ہٹ آئے تھے۔ پھر دوڑ لگا کر نشیب
چھلانگیں لگائی تھیں۔ عمران تو سنبھل گیا تھا لیکن ٹونی دور تک لڑھکتا چلا گیا تھا۔ پھر وہ سنبھل
پلٹا اس نے دیکھا کہ عمران برف سے کوئی چیز نکالنے کی کوشش کررہا ہے.... وہ اس کے قر
پہنچا.... یہ ایک خون آلود رومال تھا۔

"خدا کی قسم یہ پاپا کا ہے....!" ٹونی بدحواس ہوکر بولا۔

"اوہ.... تو پھر.... تو پھر....!"

ٹونی دیوانہ وار اُسی جگہ اسٹک سے برف ہٹانے لگا تھا لیکن خاصا گہرا گڑھا بنا لینے کے بعد
وہاں کچھ نہ مل سکا۔

"ہم وقت ضائع کررہے ہیں....!" عمران بڑبڑایا۔

"پھر بتاؤ کیا کریں۔!" ٹونی مضطربانہ انداز میں بولا۔ پھر سیدھا کھڑا ہوکر چاروں طرف
دوڑانے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں آس پاس کہیں ایک لکڑی کا مکان ہے۔!" اُس نے کچھ دیر بعد

"وہاں کون رہتا ہے....؟"

"کوئی بھی نہیں.... میں نے اُسے ہمیشہ ویران ہی دیکھا ہے۔ کبھی کبھی برف کے ط
میں گھر جانے والے وہاں پناہ لیا کرتے ہیں۔!"

"چلو تو وہ مکان ہی تلاش کریں.... ہوسکتا ہے.... زخمی ہوجانے کے بعد وہاں انہوں نے
پناہ لی ہو۔!"

"چلو....!"

انہوں نے پھر ایک جانب دوڑ لگائی تھی۔ ٹونی آگے تھا اور عمران اس سے چند قدم پیچھے
تھوڑی ہی دیر بعد انہیں وہ عمارت دکھائی دے گئی تھی۔

"ٹھہرو....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اُس تودے کی اوٹ سے۔!"

ٹونی رکتے رکتے تودے کے قریب ہی جا پہنچا۔ عمران نے تھیلے سے دوربین نکالی اور
عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

"دو آدمی باہر موجود ہیں.... رائفلیں ہیں ان کے ہاتھوں میں.... یہ دیکھو....!"

ٹونی نے دوربین اس سے لیکر لکڑی کی عمارت کی طرف دیکھا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"یہ کوئی چکر....!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ لوگ مسلح ہیں اور ہم خالی ہاتھ ہیں۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو.... اچھا ٹھہرو.... کیوں نہ ہم لمبا چکر کاٹ کر عمارت کی پشت پر پہنچنے
کی کوشش کریں۔"

"ٹھیک ہے....!"

ٹیکروں کی اوٹ لیتے ہوئے وہ متعین کی ہوئی سمت روانہ ہوگئے تھے۔ ٹونی کو اپنے اعصاب پر
قابو پانا محال ہورہا تھا۔ اس کا باپ اسی عمارت میں ہوگا۔ وہ عمارت کی پشت پر جا پہنچے اور ٹونی نے
دیکھا کہ عمران اپنی "اسکینر" اتار رہا ہے.... وہ بھی اس کے قریب جا پہنچا۔

قدآدم سے بھی کسی قدر اونچائی پر عقبی دیوار میں کچھ روشن دان دکھائی دے رہے تھے۔

"کیا کروگے....؟" ٹونی نے آہستہ سے پوچھا۔

"ذرا اندر کا جائزہ لوں گا.... باہر تو دو عدد موجود ہیں.... اندر بھی دیکھوں۔!"

"احتیاط سے.... ہم نہتے ہیں۔!"

"ریوالور کا تجربہ ہے تمہیں....!"

"کیوں نہیں.... کیوں نہیں.... میرا نشانہ بھی اچھا خاصا ہے۔!"

"اچھا تو یہ سنبھالو....!" عمران نے تھیلے سے اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور نکال کر اس کی

طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں جارہا ہوں.... تم اُدھر کا دھیان رکھنا.... سارے چیمبر بھر
ہوئے ہیں۔!"

ٹونی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور ریوالور اس سے لے لیا۔ عمران دیوار کی طرف
بڑھ گیا تھا۔

سخت برف کے ایک چھوٹے سے ڈھیر پر کھڑا ہوکر وہ روشندان تک پہنچا تھا۔ کچھ د
دوسری طرف جھانکتا رہا پھر ٹونی کی طرف پلٹ آیا۔

"اندر تین آدمی ہیں۔ ان میں ایک عورت بھی ہے۔ چوتھے کے ہاتھ پشت پر بندھے ہو
ہیں اور وہ فرش پر دوزانو بیٹھا ہوا ہے.... وہ لوگ اس سے کچھ معلوم کرنے کے سلسلے میں تش
کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔!"

"بڑی بڑی سنہری مونچھوں والا....؟" ٹونی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں....!"

"مم.... میرا باپ ہے....!"

"اندر والے دونوں آدمی بھی مسلح معلوم ہوتے ہیں۔ خیر لاؤ.... یہ ریوالور دو....
سامنے ہی سے اُن پر حملہ کرکے انہیں باہر نکال لوں گا۔ تم ادھر ہی ٹھہرو جب وہ باہر آجائیں
اپنے باپ کو نکال لانا....!"

"دیکھو دوست.... وہ چار ہیں اور تم تنہا....!"

"فکر مت کرو.... میں نپٹ لوں گا....!"

وہ اس سے ریوالور لے کر تودوں کی آڑ لیتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ ٹونی عقبی دیوار سے
کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک فائر کی آواز سنی گئی۔ کسی قدر دور کی معلوم تھی۔ پھر قریب ہی
بھی دو فائر ہوئے۔ عمارت کے اندر سے بھی کھڑبڑاہٹ سنائی دینے لگی تھی۔ ٹونی کی ریڑھ
ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ صرف کھلاڑی تھا۔ اسے لڑائی بھڑائی کا تجربہ نہیں تھا۔ قریب
اس نے ایک کراہ سنی تھی اور پھر تو فائر ہی فائر.... ایک چیخ اور پھر گالیوں کا طوفان۔ دو
طرف سے فائر ہورہے تھے۔

"آخر وہ ہے کہاں.... کون ہے....؟" کسی نے چیخ کر کہا۔

"پتہ نہیں کون ہے....؟" نسوانی آواز آئی۔

پھر دور کے ایک فائر کے ساتھ ہی تیسری چیخ سنائی دی۔

"ادھر سے بائیں جانب....!" کسی مرد کی آواز تھی۔

اس کے بعد دو فائر اور ہوئے تھے اور پھر سناٹا چھا گیا تھا۔ ٹونی دیوار سے لگا کھڑا ہانپتا رہا۔ پھر
تھوڑی دیر بعد اس نے احمق مسافر کی آواز سنی وہ نام لے لے کر اُسے پکار رہا تھا۔

"مم.... میں یہاں ہوں....!" ٹونی کپکپاتی ہوئی سی آواز میں بولا۔

"تو اُدھر آؤنا.... دیکھو.... یہ کیا ہوا ہے۔!"

ٹونی عمارت کے سامنے والے حصے کی طرف پہنچا۔ یہاں تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

"یہ دیکھو.... یہ خواہ مخواہ مرگئے....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"مم.... مرگئے....!" ٹونی ہکلایا۔

"ہاں.... یار.... پتہ نہیں کس طرح....!"

"ٹونی.... کیا تم ہو....؟" اندر سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"ہاں.... پاپا.... تم خیریت سے ہونا....!"

"ہاں.... اندر آؤ بیٹے.... ورنہ وہ پھر پلٹ پڑیں گے۔!"

ٹونی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ اس کا باپ اب بھی فرش پر دوزانو
بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

"کھڑے دیکھتے کیا ہو....!" عمران بولا۔ "ان کے ہاتھ کھول کر اٹھاؤ.... اور پوچھو کہ کہاں
گولی لگی ہے۔!"

"کہیں بھی نہیں.... میرے گولی نہیں لگی تھی.... گر پڑا تھا.... ناک سے خاصا خون نکل
گیا.... لیکن فائرنگ کس نے کی تھی....؟"

"مم.... میرے ساتھی نے....!" ٹونی عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

"کیا کوئی زخمی بھی ہوا ہے.... میں نے چیخیں سنی تھیں۔!"

"تین ختم ہوگئے ہیں....!"

"نن.... نہیں....!" اس کا باپ بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ عمران کو غور سے دیکھے جارہا تھا۔

"ناممکن....!" وہ بالآخر بڑبڑایا۔

"خود چل کر دیکھ لو....!" ٹونی نے کہا۔

"اگر یہ سچ ہے تو قیامت آجائے گی۔!"

وہ تینوں عمارت سے باہر آئے تھے اور لاشیں دیکھ کر ٹونی کے باپ کی حالت غیر ہوگئی۔

"مم.....میں تو ہوائی فائر کر رہا تھا۔!" عمران نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔ "یہ پتہ نہیں کیسے مر گئے۔!"

"اب انہیں جتنی جلدی ممکن ہو سکے دفن کردو.... ورنہ پولیس بھی انہی کا ساتھ دے گی.... ہماری بات پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔!"

"ٹھہرو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بڑی اچھی تدبیر سمجھ میں آئی ہے۔ لاشیں برآمد کر سکیں گے۔!"

"تو کچھ کرو جلدی سے....!"

"تم دونوں یہیں ٹھہرو....!" کہہ کر عمران نے بڑی احتیاط سے ایک لاش اپنے ہاتھوں اٹھائی اور سامنے والے تودے کے پیچھے غائب ہوگیا۔

"یہ کون ہے ٹونی....؟" اس کے باپ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "مجھے کوئی ایشیائی لگتا ہے۔!"

"ہمارا نیا گاہک پاپا.... سونیا تمہارے لئے بہت پریشان تھی۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ شا مشرق کی طرف فائروں کی آواز سنی گئی ہیں۔ وہ بے چین ہوگئی۔ لیکن مجھے تنہا ادھر نہیں آ دے رہی تھی اور کوئی ساتھ آنے پر تیار نہیں تھا۔ دفعتاً اس مسافر نے کہا میں ساتھ چلوں گا۔"

"صورت سے تو بالکل بے وقوف معلوم ہوتا ہے۔!"

"ہاں یہ بات تو ہے....!"

اس دوران میں عمران دوسری لاش بھی اٹھا لے گیا تھا۔ یہ دونوں گفتگو میں کھوئے ہو تھے۔ اس وقت چونکے جب وہ تیسری لاش اٹھا رہا تھا۔

"آخر تم کر کیا رہے ہو....!" ٹونی کا باپ اس کی طرف بڑھتا ہوا مضطربانہ انداز میں بولا۔

"آؤ میرے ساتھ .... میں تمہیں دکھاؤں.... ان کے فرشتے بھی نہ معلوم کر سکیں کہ لاشیں کہاں گئیں۔!" عمران نے کہا۔

اس بار وہ دونوں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ عمران ایک جگہ رک گیا.... اور انہوں نے دیکھا کہ وہ لاش کو ایک بڑے سوراخ میں ٹھونس رہا ہے۔ وہ دونوں اس کے قریب جا پہنچے۔

"اوہ....!" ٹونی کے باپ نے طویل سانس لی۔ عمران نے تیسری لاش کو بھی ٹھکانے لگا دیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے ادھر اُدھر سے برف سمیٹ کر اس سوراخ میں بھرنی شروع کردی تھی۔

"صورت سے تو بالکل احمق معلوم ہوتا ہے....!" ٹونی کے باپ نے آہستہ سے کہا۔

"احمق نہ کہو پاپا.... دیکھو کتنا معصوم لگ رہا ہے.... مجھے تو اس پر پیار آرہا ہے۔!"

سوراخ بند کرنے کے بعد عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب وہاں سے بھی کشمکش کے آثار مٹادو....!" اس نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اُ....ہاں....!" ٹونی کا باپ چونک کر بولا۔ "یہ بہت ضروری ہے....!"

پندرہ بیس منٹ اس کام میں صرف ہوئے تھے۔ اس کے بعد ان کی روانگی ہوئی تھی۔ ٹونی کا باپ "اس کی اَنگ" کر سکتا تھا۔ اس کی ناک میں اندرونی چوٹ آئی تھی۔ ویسے بالکل ٹھیک تھا۔

انہوں نے برف گاڑی تک دوڑ لگائی تھی۔ تینوں آدمی گاڑی ہی میں موجود تھے۔ ٹونی کے باپ نے انہیں بتایا کہ خاص طور پر اُسے نشانہ نہیں بنایا گیا تھا۔ وہ تو نادانستگی میں ایک گڑھے میں گر گیا تھا اور فائر شکاریوں نے کئے تھے۔ ان اطراف میں بھیڑیوں کا شکار ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس دن سرے سے شکار کا موسم ہی نہ رہا ہو۔ بہر حال وقتی طور پر وہ تینوں اس کے بیان سے مطمئن ہوگئے تھے اور گاڑی بستی کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔ عمران کی آنکھیں بند تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بیٹھے بیٹھے ہی گہری نیند سو گیا ہو۔

"مجھے تو یقین نہیں آتا....!" سونیا آہستہ سے بولی۔

"یقین کرو....!"

"ہوسکتا ہے اُن کے ساتھیوں ہی نے انہیں مار ڈالا ہو.... کرائے کے آدمی رہے ہوں۔ پاپا کا یہی خیال ہے۔!"

"آخر پاپا ان کے بارے میں ہمیں کیوں کچھ نہیں بتاتے۔!"

"پرانی خاندانی دشمنی ہے۔!"

"تو ہمیں کیوں اندھیرے میں رکھا جارہا ہے۔ ہمیں بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کون ہیں۔ ہوسکتا ہے کبھی ہم بھی اُن کا نشانہ بن جائیں۔"

"وہ کہتے ہیں کہ دشمنی انکی ذات تک محدود ہے۔ اگلی نسل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔!"

"تو پھر وہ خاندانی دشمنی ہرگز نہیں ہوسکتی۔!"

"یہی تو میں بھی سوچتی ہوں....!"

"سنو! میری یادداشت میں اُن پر حملہ اس وقت ہوا تھا جب وہ اجنبی آرٹسٹ یہاں آیا تھا۔ پاپا بیمار تھے اور وہ رات بھر تنہا ان کے کمرے میں رہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ان کی دیکھ بھال کرے گا حالانکہ پاپا بخار کی شدت کی وجہ سے بالکل غافل تھے۔!"

"سب سے بڑی حماقت تو ہم سے یہی ہوئی تھی کہ ہم نے اس پر اعتماد کرلیا تھا۔" سونیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "لیکن اس نے تو پاپا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا....!"

"پھر ہم سے ملے بغیر اچانک چلا کیوں گیا تھا.... صبح اٹھ کر ہم نے اسے پاپا کے کمرے میں نہیں دیکھا تھا۔!"

"اور پاپا پر تین دن بعد حملہ ہوا تھا۔!"

"اور کیا تمہیں وہ تصویر یاد نہیں جو ایک ہفتے کے بعد اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ لاش کی تصویر.... حالانکہ چہرہ مسخ ہوچکا تھا لیکن پھر بھی مجھے تو وہی آرٹسٹ لگا تھا۔!"

"ہاں... کیا تم نے محسوس نہیں کیا تھا کہ پاپا اس لاش کی تصویر دیکھ کر سراسیمہ سے ہوگئے تھے۔!"

"مجھے تو یاد نہیں....!"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کئی دن تک خوف زدہ سے نظر آتے رہے تھے۔!"

"تو وہ لاش جو برف میں دبی ہوئی ملی تھی۔!"

"اس کے سر میں دو سوراخ تھے۔ سراغ رساں کا خیال تھا کہ بہت قریب سے اُسے گولی ماری گئی تھی۔!"

"خدا جانے کیا چکر ہے.... آج میں اسی لاش کے حوالے سے ان سے گفتگو کروں گا۔!"

"ابھی نہیں.... آج کے صدمے سے تو چھٹکارا پالینے دو....!"

"تم سمجھتی کیوں نہیں.... جتنی جلد معاملہ صاف ہوجائے اتنا ہی اچھا ہے۔!"

"اوہ.... دوپہر کا کھانا.... میں اس مہربان مسافر کا کھانا خود پہنچاؤں گی اس کے کمرے میں۔!"

"لیکن اس معاملے سے متعلق کوئی گفتگو نہ کرنا....!"

"کیوں....؟"

"وہ ہمارا محسن ہے.... اور ہم سے توقع رکھتا ہے کہ ہم اس واقع کا تذکرہ تم سے بھی نہیں کریں گے۔ اپنے اسی بیان پر قائم رہیں گے کہ پاپا اتفاقاً گڑھے میں گر گئے تھے اور اسی وقت بعض شکاریوں نے فائر بھی کئے تھے۔!"

"اگر پولیس بیان لینے آئے تو میری دانست میں بیان میں کسی قدر اضافہ زیادہ موزوں رہے گا۔!" سونیا نے کہا۔

"کیسا اضافہ....؟"

"یہی کہ پاپا کو دو بھیڑیوں نے دوڑایا تھا اور جان بچانے کے لئے بھاگے تھے اور گڑھے میں جاگرے تھے۔ اسطرح شکاریوں والی بات بھی پکی ہوجائے گی۔ ورنہ ایسے موسم میں کون نکلتا ہے۔!"

"مشورہ تو معقول ہے لیکن وہ مسافر جو پاپا کے ساتھ تھا....!"

"ہاں.... یہ بات تو ہے....!"

"چھوڑو بھی اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ البتہ اگر لاشیں ٹھکانے نہ لگادی گئی ہوتیں تو تھی پریشانی کی بات ہم دشواریوں میں پڑ جاتے۔!"

سونیا خاموش ہوگئی۔ پھر وہ کچن کی طرف چلی آئی تھی اور ٹونی اُن مسافروں کے پاس جابیٹھا تھا۔ جو ڈائننگ ہال میں برج کھیل رہے تھے۔

فرائنگ پین میں انڈے توڑتے وقت سونیا اسی احمق مسافر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ہوسکتا ہے وہ بہت زیادہ خائف ہو۔ اسی لئے کمرہ بند کرکے پڑا رہا ہو۔ اُس کے ہاتھوں تین آدمی مارے گئے تھے اور اسی نے لاشیں اٹھا اٹھا کر بھی گڑھے میں پھینکی تھیں۔ کام کرتے وقت تو کچھ بھی نہیں محسوس ہوتا۔ بس کام ختم کرلینے کی دھن ہوتی ہے۔ لیکن بعد میں جب اطمینان سے اس پر غور کا موقع ملتا ہے تب ہوتا ہے ردِ عمل اور وہ تو بیچارا ایک معصوم سا آدمی ہے۔ دونوں طرف سے گولیاں چل رہی ہوں تو نشانہ لینے کا موقع کب ملتا ہے۔ ایسے میں تو بس

بد قسمتی جسے بھی چاٹ جائے.... بیچارہ.... کیا نام بتایا تھا ٹونی نے.... ہاں ہاں.... عمران بیچارہ عمران.... میں اُسے تسلیاں دوں گی۔ یہ ظاہر کئے بغیر کہ مجھے اس کے کارنامے کا علم ہے۔

دوسرے گاہکوں کو ڈائننگ ہال میں کھانا بھجوا دینے کے بعد اس نے عمران کے لئے ٹرے سجائی تھی اور اس کے کمرے کی طرف چل پڑی تھی۔ ٹھوکر سے دروازہ بجا کر اُسے آوازیں دینی پڑی تھیں۔ تب کہیں وہ بیدار ہوا تھا۔ دروازہ کھول کر سامنے ہی کھڑا آنکھیں ملتا رہا۔

"ایک طرف ہٹو.... میں تمہارے لئے کھانا لائی ہوں....!" سونیا نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ اس طرح چونک پڑا جیسے ابھی تک خواب دیکھتا رہا ہو۔!

"اچھا.... اچھا....!" وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

"یہ چھوٹی میز یہاں رکھو.... دیکھتے نہیں میرے دونوں ہاتھ پھنسے ہوئے ہیں۔!"

"اُوہاں.... ہاں....!" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں تعمیل کی تھی۔

سونیا نے ٹرے میز پر رکھ دی اور خود بھی ایک کرسی کھینچ کر میز کے قریب بیٹھتی ہوئی بولی۔ "شراب کون سی پیتے ہو.... یہ بھی بتا دو.... موجود نہ ہوگی تو کہیں سے فراہم کریں گے۔!"

"میں شراب نہیں پیتا....!"

"یہاں اس سردی میں بھی نہیں....؟" سونیا نے حیرت سے پوچھا۔

"کافی سے زیادہ گرم مشروب مجھے نزلے میں مبتلا کر دیتا ہے۔!"

"تم بہت اچھے آدمی ہو....!"

"اچھا....!" عمران کے لہجے میں احمقانہ تحیر تھا۔

"ہمدرد اور بہادر بھی۔!"

"پپ.... پیٹ خراب ہو جائے گا میرا.... ایسی باتیں نہ کرو....!"

وہ ہنس پڑی تھی اور عمران کھانا کھاتا رہا تھا۔

"تمہی نے ہمت کی تھی اور تو کوئی بھی تیار نہیں ہوا تھا۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "ٹونی کہہ رہا تھا کہ تم "اسکی انگ" کے بھی ماہر معلوم ہوتے ہو۔!"

"بالکل خراب ہو جائے گا پیٹ....!" عمران کراہا۔

"تم اپنی بیوی کو بھی کیوں نہیں لائے تھے۔!"

"کہاں ہے....؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہی جانتے ہو گے.... میں کیا بتاؤں....!"

"میں تو نہیں جانتا....!"

"اپنی بیوی کو نہیں جانتے۔!"

"ارے وہ....!" عمران احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ "وہ تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی۔!"

"اوہو.... تو غیر شادی شدہ ہو۔!"

"بالکل.... بالکل....!"

اتنے میں ٹونی بھی آگیا.... وہ کچھ پریشان سا لگ رہا تھا۔

"وہ آگئے ہیں....!" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کون آگئے ہیں....؟"

"پپ پولیس.... رسکیو اسکواڈ والوں نے انہیں اطلاع دی ہوگی۔!"

"اُوہ.... تو ہمیں کیا ڈر ہے....!"

"کچھ بھی نہیں....!"

لیکن عمران کے چہرے پر خوف زدگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ سونیا نے اس کی طرف دیکھا اور متفکر نظر آنے لگی۔

"بس اب کھا چکا....!" عمران نے کھانے سے ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔ ٹونی نے سونیا کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ برتن اٹھا کر چلی گئی اور ٹونی عمران کا شانہ تھپک کر بولا۔ "ڈرو نہیں کسی کو کیا معلوم کہ وہاں کیا ہو چکا ہے۔"

"لیکن برف گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے بعد کے فائر ضرور سنے ہوں گے۔!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... گاڑی ایئر کنڈیشنڈ اور ساؤنڈ پروف ہے۔ کسی نے بھی نہیں بتایا کہ اس نے فائروں کی آوازیں سنی تھیں۔"

"تب تو ٹھیک ہے....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اور ہاں پاپا نے اپنے بیان میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ دو بھیڑیوں نے اُن کا تعاقب کیا

تھا اور وہ ایک گڑھے میں جا گرے تھے اور انہوں نے فائروں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔!"

"ٹھیک ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن وہ امریکن....!"

"اُسے جہنم میں جھونکو....!"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ بھی تو ساتھ تھا تمہارے پاپا کے.... اُس نے بھیڑیوں والی بات کی تردید کر دی تو....!"

"نہیں.... نہ وہ تائید کرے گا اور نہ تردید.... کیونکہ وہ تو پہلے ہی لڑکھڑا کر گرا تھا اور بے ہوش ہو گیا تھا۔"

"پولیس یہیں آئے گی یا مجھے ڈائننگ ہال تک چلنا پڑے گا۔"

"تم ہی چلو.... لیکن پریشان ہونے کی بات نہیں.... وہ کچھ زیادہ پوچھ گچھ نہیں کریں گے۔ بس ضابطے کی کارروائی ہے۔!"

ٹونی کا خیال درست نکلا۔ عمران کا بیان کسی جرح کے بغیر لکھا گیا تھا اور اس کے کاغذات دیکھے گئے تھے اور پولیس کے رخصت ہو جانے کے بعد سونیا اُسے کچن میں لائی تھی۔

"اور اب تمہیں گرما گرم کافی کا ایک کپ پلاؤں گی.... سیاہ پسند کرو گے یا کریم کے ساتھ۔!"

"شکریہ.... سیاہ....!"

"ہماری پولیس بہت شائستہ ہے....!" سونیا بولی اور کافی کے لئے پانی رکھنے لگی۔

عمران خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد سونیا اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"تم کیا کام کرتے ہو....؟" دفعتاً اُس نے عمران سے سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں.... شہزادے کام نہیں کیا کرتے۔!"

"شہزادے....!" اُس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں میں ایک آوارہ شہزادہ ہوں.... میرا باپ جو ایک بڑا والئی ریاست ہے مجھے پسند نہیں کرتا۔ اس لئے چھوٹے بھائی کو ولی عہد بنایا ہے۔!"

"اور تم تنہا رہ گئے ہو....!"

"مجبوری.... میں بادشاہوں کی طرح نہیں رہنا چاہتا۔ ایک عام آدمی کی طرح زندگی کا

لطف اٹھانا چاہتا ہوں۔!"

"تم عجیب ہو....!"

"پاپا پر پہلا حملہ کب ہوا تھا....؟"

"کوئی ایک سال پہلے کی بات ہے....!" سونیا نے جواب دیا اور اُسے غور سے دیکھنے لگی۔

"یہ دوسرا تھا....؟"

"ہاں.... لیکن میں نے انہیں کبھی پریشان نہیں دیکھا۔!"

"کیا خیال ہے تمہارا....؟ پاپا سچ بولتے ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"مجھے یہ کوئی خاندانی رنجش نہیں معلوم ہوتی۔!"

"پھر کیا خیال ہے تمہارا....!"

"وہ تمہارے پاپا سے کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ پاپا اُس سے لاعلم ہیں یا کسی وجہ سے انہیں باخبر نہیں کرنا چاہتے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے....!"

"کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ پہلے حملے کی نوعیت کیا تھی۔!"

"کسی نے ان پر چھرا پھینکا تھا۔!"

"آج تم اتنی پریشان کیوں تھیں۔ کیا تمہیں علم تھا کہ آج انہیں کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔!"

"میں نہیں جانتی وہ کون تھا جس نے پچھلی رات یہ بات کہی تھی۔!"

"کون سی بات....؟"

"کسی نے پچھلی رات کہا تھا کہ میرے باپ کے کچھ دشمن ڈی ایمپیز میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔! پچھلی رات ڈائننگ ہال میں خاصی بھیڑ تھی میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکی تھی۔!"

"تم نے یہ بات اپنے باپ کو ضرور بتائی ہو گی۔!"

"بتائی تھی۔ لیکن وہ ہنس کر ٹال گئے۔!"

"کیا ٹونی سے بھی اس سلسلے میں کوئی بات ہوئی تھی۔!"

"نہیں.... وہ میرا مضحکہ اڑا دیتا۔!"

"اس کا خیال ہے کہ اس سلسلے میں تمہاری معلومات وسیع ہوں گی۔!"

"وہ درست نہیں کہتا۔ میں اتنا ہی جانتی ہوں جتنا ابھی تمہیں بتا چکی ہوں۔!"

"وہ کل پانچ عدد تھے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی۔!"

"عورت....؟" سونیا چونک پڑی۔

"ہاں.... عورت.... وہی تمہارے پاپا سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔!"

"کمال ہے.... نہ ٹونی نے بتایا اور نہ پاپا نے....!"

"ٹھہرو.... مجھے سوچنے دو....!"

سونیا خاموش ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔!

"وہ آدمی اس سلسلے میں بہت اہم ہے جس نے پچھلی رات تمہارے پاپا کے دشمنوں کا ذکر کیا تھا۔!"

"لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ کون تھا....!"

"اگر وہ سب ڈی ایمپیزو ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے تو وہ اُن میں سے تین آدمیوں کی کمی سے بھی واقف ہو جائے گا۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"تمہارے باپ کے دشمنوں میں سے تین کا صفایا ہو گیا تھا۔ کیا ٹونی نے تمہیں نہیں بتایا۔!"

"نن.... نہیں....!"

"فائرنگ ہوئی تھی اور تین مر گئے تھے۔!"

"لل لیکن ٹونی کسی کو مار نہیں سکتا۔!"

"اور میں کب مار سکتا ہوں.... ٹھہرو میں تمہیں دکھاتا ہوں۔!" اس نے اٹھ کر اپنے تھیلے سے ایک ریوالور نکالا اور سونیا کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "یہ دیکھو....!"

سونیا نے اُسے دیکھا تھا اور ہنس پڑی تھی۔

"یہ تو کھلونا ہے.... بچوں کا....!"

"بس انہیں دھمکانے کے لئے اسی سے فائرنگ کرتا رہا تھا۔ پتہ نہیں کیسے مر گئے۔!"

"تب تو.... وہ اپنے ہی ساتھیوں کی گولیوں سے ہلاک ہوئے ہوں گے۔!"

"لیکن ان تینوں کی کمی.... اس آدمی کو ضرور چونکا دے گی جس نے پچھلی رات تمہیں

اطلاع دی تھی۔!"

"ہاں میرا خیال ہے کہ وہ الفاظ مجھے ہی سنانے کے لئے کہے گئے تھے۔!"

"کیا وہ آواز تمہارے لئے کسی قدر جانی پہچانی سی بھی تھی۔ یادداشت پر زور دینے کی کوشش کرو۔"

سونیا تھوڑی دیر بعد بولی۔ "شناسائی کا شائبہ تو تھا ہو سکتا ہے کسی نے آواز بدل کر بولنے کی کوشش کی ہو۔ لیکن پوری طرح کامیاب نہ ہوا ہو۔!"

"یہ ڈی مورا کون ہے.... جس نے صبح گولیاں چلنے کی اطلاع دی تھی....؟"

"وہ.... وہ رسکیو اسکواڈ کا سارجنٹ ہے۔!"

"کیسا آدمی ہے....؟"

"اچھا آدمی ہے....!"

"تمہارے پاپا سے کیسے تعلقات ہیں....؟"

"دوستانہ سمجھ لو....!"

"اب رہ جاتا ہے وہ امریکن جو تمہارے پاپا کو ساتھ لے گیا تھا۔!"

"ایک ہفتے سے یہاں مقیم ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔!" سونیا نے کہا اور اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم نے ایک ماہر سراغ رساں کے سے انداز میں مجھ سے پوچھ گچھ کی ہے۔!"

"ارے وہ....!" عمران ہنس کر بولا۔ "بہت کثرت سے پڑھے ہیں میں نے جاسوسی ناول، ابھی تک کئی مرغی چوروں کو پکڑ چکا ہوں۔ کیا خیال ہے تمہارے پاپا کے قبضے میں کسی خزانے کا نقشہ نہ ہو۔!"

"ہو سکتا ہے.... ہم اٹلی کے ایک شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔!"

"اخاہ.... تو تم بھی شہزادی ہو۔!"

"شائد....!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "لیکن اب تو ہمیں دوسروں کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔!"

"کوئی بات نہیں تمہارا شہزادی ہونا ہی کافی ہے۔ ویسے کیا میں تمہارے پاپا سے اس سلسلے میں کوئی بات کر سکتا ہوں۔!"

"کیوں نہیں.... شائد وہ تمہیں ہی کچھ بتادیں....!"

"ٹونی کہاں ہے....؟"

"ڈائننگ ہال میں۔!"

کافی پی کر عمران پھر ڈائننگ ہال میں چلا گیا تھا اور سونیا اسی کے متعلق سوچتی رہ گئی تھی۔ صورت سے بیوقوف لگتا تھا لیکن کوئی بات بیوقوفی کی نہیں کی تھی اسکے سارے سوالات اُس نے ایک بار پھر اپنے ذہن میں دہرائے تھے اور ان کا تجزیہ کرنے لگی تھی اور اب وہ اس امریکن کے بارے میں سوچ رہی تھی جو دوسروں کے منع کرنے کے باوجود بھی ایسے موسم میں "اسکی انگ" کرنا چاہتا تھا۔ اور پاپا یہ معلوم ہونے کے باوجود بھی اس کے ساتھ چلے گئے تھے کہ ڈی ایمپیزو میں ان کے کچھ دشمن بھی مقیم ہیں۔ تو پھر اس امریکن کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ ہوسکتا ہے وہ اُن کے دشمنوں ہی کا کوئی کارندہ ہو۔ تبھی تو انہیں اس طرف لے گیا تھا اور پھر وہ آدمی جس نے پچھلی رات کو ڈی ایمپیزو میں ان کے قیام کی اطلاع دی تھی آخر وہ کون ہوسکتا ہے....؟ وہ سوچتی رہی اور کیتلی میں پانی ابلتا رہا یہ بھی بھول گئی تھی کہ ڈائننگ ہال میں بھی کچھ گاہکوں کے لئے کافی پہنچانی ہے۔!

خیالات کا سلسلہ ٹونی کی آمد پر ٹوٹا تھا۔ اس کے پیچھے ایک ویٹر بھی تھا۔

"تم کیا کرنے لگیں.... وہاں کافی بھجواؤ....!" اس نے کہا۔

"ہاں....! میں ذرا ایک الجھن میں پڑ گئی ہوں۔ تم یہیں ٹھہرو.... کافی بھجوا کر تم سے بات کروں گی۔!"

ویٹر ٹرالی پر کافی کا سامان لگانے لگا تھا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد سونیا نے عمران کی بات چھیڑ دی۔ شروع سے آخیر تک کی گفتگو سے اُسے آگاہ کرتی ہوئی بولی۔ "میری تو سمجھ میں نہیں آتا یہ آدمی....!"

"تو اس نے تمہیں نقلی ریوالور دکھایا تھا....!" ٹونی نے پوچھا۔

"ہاں کھلونا تھا.... جس کے اندر پٹاخے بھرے ہوئے تھے۔!"

"لیکن اس نے مجھے تو اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور دیا تھا جس کے سارے چیمبر لوڈڈ تھے۔!"

"خدا کی پناہ....!"

"تم فکر نہ کرو.... وہ جو کوئی بھی ہو ہمارا ہمدرد ہے۔!"

"ویسے اب تم اس امریکی پر نظر رکھو.... مجھے تو وہ انہی دشمنوں کا کوئی کارندہ معلوم ہوتا ہے۔!"

"میں دیکھوں گا....!"

"لیکن اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ اُسے نگرانی کا احساس نہ ہونے پائے۔!"

"سنو! میرا خیال ہے کہ وہ پاپا کے پُرانے شناساؤں میں سے ہے۔ لیکن پاپا اس سے اجنبیوں کی طرح ملے تھے۔!"

"انداز سے مجھے بھی کوئی ایسا ہی لگتا ہے....!" سونیا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"میں تمہیں زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ تمہیں ایک دلچسپ اور حیرت انگیز بات بتاتا۔!"

"اچھا تو اب تم مجھ سے بھی باتیں چھپانے لگے ہو۔!"

"پچھلی رات کا ہی واقعہ ہے.... پاپا اپنی خواب گاہ میں اوندھے لیٹے ہوئے تھے اور یہی مریکن اپنے چھوٹے کیمرے سے ان کی پشت پر مختلف جگہوں کی تصویریں اتار رہا تھا۔!"

"بکواس کرتے ہو تم....!" سونیا ہنس پڑی۔

"اسی لئے نہیں بتائی تھی یہ بات کہ تم میرا مضحکہ اڑاؤ گی....!" ٹونی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"اگر یہ سچ ہے تو بڑی عجیب بات ہے....!"

"اب کیا کہو گی اس معاملے کو....!"

"اب تو پاپا کو بتانا ہی پڑے گا۔!"

"تم ان کی زبان نہیں کھلوا سکتیں۔ زیادہ بور کرو گی تو کہیں اور چلے جائیں گے۔!"

"لیکن میں عمران کو یہ واقعہ ضرور بتاؤں گی۔!"

"پتہ نہیں کیا چکر ہے....!"

"کچھ بھی ہو.... میں پاپا سے ضرور بات کروں گی۔!"

"سنو! مجھے وہ آرٹسٹ یاد آرہا تھا جس نے ایک رات پاپا کی خواب گاہ میں گذاری تھی اور کسی بتائے بغیر چلا بھی گیا تھا اور پھر دو تین دن بعد اس کی لاش ملی تھی۔!"

"خوب!" سونیا مسکرائی کر بولی۔ "وہ آرٹسٹ تھا اور یہ فوٹو گرافر ہے کیا پاپا اُس وقت بیہوش ئے جب وہ اُن کی پشت پر تصویریں کھینچ رہا تھا۔!"

"نہیں.... وہ اُس سے گفتگو کر رہے تھے۔!"

"تو پھر کیا خیال ہے تمہارا.... اس مسئلے پر اُن سے گفتگو کی جائے یا نہیں.... عمران
اُس امریکن کو خاصی اہمیت دے رہا ہے۔!"

"تم یاد کرو کہ وہ کون تھا جس نے پچھلی رات تمہیں اس خطرے سے آگاہ کیا تھا۔!"

"بہت زور دے رہی ہوں ذہن پر لیکن بس شناسائی کی ہلکی سی جھلک محسوس ہوتی
واضح طور پر نشاندہی نہیں کر سکتی۔!"

"خیر تم اس بیوقوف سے ابھی کچھ نہ کہنا....!"

"مجھے تو وہ بے وقوف نہیں لگتا اور ہاں سنو! وہ بھی تمہاری ہی طرح ایک شہزادہ بھی ہے۔!"

"پتہ نہیں کیوں میرا دل چاہتا ہے.... کہ اسے سب کچھ بتا دوں۔!" سونیا بولی۔

"یعنی ان بوڑھوں کی اس احمقانہ حرکت کا تذکرہ کرنا چاہتی ہو....!"

"میں اس کو اس آرٹسٹ کے بارے میں بھی بتاؤں گی۔!"

"تم جانو....! مجھ سے زیادہ عقلمند ہو۔ اپنے دعوے کے مطابق....!"

"وہ میری عقلمندی تھی جس نے تم دونوں کو پاپا تک پہنچایا تھا۔!"

ٹونی چلا گیا تھا اور وہ عمران سے دوبارہ مل بیٹھنے کا موقع تلاش کرتی رہی تھی۔ ادھر وہ ڈا
ہال ہی میں جم کر رہ گیا تھا۔ اس میز پر جہاں امریکن بیٹھا ہوا تھا برج ہو رہا تھا۔ خود امریکن
کھیل رہا تھا۔ عمران کرسی کھینچ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔

سونیا جھنجھلاتی رہی۔ سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ خود ہی غیر محتاط نہ ہو جائے۔ صورت
بیوقوف لگتا ہے۔ تو کسی قدر بیوقوف ہو بھی سکتا ہے۔ ایک بار دونوں کی نظریں ملی تھ
سونیا نے اُسے وہاں سے اٹھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔

اُس نے بڑی سعادت مندی سے تعمیل کی تھی۔ وہ اُسے پھر کچن میں لے آئی۔

"تمہارے پاپا نہیں دکھائی دیئے۔!"

"وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔ انہیں آرام کی ضرورت ہے۔!"

"نہ ہو تب بھی انہیں آرام کی ضرورت پیدا کرنی چاہیئے۔!"

"کیوں....؟" وہ چونک کر اسے گھورنے لگی۔

"بس یونہی.... میرا خیال ہے کہ اب انہیں واقعی آرام کرنا چاہیئے۔ ورنہ سچ مچ مارے
جائیں گے۔ ان کے تین آدمی ضائع ہوئے ہیں۔ معمولی بات نہیں۔"

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو....!" سونیا خوف زدہ سے لہجے میں بولی۔

"ارے.... کچھ نہیں.... ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ سب کچھ دیکھ لیا جائے گا۔ ہاں تم مجھے
یہاں کیوں لائی ہو۔!"

"کچھ اہم باتیں بتانا چاہتی ہوں۔!"

"ضرور.... ضرور....!" عمران ہمہ تن گوش ہو گیا۔

سب سے پہلے سونیا نے اُسے آرٹسٹ والا واقعہ سنایا۔ پھر ٹونی والی کہانی دہرانے لگی تھی۔
عمران توجہ اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔ سونیا کے خاموش ہونے پر بولا۔ "مزہ آجائے گا۔ بڑی زور
دار جاسوسی ہو گی۔ ٹونی کہاں ہے چلو اُس کے پاس چلیں۔ اس سلسلے میں کچھ اور بھی پوچھنا ہے۔!"

"چلو.... وہ اپنے کمرے میں ہو گا۔!"

ٹونی نے انہیں دیکھ کر بُرا سا منہ بنایا تھا۔ شائد وہ سو جانا چاہتا تھا۔

"تم نے بات کا بتنگڑ بنا دیا سونیا....!" اس نے کہا۔

"اگر تم اس کا تذکرہ سونیا سے نہ کرتے تو تمہیں پچھتانا پڑتا۔!"

"یہ شرلاک ہومز خواہ مخواہ سر پڑا ہے....!"

"فضول باتیں نہ کرو ٹونی.... اپنے محسن کو مضحکہ اڑا رہے ہو۔!" سونیا بولی۔

"مضحکہ کب اڑا رہا ہوں.... میں نے تو تعریف کی تھی۔!"

"ذہن پر زور دو اور مجھے تفصیل بتاؤ کہ وہ کس طرح تصویریں لے رہا تھا۔!"

"تم اندر آکر بیٹھ تو جاؤ....!"

"شکریہ.... شکریہ....!" عمران کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔ سونیا اس کے پیچھے تھی۔!

"اوہو.... شائد یہ بتانا تو بھول ہی گیا تھا کہ وہ تصویر کس طرح لے رہا تھا۔ ایک شیشی میں
کسی قسم کا سیال تھا جس جگہ کی تصویر لینی ہوتی تھی۔ اسی جگہ تھوڑا سا سیال گرا کر ہلکی سی مالش
کرتا تھا۔ پھر تصویر لیتا تھا۔!"

"اہم نکتہ ہے....!" عمران سونیا کی طرف دیکھ کر بولا۔ وہ احمقوں کی طرح منہ کھولے بیٹھی تھی۔

"پتہ نہیں کیا چکر ہے.... میں تو شدت سے بور ہو رہا ہوں۔!" ٹونی نے کہا۔

"ہوں.... اب اس آرٹسٹ کی بات کرو....!"

"کیا بات کروں....؟"

"کتنا عرصہ گذرا اُسے....!"

"میرا خیال ہے کہ ایک سال پہلے کی بات ہے۔!"

"اچھا اب تم ڈائننگ ہال میں جاؤ.... اور ہم جب تک نیچے نہ آجائیں اس امریکن کو وہیں الجھائے رکھو....!"

"کک.... کیوں....؟"

"اس کے سامان کو تلاشی لینا چاہتا ہوں....!"

"نن.... ناممکن ہے....!"

"کیوں ناممکن کیوں ہے....!" سونیا بھنا کر بولی۔

"غیر اخلاقی حرکت.... وہ ہمارا گاہک ہے۔!"

"فضول باتیں نہ کرو ٹونی.... جو کچھ کہا جارہا ہے کرو....!"

"آخر کیا تلاش کرو گے.... اس کے سامان میں....؟"

"ٹونی جاؤ.... بحث نہ کرو....!"

اس نے لباس تبدیل کیا تھا اور نیچے چلا گیا تھا۔

"لیکن تم کمرہ کھولو گے کیسے کنجی تو اس کے پاس ہوگی۔!" سونیا نے کہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو....!" عمران بولا۔

امریکن کے کمرے کے سامنے پہنچ کر اس نے سونیا سے کہا تھا۔ "تم راہداری کے سرے پر واپس جاؤ اور دیکھتی رہو۔ ہو سکتا ہے ٹونی اُسے وہیں روکے رکھنے پر کامیاب نہ ہو سکے۔!"

"اچھا.... اچھا.... لیکن اگر وہ ادھر آتا ہوا نظر آئے تو....؟"

"فرش پر دو بار پاؤں مارنا.... پھر اسے وہیں روک کر باتوں میں لگائے ہوئے کسی طرح نکال لے جانا۔ ٹونی کے مقابلے میں تم زیادہ باصلاحیت معلوم ہوتی ہو۔!"

"میں بھی جاسوسی ناول کثرت سے پڑھتی ہوں....!"

"پھر تو ٹھیک ہے.... بہت زیادہ ذہین ہوگی۔!"

سونیا راہداری کے سرے پر آٹھہری تھی۔ اُس نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا تھا۔ وہ دروازے کے ہینڈل پر جھکا ہوا کچھ کر رہا تھا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ سونیا لمبی سی سانس لے کر رہ گئی۔ آخر کس طرح کھولا اُس نے قفل۔ ان کمروں کے قفل ایسے تھے جن میں دوسری چابیاں لگ ہی نہیں سکتی تھیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہوا۔

اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کہیں امریکن آ ہی نہ جائے۔ قصے کہانیوں کی اور بات ہے۔ عملی طور پر کچھ کرنا پڑے تو حواس رخصت ہو جاتے ہیں۔ آخر وہ اُسے کس طرح باتوں میں لگا کر کسی اور طرف لے جاسکے گی۔ کیا کہے گی۔ اس سے وقت پر کچھ نہ سوجھی تو کیا ہوگا۔ چوری کا الزام آئے گا سب پر۔

عمران کتنی خود اعتمادی کے ساتھ یہ حرکت کر بیٹھا تھا۔ تو کیا وہ بھی کوئی عادی مجرم ہی ہے۔ خدا سمجھے پاپا سے.... خود کو پُراسرار ظاہر کرنے کے شوق میں ہمیشہ پریشانیاں مول لیتے رہے ہیں۔

تین منٹ گذر گئے۔ لیکن نہ تو عمران ہی کمرے سے برآمد ہوا اور نہ دوسری طرف سے کوئی آیا۔ دل کی دھڑکن بتدریج تیز تر ہوتی جارہی تھی۔ ٹھیک چوتھے منٹ پر عمران دروازہ کھول کر باہر آیا تھا اور پھر دروازے کے ہینڈل کے ساتھ کوئی کارروائی کرنے لگا تھا۔

سونیا نے اطمینان کا سانس لیا۔ عمران اس کے قریب پہنچ کر بولا تھا۔

"اتنی محنت یونہی ضائع ہوئی۔"

"کیوں.... کیا ہوا....؟"

"کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی۔!"

"خاص بات اُس نے اپنے پاس ہی رکھی ہوگی۔!" سونیا ہنس کر بولی۔ "اس قسم کے لوگ لاپرواہ نہیں ہوتے۔!"

"چلو کچن کی طرف چلو۔ کچھ نہ کچھ تو ہاتھ لگا ہی ہے۔ لیکن ابھی اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔!"

"میں نہیں سمجھی....!"

"پھر ایک کپ کافی پلاؤ تاکہ عقل ٹھکانے پر آئے۔!"

"کیوں نہیں.... ضرور پیو.... بڑی محنت کر رہے ہو ہمارے لئے۔ کیا میں تمہیں بہت اچھی لگی ہوں....!"

"تمہارے پاپا بہت خوبصورت ہیں۔!" عمران نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب....!" وہ چلتے چلتے رک گئی۔

"مجھے بہت اچھے لگے ہیں۔!" لہجے کا شرمیلا پن برقرار رہا۔

وہ بھنا کر مڑی اور تیز تیز چلتی ہوئی کچن میں داخل ہوگئی۔ عمران ڈائننگ ہال کیطرف چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ٹونی کے ساتھ واپس آیا۔ ٹونی اس سے کہہ رہا تھا۔

"بالکل فکر نہ کرو.... سارا کام تمہاری نگرانی میں ہوگا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔!"

"کیا بات ہے....!" سونیا چونک کر انہیں گھورنے لگی۔

"یہ اس کمرے سے ریل نکال لائے ہیں....!" ٹونی آہستہ سے بولا۔

"تب تو اسے پتہ چل جائے گا۔!" سونیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اس کی جگہ دوسری ریل چڑھا آئے ہیں۔!"

سونیا کچھ نہ بولی۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ گفتگو کرتے رہے تھے۔ سونیا اُسی طرف کان لگائے رہی تھی۔ لیکن کچھ بھی پلے نہ پڑا۔ آخر جھنجھلا کر بولی۔

"میرے علم میں لائے بغیر اگر تم نے کوئی قدم اٹھایا تو پچھتاؤ گے۔!"

"ہاں....ہاں.... تم تو بڑی عقل مند ہو....!" ٹونی چڑھانے کے سے انداز میں ہنسا تھا۔

"نہیں وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ بہت سمجھ دار لڑکی ہے۔!" عمران بولا۔

"خواہ مخواہ غلط فہمی میں مبتلا ہے.... تم اس کا دماغ اور زیادہ خراب نہ کرو۔!" ٹونی نے کہا۔

"اچھا تم دونوں نکل جاؤ کچن سے....!"

"ارے تو میں نے کیا کیا ہے....!" عمران منہ بسور کر بولا تھا۔

"سارے مرد گدھے ہوتے ہیں۔!"

"اتنی عقل مندی کی بات میں نے پہلے کبھی نہیں سنی....!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"جاؤ.... نکلو یہاں سے۔ ورنہ مجھے بھی بتاؤ....!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ تمہارے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ ہوگا۔!"

"تم نے ایسی کوئی بات کیوں کہی....!" ٹونی بول پڑا۔

"بس اب اس مسئلے پر زیادہ بحث نہ کرو.... ورنہ کافی بھی نہیں ملے گی۔ ہاں تو سینوریٹا سونیا ذرا ہم ایک معاملے میں آپس میں بات چیت کرنے کے بعد تمہارے سامنے پیش کریں گے۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ کافی کا کپ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ اس کے بعد ٹونی کے لئے بھی کافی انڈیلی تھی۔ ٹھیک اسی وقت ٹونی کا باپ کچن میں داخل ہوا تھا۔

"اُوہ.... تم لوگ یہاں ہو۔ ٹونی ذرا تم میرے ساتھ آؤ....!" اس نے ٹونی کی طرف دیکھے بغیر کہا تھا۔

ٹونی اس کے پیچھے چلا گیا تھا۔ عمران آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔ "تم تو خواہ مخواہ ناراض ہو جاتی ہو۔ ہم دونوں سوچ رہے تھے کہ اس فلم کو ڈیولپ کر کے پرنٹ نکالیں اور انلارجمنٹ کریں۔ ٹونی نے بتایا کہ اس کے پاس سارا سامان موجود ہے اور اس نے ایک ڈارک روم بھی بنا رکھا ہے۔!"

"ہاں یہ بات تو ہے.... وہ اس کام کا ماہر ہے۔ اس شوق پر وقت بھی ضائع کرتا رہا ہے اور پیسہ بھی۔!"

تھوڑی دیر بعد ٹونی واپس آگیا.... اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"خیریت....!" سونیا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"دشواری.... پاپا میرے ڈارک روم کی کنجی مانگ رہے ہیں۔ امریکن اپنی کوئی فلم ڈیولپ کرنا چاہتا ہے۔!"

"تب تو چوری پکڑی جائے گی۔!" سونیا بوکھلا کر بولی۔

"بالکل فکر نہ کرو.... میں نے اسی کا ایک ان ڈیویلپڈ رول ایکسپوز کر کے کیمرے میں ڈالا ہے.... اُس کے فرشتوں کو بھی چوری کا علم نہ ہو سکے گا۔ وہ یہی سمجھے گا کہ اسی کی کسی فروگذاشت کی بناء پر رول تباہ ہوگیا۔" سونیا نے چٹاخ سے عمران کا بوسہ لیا تھا اور بولی تھی۔ "کاش تمہاری شکل احمقوں کی سی نہ ہوتی۔!"

ٹونی ہنس پڑا تھا۔

"اب میں بالکل مطمئن ہوں۔ کنجی پاپا کو دیئے آتا ہوں۔!" اس نے کہا۔

اس کے چلے جانے کے بعد سونیا عمران کو میٹھی نظروں سے دیکھتی رہی تھی اور وہ بغلیں

جھانکتا رہا تھا۔

"میں واقعی اول درجے کا احمق ہوں۔!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں....؟"

"خواہ مخواہ اپنی تفریح برباد کر بیٹھا ہوں۔!"

"ارے تم کیسے جاسوس ہو۔ ایک شرلاک ہومز تھا کہ روزانہ صبح اٹھ کر اپنے پڑوسیوں سے پوچھتا پھرتا تھا بھائی کسی کو جاسوسی تو نہیں کروانی....!"

"اچھا تو کیا مجھ سے جاسوسی سرزد ہو گئی ہے۔!"

"یقیناً ابھی تک تم ایک بے حد کامیاب جاسوس ثابت ہوئے ہو۔!"

"اگاتھا کرسٹی اور گارڈنر کی ساری کتابیں پڑھ ڈالی ہیں میں نے....!"

"تمہارا ذہنی پھرتیلا پن بھی یہی بتاتا ہے....!"

"لیکن یقین کرو کہ وہ تینوں میرے ہاتھوں نہیں مرے تھے۔!"

"مجھے یقین ہے، بوکھلاہٹ میں اپنے ہی آدمیوں کا نشانہ بنے ہوں گے۔!"

"شکریہ... تم بہت اچھی ہو۔ ویسے نہ تمہارے پاپا کو میرے بیان پر یقین ہے اور نہ ٹونی کو...!"

"انہیں نہ ہوگا.... میں تو تمہیں سچا سمجھتی ہوں۔!"

"شکریہ....!" وہ مسمسی صورت بنا کر بولا۔

"تھوڑی دیر بعد ٹونی واپس آگیا تھا۔ لیکن وہ مطمئن نہیں معلوم ہوتا تھا۔!"

"چوری پکڑی گئی تو کیا ہوگا....!" کچھ دیر بعد وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم نے تو نہیں کی چوری.... تم تو وہاں موجود بھی نہیں تھے۔!" سونیا نے جھنجھلا کر کہا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو.... پاپا اس امریکن سے بھی خائف معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کاش میں ہوتا تمہارا پاپا....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"یہ کیا بکواس ہے....!"

"ہاں پاپا بکواس ہی ہوتا ہے۔ میرا ہو یا تمہارا۔ ہمیشہ ماضی میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔!"

"اچھا اب ختم کرو یہ گفتگو۔!" سونیا بول پڑی۔ "جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ قبل از مرگ واویلا کیوں۔!"

"میں تو بعد مرگ واویلا کا بھی قائل نہیں ہوں۔ بھئی پیدا ہوئے ہیں تو مریں گے ضرور۔!" عمران نے کہا۔ "بات تو تب ہے کہ پیدا ہونے ہی سے انکار کردیا جائے۔"

"یہ کس قسم کی بکواس شروع کردی ہے تم نے....!" سونیا عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔

"ٹونی سے کہو کہ اب جاکر سو جائے۔!" عمران نے اس کے سوال کو نظرانداز کر کے کہا۔

"ہاں میں یہی کروں گا۔ کسی قسم کی بھی الجھن میں پڑنا نہیں چاہتا۔!"

وہ چلا گیا تھا اور سونیا ہنسنے لگی تھی۔

"اب اجازت دو تو میں بھی تھوڑی دیر آرام کرلوں....!" عمران بولا۔

"اجازت ہے....!" اس نے شاہانہ انداز میں کہا تھا۔

اسی رات کو سونیا بے خبر سو رہی تھی۔ لیکن کسی نے اتنے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ آنکھیں ملتی ہوئی اٹھی اور دروازہ کھول دیا۔ لیکن پھر اُسے پوری طرح بیدار ہوجانا پڑا تھا۔ نہ وہ ٹونی تھا اور نہ اس کا باپ ہوٹل سے تعلق رکھنے والا بھی کوئی فرد نہیں تھا۔

"چلو....!" اجنبی نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔

"تت.... تم.... کون ہو....!"

"شب خوابی کا لبادہ پہنو اور چلو میرے ساتھ....!" اجنبی نے سخت لہجے میں کہا۔

"کک.... کہاں چلنا ہے....!"

"ڈائننگ ہال میں....!"

"تم کون ہو....!"

"وہیں معلوم ہو جائے گا۔ جلدی کرو.... ورنہ مجھے سختی کرنی پڑے گی۔!"

سونیا نے چپ چاپ لبادہ پہنا تھا اور اس کے ساتھ چل پڑی تھی اور پھر ڈائننگ ہال میں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا تھا کہ اُن کا امریکی گاہک بھی دوست نہیں تھا۔ اُس کے ساتھ تین اور بھی دکھائی دیئے تھے اور چوتھا اُسے ڈائننگ ہال میں لایا تھا۔ عمران ٹونی اور اس کا باپ بھی موجود تھے۔

اس کا باپ امریکی سے کہہ رہا تھا۔ "دیکھو یہ زیادتی ہے مسٹر رگبی سراسر زیادتی ہے۔!"

"تم لوگوں نے خود ہی ایسے حالات پیدا کئے ہیں۔ لڑکی.... تم بتاؤ کہ میرے کیمرے سے

کس نے ریل نکالی۔۔۔۔!"

"کیسا کیمرہ۔۔۔۔اور کیسی ریل۔۔۔۔؟ میں نہیں جانتی۔!" سونیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ریل اسی وقت نکالی گئی تھی جب تم مجھے ڈائننگ ہال میں لطیفے سنا رہے تھے۔!" اُس نے ٹونی سے کہا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے مسٹر رگبی۔۔۔۔!"

"یہ صورت ہی سے چور معلوم ہوتا ہے۔!" رگبی نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"صرف لڑکیوں کے دل چراتا ہوں مسٹر رگبی۔۔۔۔!"

"بکواس بند کرو۔۔۔ریل میرے حوالے کرو۔۔۔ورنہ یہاں تم سبھوں کی لاشیں پڑی ہوں گی۔!"

"دیکھو مسٹر رگبی۔۔۔۔ تم دوبارہ تصویریں لے سکتے ہو۔۔۔۔!" ٹونی کا باپ بولا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

"اب وہاں کچھ بھی نہ ہوگا۔!" رگبی غرایا۔۔۔۔ "ایک بار لوشن لگنے کے بعد سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے۔!"

"تمہیں فلم ڈیولپ کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔!" ٹونی کے باپ نے کہا "اور الزام ہمیں دے رہے ہو۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔ یہ وہی ریل نہیں تھی۔!"

"سنو۔۔۔۔! وہ پہلے کی لی ہوئی ریل تھی۔ میں نے اُس پر نمبر اور تاریخ درج کی تھی۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ ٹونی کے باپ نے بھی سر جھکا لیا۔!

امریکی اور اس کے چاروں سفید فام ساتھی انہیں خون خوار نظروں سے گھورے جارہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔ رگبی آہستہ آہستہ چلتا ہوا عمران کے قریب آ کھڑا ہوا عمران ہونقوں کی طرح اُسے دیکھے جارہا تھا۔

"تم۔۔۔۔ تم تو بہت دلیر ہو۔ ٹونی کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جب کہ دوسروں انکار کر دیا تھا۔!" اُس نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تھی نا بیوقوفی کی حرکت۔۔۔۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"لیکن تم مجھے فریب نہیں دے سکو گے۔ لاؤ نکالو وہ ریل۔۔۔۔!"

"خراب ہو گئی ہے تو دوسری منگوا دوں گا۔ اس کے لئے آخر اتنا ہنگامہ کیوں۔!" عمران نے کہا

رگبی نے شائد اس کے منہ پر گھونسہ مارنے ہی کے لئے ہاتھ اٹھایا لیکن خود اچھل کر اپنے ایک ساتھی پر جا پڑا۔

"خبردار۔۔۔۔!" ریوالور والے نے دھمکی دی۔

"بس رکھ لو اسے جیب میں ورنہ تمہیں بھی پچھتانا پڑے گا۔!"

رگبی دوبارہ عمران پر جھپٹنے ہی والا تھا کہ اس کا ایک ساتھی بولا۔ "اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جس پر شبہ ہو اُسے یہاں سے لے چلو۔۔۔۔!"

"مجھے تو اسی پر شبہ ہے۔۔۔۔!" رگبی عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

"چلو۔۔۔۔!" ریوالور والے نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تم خود آ کر لے چلو۔۔۔۔!" عمران بولا۔

"سچ مچ گولی مار دوں گا۔!" وہ غراتا ہوا آگے بڑھا۔

"ضرور۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔ میں بھی اب زندہ رہنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میری بکری پہلے ہی مر چکی ہے۔ اسی کا سوگ منانے کے لئے تو یہاں آیا تھا۔!"

جیسے ہی ریوالور والا قریب پہنچا عمران نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔ بے آواز فائر ہوا اور ایک تصویری فریم کا شیشہ چور چور ہو کر فرش پر آ رہا۔ پھر ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر ٹونی کے قریب جا گرا تھا جسے سونیا نے جھپٹ کر اٹھا لیا۔ ٹونی اور اس کا باپ تو سکتے کی سی حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔

رگبی سونیا کی طرف جھپٹا لیکن ٹونی نے ان کا راستہ روک لیا۔ پھر اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ رگبی کے چاروں ساتھی عمران پر ٹوٹ پڑے تھے اور ٹونی سے رگبی الجھ پڑا تھا۔ البتہ اس کا باپ دیوار سے جا لگا تھا۔ سونیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔! ایسے حالات میں فائر کرنا انتہائی خطرناک ثابت ہوتا۔ دفعتاً کسی نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر آہستہ سے ہاتھ رکھ دیا اور وہ اچھل پڑی۔ یہ اس کا باپ تھا۔ اُس نے اس سے ریوالور لے کر جیب میں ڈال لیا۔

"تمہارا اجنبی دوست خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔ سونیا۔۔۔۔!" اُس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

اتنی دیر میں عمران رگبی کے دو آدمیوں کو بیکار کر چکا تھا۔ وہ ایسے گرے تھے کہ پھر نہ اٹھ سکے۔

رگبی ٹونی کو چھوڑ کر بقیہ دو آدمیوں کی مدد کو پہنچ گیا۔ ٹونی بھی ہانپتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ اس کی

ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ سونیا لپک کر اس کے قریب پہنچی اور رومال سے خون صاف کرنے لگی

"میں پھر کہتا ہوں کہ آدمیوں کی طرح بات کرو.....!" دفعتاً اس نے عمران کی آواز سنی۔

"ارے تم ایک آدمی کو قابو میں نہیں کر سکتے۔!" رگبی نے اپنے ساتھیوں کو غیرت دلائی اور وہ دونوں جان کی بازی لگا کر عمران پر ٹوٹ پڑے۔ عمران نے ایک کو تو فوری طور پر جھٹک دیا تھا اور دوسرے کو پشت پر لاد کر اچھالا تو اس کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا اور وہ کسی مردہ چھپکلی کی طرح فرش پر لمبا لمبا لیٹ گیا تھا۔

پھر سونیا نے رگبی کے ہاتھ میں بڑے پھل والا چاقو دیکھا تھا۔ ایک طرف سے اس کے ایک ساتھی نے عمران پر حملہ کیا تھا اور دوسری طرف سے رگبی نے چاقو کا وار کرنا چاہا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں سونیا نے جھپٹ کر اُس کا چاقو والا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پھر ٹونی کو بھی غیرت آئی تھی اور وہ رگبی سے چمٹ گیا تھا۔ اتنی دیر میں اس کے چوتھے ساتھی کا بھی وہی حشر ہوا جو بقیہ تینوں کا ہو چکا تھا۔ اب صرف رگبی ہی اپنے پیروں پر کھڑا نظر آ رہا تھا۔ لیکن وہ ان دونوں کے بس کا تو نہیں تھا۔ عمران چند لمحے انہیں حیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر بولا۔ "تم دونوں ہٹ جاؤ..... اس کی تو گردن کی ہڈی توڑ دوں گا۔!"

"نہیں اس کو زندہ رہنے دو.....!" ٹونی کا باپ جلدی سے بول پڑا۔

"ارے واہ جناب! آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے میں نے ان چاروں کو مار ڈالا ہے۔ اب اس طرح تو بدنام نہ کیجئے۔!" عمران نے کہا اور علی بند لگا کر چاقو رگبی کے ہاتھ سے نکال دیا۔ رگبی احمقوں کی طرح کھڑا انہیں گھورے جا رہا تھا۔!

"بتاؤ..... تم لوگوں نے یہ کیسا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔!" سونیا آگے بڑھ کر چیخی۔

"میں تمہارے باپ کا دشمن تو نہیں ہوں۔!" رگبی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "البتہ تم لوگ ضرور اُس سے دشمنی کر رہے ہو۔!"

"ہم دشمنی کر رہے ہیں.....!" ٹونی نے حیرت سے کہا۔ "شائد ہم ہی نے انہیں گھیر کر گولیاں چلائی تھیں۔!"

"تم خاموش رہو ٹونی..... تم لوگ کچھ نہیں جانتے۔!" اس کا باپ بولا۔

"مجھے بولنے کی اجازت ہے۔!" سونیا نے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن شائد میں بھی یہی سوال

دہراؤں گی۔!"

"اچھا تو سنو بدعقلو، اگر وہ ریل نہ ملی تو آدھا یورپ تباہ ہو سکتا ہے۔!" رگبی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بقیہ آدھے کو میں تباہ کر دوں گا..... تم لوگ پرواہ نہ کرو۔!" عمران بولا۔

"اچھا تو ریل تمہارے پاس ہے.....!"

"میں نے یہ تو نہیں کہا.....!"

"مسٹر رگبی کا بیان وزن رکھتا ہے.....!" ٹونی کا باپ بولا۔

"یعنی آدھا یورپ تباہ ہو جائے گا۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

"یقیناً ایسا ہی ہو گا۔!"

"اچھا تو پورے یورپ کی تباہی میں کتنی ریلوں کی ضرورت پیش آئے گی۔!"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" رگبی غرایا۔ "یہ انہی لوگوں میں سے معلوم ہوتا ہے۔!"

"کن لوگوں میں سے.....؟"

"جنہوں نے اس شریف آدمی کو گھیر کر فائرنگ کی تھی۔!" اس نے ٹونی کے باپ کی طرف اشارہ کیا۔

"تم اپنے آدمیوں کی خبر کیوں نہیں لیتے۔!" سونیا اسکے بیہوش ساتھیوں کیطرف دیکھ کر بولی۔

"اگر وہ زندہ ہیں تو خود ہی اٹھ بیٹھیں گے.....!" رگبی نے لاپروائی سے کہا۔

"خود ہی نہیں اٹھ بیٹھیں گے بلکہ اسٹریچر پر اٹھائے جائیں گے۔!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "بہتر ہے کہ فون کر کے طبی امداد طلب کر لو.....!"

"اس صورت میں تم جیل میں ہو گے۔!" رگبی غرایا۔ "لیکن اگر تم ریل میرے حوالے کر دو تو میں کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔!"

"دیکھو دوست! خصوصیت سے میں تمہاری کسی ریل کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ایک مسافر ہوں۔ یہ دونوں پریشان تھے۔ میں نے سوچا ان کا ساتھ دینا چاہئے۔ بھلا ان کے نجی معاملات سے مجھے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔!"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا تم سے.....!" ٹونی کے باپ نے رگبی سے کہا۔

"تو پھر چوتھا کون ہو سکتا ہے۔ میں نے کسی کو بھی یہاں نہیں دیکھا....!"

"تم اس نامعلوم آدمی کو کیوں نظر انداز کر رہے ہو جس نے پچھلی رات سونیا کو ایک اطلاع دی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ یہاں مقیم دوسرے مسافروں میں سے کوئی ہو اور کیا میں نے تمہیں نہیں بتایا کہ مجھے گھیرنے والوں نے تمہارے ہی متعلق مجھ سے پوچھ گچھ کی تھی۔!"

"اس شخص کے بارے میں میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔!" رگبی نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"تم بکواس کر رہے ہو مسٹر رگبی....!" سونیا بپھر گئی۔

"گورشیو! اپنے بچوں کو تہذیب سکھاؤ....!" رگبی بولا۔ ٹھیک اسی وقت عمران کا داہنا ہاتھ اٹھ کر اس کے بائیں شانے پر پڑا تھا اور وہ بائیں جانب جھکتا چلا گیا تھا۔ پھر وہ بھی اپنے چاروں ساتھیوں ہی کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

"شاباش....!" سونیا پُر مسرت لہجے میں بولی۔ "یہی مناسب تھا۔!"

"شکریہ....!" عمران نے کہا۔

"ارے یہ سب کیا ہو رہا ہے آخر....!" گورشیو بوکھلا کر بولا۔ لیکن کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہ دی۔

"اب ان پانچوں کیلئے کوئی معقول انتظام ہو جانا چاہئے۔!" عمران نے ٹونی کیطرف دیکھ کر کہا۔

"برف میں دفن کر دیں....!" ٹونی نے کہا۔

"بھائی یہ ابھی زندہ ہیں اور شائد عرصہ تک زندہ رہیں۔ آخر تم کیوں مجھے پھانسی دلوانے کے خواہش مند ہو۔!"

"کیا انتظام کیا جائے۔!"

"کسی خالی کمرے میں ڈال کر قفل لگا دو۔ اتنی دیر میں پاپا گورشیو سے دو دو باتیں ہو جائیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتا....!" گورشیو کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"پاپا....!" سونیا نے آنکھیں نکالیں۔!

"ابھی نہیں.... پہلے ان کا انتظام ہونا چاہئے۔!" عمران بول پڑا۔

ان تینوں نے مل کر بیہوش آدمیوں کو ایک خالی کمرے میں پہنچایا تھا اور پھر کمرے کو

کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد کافی کا دور چلا تھا۔ گورشیو بالکل خاموش تھا لیکن اس کی آنکھوں سے خوفزدگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ سونیا اُسے گھورتی رہی تھی۔ لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔

کافی نوشی کے اختتام پر عمران نے اُن دونوں سے کہا۔

"اب تم جا کر آرام کرو.... میں ذرا پاپا گورشیو کے ساتھ شطرنج کھیلوں گا۔!"

"یہ ناممکن ہے....!" سونیا بولی۔

"اگر تم خلوص نیت سے کوشش کرو تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ اسے پاپا کے ساتھ شطرنج کھیلنے دو۔ پاپا کا بھی دل بہل جائے گا۔!"

"اور کیا.... ٹونی اس وقت تم سے بھی زیادہ عقل مند معلوم ہو رہا ہے۔!"

"لیکن اگر انہوں نے ہوش میں آکر شور مچانا شروع کر دیا تو۔!"

"انہیں بھی کھیل میں شریک کر لیں گے۔ تم اس کی پرواہ نہ کرو.... بس جاؤ۔!"

"چلو اٹھو.... مجھے سچ مچ نیند آرہی ہے....!" ٹونی اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔

گورشیو بالکل خاموش تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمران کے ساتھ تنہا نہ رہنا چاہتا ہو۔ لیکن بالآخر وہ دونوں اٹھ ہی گئے تھے۔ سونیا نے اپنے کمرے کے دروازے کے قریب رک کر کہا۔ "مجھے تو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آرہا تھا۔!"

"عمران حیرت انگیز ہے....!" ٹونی بولا۔

"اب دیکھو.... پاپا سے کیا رہتی ہے....!"

"اچھا شب بخیر....!" ٹونی بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور آگے بڑھ گیا۔

"ک.... کیا واقعی شطرنج....!" گورشیو ہکلایا۔

"نہیں پاپا گورشیو.... اصل معاملہ.... تمہارے دونوں بچے بہت پریشان ہیں۔!"

"انہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ وہ سمجھتے نہیں.... تم نے میرے دوستوں کے ساتھ مناسب برتاؤ نہیں کیا۔!"

"تمہارے دوست نہ ہوتے تو واقعی انہیں برف ہی میں دفن ہونا پڑتا۔!"

"تم آج ہی تین آدمیوں کو قتل کر چکے ہو....!"

"افواہ ہے..... میں نہیں جانتا کہ وہ کیسے مرے تھے۔!"

"ٹونی کہہ رہا تھا کہ تمہارے پاس اصل ریوالور بھی تھا۔!"

"غلط فہمی کا علاج تو افلاطون کے پاس بھی نہیں تھا۔!"

"تم معاملات کو سمجھے بغیر دخل اندازی کر بیٹھے ہو.....!"

"اسی لئے تو معاملات کو سمجھنا چاہتا ہوں..... اچھا یہی بتاؤ جب تمہیں علم تھا کہ تمہارے کچھ دشمن موجود ہیں تو تم اس طرح کیوں نکل کھڑے ہوئے تھے۔!"

"اس خبر کی تصدیق کرنا چاہتے تھے اگر وہ سچ مچ یہاں موجود ہیں تو ہمیں سناٹے میں گھیرنے کی کوشش کریں گے۔!"

"بہت خوب..... یہ تو خودکشی کے مترادف ہوا.....!"

"اُدھو..... ہم غافل تو نہیں تھے۔ ہمارے ساتھی بھی ہماری نگرانی کر رہے تھے تم نے دو آدمی جو رگبی کے ساتھ دیکھے تھے وہ اس کے ساتھی ہی تو تھے۔!"

"اور تمہیں لاوارث سمجھ کر نظر انداز کر گئے تھے۔!"

"نہیں وہ میرا سراغ کھو بیٹھے تھے۔ برف باری ہی اتنی شدید شروع ہو گئی تھی۔!"

"اور فائروں کی آوازیں سن کر تو چھوڑ ہی بھاگے.....!"

"تم آخر ہو کون اور کیا چاہتے ہو.....!" گورشیو جھنجھلا کر بولا۔

"تمہارا اور تمہارے بچوں کا ہمدرد..... کاش تم اس وقت ان کی شکلیں دیکھ سکتے جب وہ تمہارے لئے پریشان تھے۔ ہاں یہ ڈی مورا کیسا آدمی ہے.....!"

"میں اسے بیس سال سے جانتا ہوں.....!"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے سونیا تک تمہارے دشمنوں کی موجودگی کی اطلاع پہنچائی ہو۔!"

"لیکن مجھے حیرت ہے وہ اتنا ڈرپوک تو نہیں ہو سکتا.....!" گورشیو نے متفکرانہ لہجے میں کہا۔ "اس نے تمہیں اور ٹونی کو تنہا جانے دیا تھا اور صرف گاڑی حوالے کر دی تھی۔ نہیں یہ ڈی مورا کا انداز ہرگز نہیں ہو سکتا وہ بڑا دلیر ہے۔!"

"تو پھر وہ نقلی ڈی مورا ہوگا۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

"میں نہیں سمجھا.....!" گورشیو کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دشمنوں نے تمہارے اصلی ڈی مورا کو غائب کر دیا ہوگا۔!"

گورشیو کو اس نے پہلی بار ہنستے دیکھا۔

"لڑکے.....! شائد تم نے بہت گھٹیا قسم کے جاسوسی ناول پڑھے ہیں۔!"

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں.....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مجھے سوچنے دو..... ڈی مورا نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔!"

"ضرور سوچو.....!" عمران نے کہا اور جیب میں چیونگم کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد گورشیو بولا۔ "جنہیں تم نے بیہوش کر دیا ہے وہ میرے ہمدرد ہیں۔ تمہاری اس حرکت نے مجھے دکھ پہنچایا ہے۔!"

"تمہارے ہمدرد تمہاری بیٹی کو ریوالور دکھا کر یہاں لائے تھے۔!"

عمران اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے اچانک خاموش ہو جانے پر بھی اسے گھورتا رہا۔

"اگر وہ ریل نہ ملی تو میں دو لاکھ ڈالر کے خسارے میں رہوں گا۔!" گورشیو بالآخر بولا۔

"میں نہیں سمجھا.....!"

"بچوں نے تم سے کسی آرٹسٹ کا ذکر کیا ہوگا جس نے ایک رات میرے کمرے میں گذاری تھی۔!"

"ہاں آں... شاید کیا تو تھا.. اور اس کی لاش کچھ دنوں کے بعد برف میں دبی ہوئی ملی تھی۔!"

"ہاں..... وہی..... اور اس کے بعد ہی مجھ پر حملہ ہوا تھا۔ حملہ آور نامعلوم افراد تھے۔ دراصل اس وقت بھی انہوں نے مجھے اٹھالے جانے کی کوشش کی تھی۔!"

"آخر کیوں.....؟"

"ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو..... ہو سکتا ہے ہمارے دشمنوں ہی کے کوئی ایجنٹ ہو۔!"

"اور وہ تینوں لاشیں غالباً تمہارے دوستوں ہی کی تھیں.....!"

"تو تم ان کے قتل کا اعتراف کرتے ہو.....!"

"میں کسی بات کا اعتراف نہیں کر رہا.....!"

"بس کرو.....!" گورشیو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔!"

"میں کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا۔ میرا ذہن تو اس نامعلوم آدمی میں الجھا ہوا ہے جس نے سونیا کو یہاں تمہارے دشمنوں کی موجودگی کی اطلاع دی تھی۔!"

"ہم خود بھی اسی کے بارے میں سوچتے رہے ہیں۔ بلکہ آج ہم دونوں کے نکل کر ہونے کی وجہ بھی یہی تھی۔ ہم اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ ان کے ارادے کیا ہیں۔ ورنہ اِ موسم میں کون نکلتا ہے اسکی انگ کے لئے۔!"

"شائد اسی لئے سونیا کو اطلاع دی گئی تھی کہ تم لوگ اندازہ کرنے کیلئے نکلو اور گھیر لئے جاؤ۔!"

"اس نتیجے پر پہنچنا پڑے گا۔!" گورشیو سر ہلا کر بولا۔

کمرے سے اچانک شور سنائی دیا تھا۔ شائد ان میں سے کوئی ہوش میں آکر دروازہ پیٹ رہا تھا۔

"پاپا گورشیو....!" عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے انہیں کھول دیا تو وہ زندہ نہ چھوڑیں گے۔!"

"لیکن یہ صورت حال بھی برقرار نہیں رکھی جاسکتی۔ اگر دوسرے مسافر بھی جاگ پڑے میں دشواری میں پڑجاؤں گا۔!"

"اچھا تو پہلے مجھے یہاں سے چپ چاپ نکل جانے دو....!"

"اچھا.... تو یہ لو ریل.... اور مجھے نکل جانے دو....!" عمران نے کہا۔

"ہاں یہ ممکن ہے....!" گورشیو نے کہا اور کسی قدر آگے جھک آیا۔ دوسرے ہی لمحے جوڈو کا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا تھا گورشیو آواز نکالے بغیر منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔

اس کے بعد عمران اپنے کمرے کی طرف بھاگا تھا۔

پھر وہاں اتنا شور مچا تھا کہ دوسرے مسافر بھی بیدار ہوگئے تھے۔ سونیا اور ٹونی کو بھی پڑا۔ انہیں نیند ہی کب آئی تھی۔ وہ تو عمران کی واپسی کے منتظر تھے۔

قیدیوں کا کمرہ کھولنا پڑا۔ باپ اب بھی ڈائننگ ہال میں بیہوش پڑا تھا۔ بس پھر بات تھی۔ ورنہ دوسرے گاہکوں کو مطمئن کرنا دشوار ہوجاتا۔ گورشیو نے ہوش میں آنے پر انہیں کہ کچھ لٹیرے گھس آئے تھے جنہوں نے اُسے اور اُس کے دوستوں کو بے بس کرکے تعداد میں نقدی لوٹ لی۔

رگبی غصے سے پاگل ہوا جارہا تھا۔ دوسروں کے چلے جانے کے بعد گورشیو کو گھونسہ د بولا۔ "تم نے دیکھا.... آخر بھاگ گیا نا....!"

"میں کیا بتاؤں.... وہ ٹونی کا دوست تھا....!"

"سب سے دوست تھا تمہارا....!" رگبی ٹونی کی طرف مڑا۔

"چار سال پہلے ہم نے کئی ہفتے روم میں اکٹھے گذارے تھے۔!" ٹونی نے جواب دیا۔

"اور اب وہ تمہارے دشمنوں کے ایجنٹ کا رول ادا کر رہا ہے....!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے مسٹر رگبی....!" ٹونی نے کہا۔

"تو پھر کیوں بھاگ گیا....!" رگبی حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"تم لوگوں سے خائف ہو کر بھاگ گیا ہوگا.... بیچارہ۔!" سونیا بولی۔ "تم نے اس پر چوری کا الزام لگایا تھا۔ تمہاری ریل کہاں سے پیدا کرتا۔!"

"سمجھا....!" رگبی دفعتاً مسکرا کر بولا اور سونیا جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پھر رگبی نے کسی قدر غصیلی آواز میں کہا۔ "گورشیو میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ بچوں کو بھی اعتماد میں لے لو۔ لیکن تم نہیں مانتے تھے۔"

"یہ بچے....!" گورشیو دانت پیس کر بولا۔ "اگر یہ بچوں کی طرح نہ رہے تو میں انہیں ٹھیک کردوں گا۔!"

سونیا اور ٹونی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔

"کیا وہ اپنا سامان بھی لے گیا ہے....؟" رگبی نے گورشیو سے پوچھا۔

"ہاں ایک ایک چیز.... کچھ بھی نہیں چھوڑا۔!"

"میں اس کے کمرے پر ایک نظر ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔!" رگبی کچھ سوچتا رہا پھر سونیا اور ٹونی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم دونوں اپنے کمروں میں جاسکتے ہو۔!"

سونیا کچھ کہنے والی تھی کہ ٹونی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا تھا آج کی رات خواہ مخواہ تباہ ہوگئی۔!" اس نے سونیا کا بازو پکڑا تھا اور ڈائننگ ہال سے رہائشی کمروں کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔

"سنو....!" سونیا چلتے چلتے رک کر بولی۔ "کہیں وہ سچ مچ دشمنوں ہی میں سے نہ رہا ہو۔!"

"کہاں کے دوست اور کیسے دشمن....! سب کچھ بکواس ہے۔ پاپا وغیرہ پتہ نہیں کس چکر میں ہیں۔!"

"میرا دماغ شل ہو گیا ہے۔ سوچتے سوچتے....!" سونیا نے کہا اور چل پڑی۔

"کچھ مت سوچو.... چپ چاپ جا کر سو جاؤ....!"

وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کر لیا تھا۔ بڑی دیر تک دروازہ کے قریب ہی کھڑی رہی تھی۔ لیٹنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ بقیہ رات بیٹھ کر گذار دینا چاہتی تھی کہ آخر عمران اس طرح کیوں چلا گیا۔ کم از کم اُسے اس پر تو اعتماد کرنا ہی چاہئے تھا۔ یہ تسلیم کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کے باپ کے دشمنوں میں سے ہوگا۔ کوئی کچھ بھی کہے لیکن وہ اپنی آنکھوں کی بناوٹ کے اعتبار سے ایمان دار ہی لگتا تھا۔ پھر اس کا ذہن اس ریل کی طرف منتقل ہو گیا جس کیلئے اتنا ہنگامہ ہو گیا تھا۔ آخر وہ کس قسم کی تصویریں ہو سکتی ہیں۔ اب اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کا ذکر اپنے باپ سے کرے یا نہ کرے۔ پتا نہیں اس سلسلے میں ٹونی کا کیا خیال ہے۔ نہیں شائد وہ بھی نہیں بتانا چاہتا ورنہ اب تک اصل بات باپ کے گوش گذار کر چکا ہوتا!

سوچتے سوچتے ذہن پر نیند کا غبار چھانے لگا تھا اور کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی تھی۔

صبح کو شائد کسی نے دروازے پر دستک دی تھی ورنہ وہ سوتی ہی رہ جاتی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ٹونی سامنے کھڑا تھا۔

"کیا آج گاہک ناشتے سے بھی محروم رہ جائیں گے۔!" اس نے کہا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آج تم اپنی نگرانی میں کام کراؤ....!"

"مجھے باورچی خانے کے کاموں کا سلیقہ نہیں ہے۔!"

"باتیں بنانے کا سلیقہ ہے۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "چلو.... آ رہی ہوں۔!" اُس نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا تھا اور کچن میں پہنچ گئی تھی۔ ٹونی کے علاوہ اس کا باپ بھی کچن میں موجود تھا اور ٹونی سے کہہ رہا تھا۔ "اگر وہ تمہارا دوست تھا تو اس طرح بھاگ کیوں گیا۔ اس کی دانست میں اگر ہم کسی قسم کے خطرے میں تھے تو اسے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔!"

"اگر اس پر اعتماد کیا ہوتا تو کبھی نہ جاتا....!"

"میں اب اُسے تیسری پارٹی سمجھنے پر مجبور ہوں۔!"

"چلا گیا تو جانے دو.... نہ ہم بزدل ہیں اور نہ کمزور ہیں....!" سونیا بول پڑی۔

"ریل وہی نکال لے گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے اور اب اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی

جا سکتی۔ رگبی کے ساتھی اُسے تلاش کر کے مار ڈالیں گے۔!" سونیا طنزیہ انداز میں ہنسی تھی۔

"ہاں تم دیکھ لینا....!"

"لیکن تم ہمیں اصل معاملے کی ہوا بھی نہیں لگنے دو گے پاپا....!" ٹونی اسے گھورتا ہوا بولا۔ "جب کہ رگبی بھی کہہ رہا تھا کہ بچوں کو ضرور اعتماد میں لینا چاہئے تھا۔!"

"اسی سے پوچھ لینا.... میں کچھ نہیں جانتا....!" وہ غصیلے لہجے میں بولا۔ کچھ لمحے خاموش رہ کر پھر غرایا۔ "اب کسی نئے مسافر کو کمرہ نہیں دیا جائے گا۔!"

"کیوں....؟ چار کمرے خالی ہیں....!"

"اب خالی نہیں رہیں گے.... میں رگبی کے سارے ساتھیوں کو یہیں بلوا رہا ہوں۔!"

دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔ کچھ بولے نہیں۔

گورشیو چلا گیا۔ رگبی کے چاروں ساتھی ڈائننگ ہال میں ناشتے کے منتظر بیٹھے تھے۔ انہیں ناشتہ پہنچوانے کے بعد سونیا اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دروازہ بند کرنے والی ہی تھی کہ رگبی سامنے آ کھڑا ہوا۔

"معافی چاہتا ہوں بے بی.... لیکن یہ بہت ضروری ہے....!"

"ضرور.... ضرور.... اندر آ جاؤ....!" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"شکریہ....! حالات نے ہمیں ایک دوسرے کی طرف سے مشکوک کر دیا ہے لیکن یقین کرو ہم سب آپس میں اچھے دوست ہیں۔!"

"بیٹھ جاؤ....!"

"شکریہ....!" وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "اربوں لیرے دولت کا معاملہ ہے۔!"

"کچھ کہو بھی تو....!"

"تمہیں وہ آرٹسٹ تو یاد ہی ہوگا جس نے ایک رات تمہارے پاپا کے ساتھ گذاری تھی۔!"

"ہاں مجھے یاد ہے اور تین چار دن بعد اس کی لاش بھی ملی تھی۔!"

"وہ تمہارے پاپا کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ پچھلی جنگ میں وہ تمہارے پاپا کے ساتھ افریقہ کے محاذ پر تھا۔ میں بھی وہیں تھا۔ تینوں گہرے دوست تھے۔ عدلیس ابابا میں ہمیں اچانک ایک مورچے کی کھدائی کے دوران میں ایک بہت بڑا خزانہ ملا۔ سونے کی لاکھوں اشرفیاں۔ پھر ایک

حملے کے دوران میں ہم ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور پھر تینوں نے اپنی اپنی جگہ دوسروں کو مردہ تصور کرلیا۔ دوسری دلچسپ بات یہ ہوئی کہ جہاں ہم نے خزانہ چھپایا تھا وہاں ہم میں سے ہر ایک کو خزانہ نہ مل سکا۔!"

"ٹھہرو....!" سونیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔

وہ خاموش ہو گیا۔

"تو تم امریکن نہیں ہو.... بھلا پاپا کے ساتھ محاذ پر کسی امریکن کا کیا کام۔ امریکن تو دشمن کیمپ سے تعلق رکھتے تھے۔!" سونیا بولی۔

"تمہارا خیال درست ہے.... میں جرمن ہوں اور اب امریکی شہری۔ جب جنگ ہو رہی تھی تو میں نازیوں کے ساتھ تھا۔ بہر حال وہ آرٹسٹ ہی اس خزانے کو وہاں سے نکال لانے میں کامیاب ہو گیا اور ہم اپنی اپنی جگہ پر اُسے مردہ تصور کئے بیٹھے تھے۔ لیکن وہ پچھلے سال اچانک مجھے فرانس میں مل گیا۔ بہت خوش ہوا مجھے زندہ دیکھ کر۔ گورشیو کی خیریت بھی پوچھی۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ گورشیو بھی زندہ ہے تو اس نے بتایا کہ خزانہ ابھی تک جوں کا توں محفوظ ہے جسے اس نے ڈولنٹمائٹس ہی کے کسی دشوار گذار علاقے میں چھپا رکھا تھا۔ میں اُن دنوں بیمار تھا۔ فوری طور پر اس کے ساتھ اٹلی نہیں آسکا تھا۔ وہ مجھ سے یہ کہہ کر رخصت ہو گیا کہ گورشیو سے ملنے جارہا ہے۔ وہ وہی زمانہ تھا جب وہ تمہارے پاپا سے ملا تھا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ کسی دوسری پارٹی کو خزانے کا علم کیونکر ہوا....؟" دفعتاً سونیا بولی۔

"اچھا سوال ہے.... ذہین لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ آرٹسٹ تنہا اس خزانے کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل نہیں کرسکتا تھا ظاہر ہے کہ اس نے کچھ لوگوں سے مدد لی ہوگی۔ یہ بتائے بغیر کہ ان صندوقوں میں کیا ہے۔ لیکن وہ بعد میں کسی نہ کسی طرح اصلیت سے آگاہ ہو گئے بہر حال جب وہ تمہارے پاپا سے ملنے آیا تھا تو اسے احساس ہو گیا کہ اس کا تعاقب کیا جارہا ہے۔!"

"پھر تعاقب کرنے والوں نے اُسے مار ڈالا۔!" سونیا تلخ لہجے میں بولی۔

"یہ معلوم کئے بغیر کہ اس نے خزانے کو کہاں چھپایا ہے....!"

"تم بہت تیز ہو....!"

"ایک بچہ بھی یہی سوال کرے گا....!"

"سمجھنے کی کوشش کرو.... انہوں نے اس کو گھیر کر پکڑنے کی کوشش کی ہوگی۔ فرض کرو اس نے فائرنگ شروع کردی ہو اور تعاقب کرنے والوں کو بھی بندوقیں سیدھی کر لینے پر مجبور کردیا ہو اور پھر وہ فائرنگ کے دوران ہی میں ہلاک ہو گیا ہو۔!"

"ہاں یہ ہوسکتا ہے....!" سونیا کچھ دیر بعد بولی اور رگبی سانس لے کر رہ گیا۔ سونیا نے کہا۔

"تو اب ہم کیا کریں....؟"

"دیکھو.... وہ ریل جو میرے کیمرے سے غائب ہو گئی ہے۔ بڑی اہمیت کی حامل تھی اور اس میں جو کچھ بھی تھا اس سے تمہارے باپ کا زیادہ تعلق ہے....!"

"میں نہیں سمجھی....!"

"بعض اہم دستاویزوں کی تصاویر تھیں....!"

"تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ اگر ریل نہ ملی تو آدھا یورپ تباہ ہو جائے گا۔!"

"وہ تو میں نے یونہی تمہیں دہلانے کے لئے کہا تھا کہ شائد اسی طرح ریل واپس مل جائے ورنہ سارا چکر خزانے ہی کا ہے۔!"

"اور تم یقین کرو کہ ہم لوگ اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ جو چوروں کی طرح بھاگ گیا اس سلسلے میں اس کی بھی ضمانت دے سکتی ہوں۔!"

"لیکن وہ تو کہہ رہا تھا....!"

"اول درجے کا احمق ہے.... خواہ مخواہ بکواس کرتا رہتا ہے۔ جو چاہو اس سے کہلوالو....!"

"تو پھر یہاں اور کوئی کالی بھیڑ موجود ہے اور بھی تو مسافر مقیم ہیں ان کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔!"

"اب تو نے عقلمندی کی بات کی ہے....!"

"لیکن یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے ہم ان کے سامان کی تلاشی لے سکتے ہیں۔ آج موسم کل سے بہتر ہے۔ یہ سب باہر چلے جائیں گے۔ ہم تینوں اگر چاہیں تو یہ کام بہ آسانی کرسکتے ہیں۔!"

"میں تمہارا ساتھ دوں گی....!"

"شکریہ بے بی.... ٹونی کو بھی تم ہی آمادہ کرو.... موقع دیکھ کر میں تم دونوں سے آملوں گا۔!"

وہ چلا گیا.... اور سونیا حالات کے اس نئے رخ کے بارے میں غور کرنے لگی۔ نہ جانے

کیوں رگبی کا بیان اُسے بکواس ہی لگا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے لئے کچھ اجنبی شکلیں بھی ہال میں نظر آئی تھیں ان میں سے زیادہ تر سفید بھیڑیوں کے شکاری تھے۔

گورشیو نے ایک بار پھر دونوں کو متنبہ کیا....!" دیکھو.... کمرہ کسی کو بھی نہ دینا۔ رجز المار ی میں بند کردو.... کوئی کمرہ خالی نہیں ہے۔!"

"ایسا ہی ہوگا....!" سونیا مسکرا کر بولی۔ "رگبی نے مجھے سب کچھ بتادیا ہے....!"

"اور تم اس سے متفق ہو....!"

"کس بات سے....؟"

"یہی کہ ہمیں بہت محتاط رہنا چاہئے۔!"

"ہاں اس کے بیان کے مطابق اربوں لیرے کا معاملہ ہے۔ بہر حال ہم نے تمہاری مخالفت تو نہیں کی تھی۔ صرف حالات سے آگاہ ہونا چاہا تھا۔!"

"اور تم دونوں اس بیوقوف سے آدمی پر اعتماد کر بیٹھے۔ وہ ریل کو ڈیولپ کر لینے کے بعد بھی اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔!"

"تمہارے خیال سے اس ریل میں کیا ہوگا۔!"

"ارے تم اتنی معمولی سی بات نہیں سمجھ سکتیں۔!" گورشیو اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "ارے اُس میں اس نقشے کی مختلف تصویریں تھیں جس کی مدد سے ہم خزانے تک پہنچ سکتے ہیں۔!"

"سب جھوٹ ہے....!" سونیا ٹونی کی طرف دیکھ کر بولی۔ "رگبی نے کہا تھا کہ اس ریل میں کچھ اہم دستاویزات کی تصاویر تھیں....!"

گورشیو کچھ نہ بولا۔ اب وہ دونوں اُسے گھورے جارہے تھے۔ اس نے کچھ دیر بعد کھنکار کر کہا۔ "رگبی نے مجھے یہی بتایا تھا۔!"

"اور وہ نقشے تمہاری پشت پر بنائے گئے تھے۔!" ٹونی بولا۔

"آہستہ بولو....!" گورشیو خوف زدہ آواز میں بولا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کسی محلول کے ذریعے انہیں کیمرے کے حساس لینس کے لئے ابھارا گیا تھا اور کچھ دیر بعد وہ بالکل ضائع ہوگئے تھے۔!"

گورشیو تھوک نگل کر بولا۔ "ہاں یہی بات تھی۔ اس رات اس آرٹسٹ نے کسی خاص قسم کے محلول کے ذریعے وہ نقشے میرے پشت پر بنائے تھے جنہیں دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ پر اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں رگبی کو یہ پیغام پہنچادوں کہ نقشے ٹیکنیک نمبر بارہ کے ذریعے محفوظ کئے جاسکیں گے۔

"یہ ٹیکنیک نمبر بارہ کیا ہے۔!"

"بس....!" گورشیو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں اپنی زبانیں بالکل بند رکھو اور اس مردود کو تلاش کرنے کی کوشش کرو۔!"

تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر انہیں دونوں ہاتھوں سے دھکیلتا ہوا بولا۔ "چلو میرے کمرے میں چلو....!"

اُن دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا اور گورشیو کے کمرے کی جانب چل پڑے تھے۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے دروازہ بند کیا تھا اور ٹونی کی طرف مڑ کر اُسے گھونسہ دکھاتا ہوا بولا تھا۔ "تم.... تم نے دیکھا تھا اُسے میری پشت سے تصویر اتارتے دیکھا تھا.... تم نے....!"

"ہاں میں نے دیکھا تھا....!"

"تم کیوں جھانکا کرتے ہو میرے کمرے میں....!"

"اس لئے کہ تم بہت سادہ لوح ہو پاپا۔ جو بھی چاہتا ہے تمہیں آلۂ کار بنا لیتا ہے۔ اگر ہم تمہارے سلسلے میں جاگتے نہ رہیں تو تم غرق ہوجاؤ۔!"

"بکواس بند کرو.... بیٹھو اور میری بات غور سے سنو.... تم نے اس سے اس انوکھے وقوعے کا ذکر ضرور کیا ہوگا۔!"

"ہرگز نہیں....!"

"میں یقین نہیں کرسکتا۔!" گورشیو پیر پٹخ کر بولا۔ "اگر ریل نہ ملی تو تم دونوں کی کھالیں اتار دوں گا۔!"

"یہ زیادتی ہے پاپا....!" سونیا روہانسی ہو کر بولی۔ "تم خواہ مخواہ ہم پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالو۔!"

"جو کچھ کہنا ہے کہہ چکا.... جاؤ اسے تلاش کرو....!"

ٹونی کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا تھا اُس نے سونیا کو چلنے کا اشارہ کیا تھا اور خود تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اب سونیا اُسے اپنے کمرے میں لائی اور آہستہ سے بولی۔ "میں نے کہا تھا کہ بات چھپی نہ رہ سکے گی۔ پھر تم اول درجے کے احمق ہو۔ تمہیں کیا ضرورت تھی اس بات کا ذکر کرنے کی کہ تم نے پاپا کی پشت سے تصویریں لینے کا منظر دیکھا تھا۔!"

"سب ٹھیک ہے.... میں دیکھ لوں گا....!"

"کیا دیکھ لو گے....!"

"کچھ بھی نہیں.... چلو اُسے تلاش کریں.... یہ تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ پاپا کو رگبی یا اس کے ساتھیوں سے کوئی خطرہ نہیں....!"

دوپہر کا کھانا انہوں نے ایک تفریح گاہ میں کھایا تھا اور وہیں سے کھلاڑیوں کیساتھ "اسکی انگ" کے لئے روانہ ہوگئے تھے۔ سونیا اور ٹونی کے درمیان زیادہ سے زیادہ دس گز کا فاصلہ رہا ہوگا اور وہ زور زور سے باتیں کرتے ہوئے دوڑے جارہے تھے۔

"کتنے دنوں بعد کھلی فضا میسر آئی ہے۔!" سونیا کہہ رہی تھی۔

"چلتی رہو.... آج دور تک خبر لیں گے۔!"

ان کے چاروں طرف لوگ دوڑ رہے تھے بستی بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ دفعتاً ٹونی اس کے برابر پہنچ کر بولا۔ "تم نے کچھ محسوس کیا۔!"

"کیا....؟" وہ چونک پڑی۔

"ذرا ان پانچوں کو دیکھو... کیا یہ اسی طرح نہیں چل رہے جیسے ہم کو نرغے میں لے رہے ہیں۔!"

سونیا نے ادھر اُدھر نظر دوڑاتی اور بولی۔ "ضروری تو نہیں ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ ہم گھیرے جارہے ہیں۔ میں ان میں سے ایک آدمی کو پہچان رہا ہوں۔ وہ دیکھو وہ خوفناک شکل والا شکاری۔ دوپہر کو وہ ہمارے ڈائننگ ہال میں کھانا کھانے آیا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے....!"

"ہاں تھا تو شائد....!" سونیا بڑبڑائی۔

"اور یہ بہت بُرا ہوا.... یہ رگبی کے مخالفین ہی معلوم ہوتے ہیں۔!"

"دیکھا جائے گا....!" سونیا اکتا کر بولی۔

"آخر وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں....!"

"مٹر پلاؤ پکانے کی ترکیب پوچھیں گے۔!"

ٹونی کچھ نہ بولا اور وہ بدستور دوڑتے رہے۔ پانچوں آدمی آہستہ آہستہ ان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرتے جارہے تھے۔

"عمران کا ریوالور تھا تو تمہارے پاس....!" سونیا کچھ دیر بعد بولی۔

"نہیں تو.... اس نے واپس لے لیا تھا....!"

"تب تو.... اچھا بڑا شکاری چاقو....!"

"وہ تھیلے میں ہے....!"

"میرے پاس بھی ہے.... جتنی دیر لڑ سکیں گے ضرور لڑیں گے اور پھر یہ ضروری نہیں کہ ان کا ارادہ تشدد ہی کرنے کا ہو۔ ممکن ہے صرف پوچھ گچھ کریں رگبی سے متعلق....!"

"پھر وہ سب ان کے بہت قریب آگئے اور انہیں رکنے کا حکم دیا۔

"رک ہی جاؤ....!" سونیا بولی تھی۔

"پانچوں بھی آرکے اور دفعتاً ان میں سے ایک نے خوفناک شکل والے شکاری سے پوچھا۔

"تم کون ہو....؟"

"پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو....!" شکاری نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم ہمارے ساتھ کیوں ہو....!" دوسرا بولا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں ان دونوں کے ساتھ ہوں۔!" شکاری نے کہا اور ٹونی اور سونیا حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیوں گورشیو جونیئر میں تمہارے ساتھ ہوں نا....!" دفعتاً خوف ناک شکل والے شکاری نے ٹونی سے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں....!" سونیا جلدی سے بولی۔

"لیکن جہاں سے ہم چلے تھے وہاں تو تم انکے ساتھ نہیں تھے۔!" چاروں میں سے ایک بولا۔

"ہاں.... وہاں میں نہیں تھا۔ راستے میں ملاقات ہوئی تھی اور جب میں نے یہ محسوس کیا کہ تم لوگ انہیں گھیر رہے ہو تو پھر مجھے دیکھنا ہی پڑا۔"

"تم کیا دیکھو گے....!"

"یہی کہ تم لوگ ان بیچاروں کو کیوں گھیر رہے ہو۔ بڑی مشکلوں سے تو یہ آج چھٹی منا سکے ہیں۔"

"ہم انہیں گھیر رہے ہیں.... اور تم ان کے حمایتی ہو....!"

"ہاں.... میں تم لوگوں کے یہی ذہن نشین کرانا چاہتا تھا کہ یہ بچے تنہا نہیں ہیں۔!"

سونیا نے ایک بار پھر اس اجنبی ہمدرد کو غور سے دیکھا۔ پھولی ہوئی بد وضع ناک کے نیچے لٹکی ہوئی مونچھیں اتنی گھنی تھیں کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا تھا۔ ناک مونچھوں اور ٹھوڑی کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔ تو کرو حمائت!" ان میں سے ایک نے کہا اور اپنی اسٹک اُس کے سر پر دے مارنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسٹک اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور پھر اجنبی کی اسٹک خود اس کے سر پر آئی تھی اور اس کے بعد وہ چاروں ہی اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔ دفعتاً سونیا نے ٹونی کو للکارا۔ "تم کیا کھڑے منہ دیکھ رہے ہو.... اس کی مدد کرو۔!"

"نہیں....!" انہوں نے اجنبی کی غراہٹ سنی۔ "تم دونوں اس کھیل سے الگ ہی رہو۔ انہوں نے ایک قبائلی لوبو فوناٹا کی غیرت کو للکارا ہے۔ وہی ان سے نپٹ لے گا۔!"

اب عالم یہ تھا کہ اُس پر تڑاتڑ اسٹکیں برس رہی تھیں جنہیں وہ اپنی اسٹکوں پر روک رہا تھا اور کبھی کبھی اس کی ایک آدھ اسٹک ان کے سروں پر بھی پڑ جاتی تھی۔ ٹونی سونیا کے قریب پہنچ کر بولا۔ "عقل مندی کا یہی تقاضہ ہے کہ ہم دونوں نکل چلیں۔!"

"نہیں.... یہ مناسب نہیں.... وہ ہمارا حلیف ہے۔!"

"ہو گا لیکن ہم اُسے نہیں جانتے۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... وہ تو ہمیں جانتا ہے۔!"

"دیکھو.... بیوقوفی سے باز آجاؤ.... خیر میں تو چلا۔" ٹونی نے مخالف سمت میں دوڑ لگائی تھی مجبوراً سونیا کو اس کی تقلید کرنی پڑی۔ تنہا تو نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ دونوں تیز رفتاری سے بستی کی طرف جا رہے تھے اچانک کوئی بڑی تیزی سے اُن کے درمیان سے نکل کر برق رفتاری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

"وہی تھا....!" ٹونی کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

"کک.... کون....؟" سونیا ہکلائی۔

"وہی خوف ناک شکاری....!"

وہ ان سے بہت دور جا چکا تھا.... پھر ایک نشیب میں انہوں نے اُسے چھلانگ لگاتے دیکھا تھا۔

"واہ.... کیا اسٹائل تھا....!" ٹونی کہہ اٹھا۔

"ہاں اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکیں گے۔!"

"یہ رگبی کا بچہ پتہ نہیں کہاں سے نازل ہو گیا۔!"

"یہ خزانے والی بات میرے حلق سے تو اترتی نہیں....!"

"پتہ نہیں کیا چکر ہے.... لیکن میری چھٹی حس یہی کہتی ہے کہ پاپا خطرے میں ہیں۔!"

"خود انہیں اس کا احساس نہیں ہے۔!"

"ہو بھی تو اب کیا کر سکتے ہو.... کسی معاملے میں بُری طرح الجھ گئے ہیں۔!"

"اس ریل سے متعلق بھی دونوں کے بیانات میں تضاد موجود ہے۔ رگبی نے کچھ کہا تھا اور پاپا دوسری ہی کہانی سناتے رہے تھے۔!"

"صرف ہمیں مطمئن کرنے کے لئے....!"

پھر انہوں نے بھی اسی نشیب میں چھلانگیں لگائیں جس میں کچھ دیر قبل اجنبی شکاری چھلانگ لگا کر ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

وہ نیچے پہنچے اور ٹونی سونیا کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

"ٹونی.... ٹونی....!" سونیا چیخنے لگی۔

وہ تیزی سے مڑا اور اس کی جانب بڑھتا چلا آیا۔ سونیا رک گئی تھی۔

"وہ دیکھو.... اس ٹیلے کے پیچھے۔!" اس نے بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

ایک وزنی بوٹ دکھائی دے رہا تھا۔

"لل.... لاش....!" ٹونی ہکلایا۔

"پتہ نہیں.... ہو سکتا ہے کوئی زخمی ہو.... ہمیں دیکھنا چاہئے۔!"

"اور اگر وہ لوگ آگئے تو....؟"

"انہیں آنا ہوتا تو اب تک آ بھی چکے ہوتے.... چلو دیکھیں۔!"

ٹونی قدرے ہچکچاہٹ کے ساتھ ٹیلے کی طرف بڑھا تھا اور انہیں پورا آدمی نظر آگیا جو

برف پر اوندھا پڑا تھا۔

"سانس تو لے رہا ہے شائد....!" سونیا بولی۔ "اسے سیدھا کرو....!"

ٹونی نے طوعاً و کرہاً اسے سیدھا کیا تھا۔

"ارے یہ تو عمران ہے....!" دونوں نے بہ یک وقت کہا۔

"کیا ہوا ہے.... ارے.... ارے.... تم یہ کیا کرنے لگے۔!"

"پہلے میں اس کی جامہ تلاشی لوں گا....!" ٹونی نے پر سکون لہجے میں کہا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"فی الحال یہی سمجھ لو.... جس ریل کے لئے ہماری دربدری ہوئی ہے پہلے وہ ہمارے قبضے میں آنی چاہئے۔!"

اور پھر وہ سچ مچ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ریل اسکے تھیلے سے برآمد ہو گئی تھی۔

"وہ مارا....!"

"کیا مطلب....؟"

"ریل مل گئی اور شائد ابھی اسے ڈیولپ بھی نہیں کیا گیا۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"چلو چپ چاپ نکل چلتے ہیں....!" ٹونی ریل کو اپنے تھیلے میں ڈالتا ہوا بولا۔

"میں تو اس کو یہاں اس حال میں نہیں چھوڑ سکتی۔!"

"تم پاگل ہو گئی ہو۔!"

"چلو یہی سمجھ لو.... میں تو اسے ہوش آئے بغیر یہاں سے ہل بھی نہیں سکتی۔!"

"جہنم میں جاؤ....!" کہہ کر ٹونی نے تنہا ہی دوڑ لگا دی۔

"تم سے خدا سمجھے گا.... تم پر خزانے کا بھوت سوار ہو گیا ہے۔!"

"تمہیں سفید بھیڑیئے پھاڑ کھائیں گے۔!" ٹونی کی آواز دور سے آئی۔

"میں سفید بھیڑیوں کو پھاڑ کھاؤں گا۔!" بیہوش عمران کے ہونٹ ہلے تھے۔

"ارے....!" سونیا اچھل پڑی۔

"ہاں.... آں....!" وہ اٹھ بیٹھا۔ "میں زندہ ہوں۔!"

"وہ.... وہ.... تمہارے تھیلے سے ریل نکال لے گیا۔!"

"مجھے معلوم ہے.... پہلے بھی بیہوش نہیں تھا۔!"

"یعنی.... یعنی کہ....!"

"میں یہی چاہتا تھا کہ ریل رنگی تک پہنچ جائے ورنہ تم لوگ دشواریوں میں پڑو گے۔ لیکن وہ خزانے والی بات کیا تھی۔!"

"اف.... فوہ.... سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اتنی تیزی سے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!"

"خزانے والی بات اچھی لڑکی....!"

سونیا نے رنگی کا بیان دہراتے ہوئے اپنے باپ کے بیان کا تضاد بھی گوش گزار کر دیا۔

"تمہارا باپ خطرے میں ہے اچھی لڑکی.... اور بھائی کا دماغ بھی خراب ہو گیا ہے۔!"

"لیکن.... آخر تم نے ریل کیوں واپس کر دی۔!"

"جانے دو.... مجھے اس کی پرواہ نہیں.... میں تم لوگوں کا خیر اندیش ہوں۔!"

"تو پھر اب اٹھ چلو.... تھوڑی دیر بعد اندھیرا پھیل جائے گا۔!"

"ٹونی کی یہی سزا ہے کہ تم بھی واپس نہ جاؤ....!"

"اوہو.... یہ کیسے ممکن ہے....!"

"اُسی طرح جیسے اس کا تمہیں چھوڑ بھاگنا ممکن ہے۔!"

"پاپا کو معلوم ہوگا تو وہ ادھر دوڑ آئیں گے۔!"

"آنے دو.... اتنی دیر میں ہم کہیں اور ہوں گے اور یہاں ایسے نشانات چھوڑ جائیں گے جیسے تمہیں سچ مچ بھیڑیوں نے چیر پھاڑ کھایا ہو۔!"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو....!"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں.... تمہارا اب ان لوگوں کے ساتھ رہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ کم از کم اس نسل کا ایک فرد تو زندہ بچ جائے۔!"

"کیوں دہلا رہے ہو مجھے.... میں واپس جاؤں گی۔!"

"میرے ساتھ چلو....!"

"آخر کیوں....؟"

"کیا میں تمہیں بُرا آدمی لگتا ہوں۔!"

"اس سے کیا بحث کہ تم بُرے آدمی ہو یا نہیں۔ مجھے بہر حال واپس جانا ہے۔!"

"اچھا تو جاؤ....!"

"تم نہیں چلو گے میرے ساتھ....؟"

"مجھے جان دینی ہے کیا.... ایک طرف رگبی ہے اور دوسری طرف اس کے دشمن، اپنا سینڈوچ نہیں بنوانا چاہتا۔!"

پھر سونیا کو وہ شکاری یاد آ گیا.... جس نے کچھ دیر پہلے ان کی حمائت کی تھی۔ اس کا ذکر سنتے ہی عمران نے ریڈی میڈ میک اپ نکالا اور ناک پر جماتا ہوا بولا۔ "یہ لو شکاری بھی حاضر ہے۔!"

"اوہ.... تم آخر ہو کیا چیز....؟"

"اتنے جاسوسی ناول پڑھے ہیں.... میں نے....!"

"یقین نہیں آتا کہ تم وہی ہو.... جو نظر آتے ہو....!"

"اچھا.... یہاں سے کھسک چلو.... تھوڑی دیر بعد تمہیں یہاں ایک نیا ڈرامہ دکھاؤں گا۔!"

"کہاں چلو گے....؟"

"اس تودے کے پیچھے۔!" عمران نے بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ایسی آرام وہ قیام گاہ تلاش کی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ گی۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کرنا کیا چاہتے ہو۔!"

"عمران نے اس کا بازو پکڑ کر اُسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ بھی کر رہا ہوں اس میں تم لوگوں کا فائدہ ہی ہے نقصان نہیں۔!"

کچھ دیر بعد وہ ایک غار میں داخل ہو رہے تھے۔ سونیا بولی۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ دوسروں کو اس غار کا علم نہ ہو۔!"

"بھیڑیوں سے خالی کرایا ہے یہ دیکھو....!" وہ ٹارچ روشن کرتا ہوا بولا۔ دو مردہ بھیڑیوں پر روشنی پڑی تھی۔

"میں کہتی ہوں تم نے اُسے ریل کیوں لے جانے دی۔!"

"جب رگبی اُسے ڈیولپ کرنے بیٹھے گا تو مزہ آ جائے گا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"بعد میں سمجھا دوں گا.... تم یہیں ٹھہرو.... میں ان دونوں بھیڑیوں کو وہیں پھینک آؤں جہاں تم نے مجھے پڑا دیکھا تھا۔!"

"اس سے کیا ہو گا....؟"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ ٹونی واپس نہیں آئے گا.... تمہارے رک جانے کی بناء پر وہ سبھی دوڑے آئیں گے۔!"

"پتہ نہیں.... کیا ہے تمہارے دل میں۔!" وہ طویل سانس لے کر بولی۔

وہ دونوں بھیڑیوں کو گھسیٹتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ سونیا اندھیرے میں دم بخود کھڑی رہی۔ عجیب سی بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جس سے اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے غار کے دہانے پر آہٹ سنی۔

"کون ہے....؟" اس نے جی کڑا کر کے پوچھا۔

"میرے علاوہ اور کون ہو گا۔!" عمران کی آواز آئی۔ "ٹھہرو.... میں روشنی کئے دیتا ہوں اور بدبو کا بھی انتظام کروں گا میرے پاس خوشبودار دھوئیں والی جڑی بوٹیاں بھی ہیں۔!"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو.... میرا دم گھٹ رہا ہے۔!"

سب سے پہلے عمران نے ایک موم بتی روشن کی تھی پھر خوشبوئیں سلگانے لگا تھا۔ مدھم سی روشنی میں سونیا کو وہاں خاصا سامان نظر آیا۔ ایک آئیل اسٹوو کیتلی، کچھ برتن اور محفوظ کی ہوئی غذا کے کچھ ڈبے ایک طرف ایک بستر بھی پڑا ہوا تھا۔

"کیا یہاں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے....!" سونیا نے پوچھا۔

"نہیں تو.... یہ سارا سامان میرا ہی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر تم یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو....!"

"خانہ بدوشی کا لطف ہی اٹھانے کے لئے تو یہاں آیا ہوں تمہارے ہوٹل میں یونہی کمرہ لے لیا تھا۔ آخر سامان تو بستی ہی سے لانا پڑتا۔ لہٰذا اپنے ہوٹل میں قیام کو ایک طرح کا پڑاؤ سمجھ لو۔ میں یہاں کئی دنوں سے ہوں۔ آج اتفاقاً کچھ بھیڑیئے بھی یہاں گھس آئے تھے۔!"

"تم ضرور کوئی غیر ملکی جاسوس ہو۔!"

"تھا تو نہیں لیکن اب بننا بھی پڑے گا۔ رگبی اور اس کے ساتھیوں کے تیور مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے۔!"

"یعنی وہ بھی بالآخر دشمنی ہی پر اتر آئیں گے۔!"

"ہاں.... میرا یہی خیال ہے۔ ذرا وہ ریل تو ضائع ہونے دو۔!"

"آخر وہ کس طرح ضائع ہوگی۔!"

"جیسے ہی سلیوشن میں ڈالی جائے گی۔ بھک سے جل اٹھے گی۔ ایسی ہی کارروائی کردی گئی ہے اُس کے ساتھ....!"

"اس کا مقصد....؟"

"رگبی اور اس کے ساتھیوں کے لئے چیلنج....! انہوں نے میری توہین کی ہے۔!"

"تو تم نے ریل کو دیکھے بغیر ضائع کیوں کردینا چاہا ہے۔!"

"میں تو اس کے پوزیٹیو بھی نکال چکا ہوں۔!"

"مجھے بھی دکھاؤ....!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"روشنی ناکافی ہے۔!"

"تم نے یہ پرنٹ کب اور کہاں بنائے۔!"

"ٹونی کے ڈارک روم میں.... جب تم لوگ مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے میں ٹونی کے ڈارک روم میں کام کر رہا تھا۔!"

"اگر اس وقت کوئی اُدھر بھی گھوم جاتا تو....؟"

"اپنی سزا کو پہنچتا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اچھا تم یہ بتاؤ.... ان اطراف کے بارے میں تمہاری معلومات کیسی ہیں۔!"

"شائد ٹونی سے زیادہ معلومات رکھتی ہوں۔ بچپن سے اب تک انہیں برف پوش پہاڑوں میں دوڑتی پھری ہوں۔!"

"ٹھیک ہے.... شائد مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہو....!"

"آخر بات کیا ہے....؟"

"تم نے شائد کسی ٹیکنیک نمبر بارہ کا ذکر کیا تھا۔ فوٹوگرافی کے سلسلے میں۔!"

"ہاں.... آں....!"

"یہ ٹیکنیک جرمن جاسوسوں نے پچھلی جنگ میں اختیار کی تھی۔ کسی قسم کے محلول سے انسانی جسموں پر لکھا کرتے تھے اور وہ لکھائی غائب ہو جاتی تھی۔ پھر دوسرے کسی محلول کے ذریعے اسے دوبارہ اجاگر کر کے خاص قسم کے کیمرے سے تصویریں لی جاتی ہیں۔ محلول نمبر ایک کی لکھائی سالہا سال تک انسانی جسم پر موجود رہتی ہے۔ اس وقت تک ضائع نہیں ہوتی تھی جب تک محلول نمبر دو کے ذریعے تصویریں نہیں اتار لی جاتیں۔!"

"تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں۔!"

"میں نے اس سے متعلق چھاپک ڈائجسٹ میں ایک مضمون پڑھا تھا۔!"

"مجھے تو اب تم سے بھی خوف معلوم ہونے لگا ہے۔!"

"ذرا میری طرف دیکھ کر کہنا....!"

"سچ کہتی ہوں....!" وہ زبردستی ہنسی تھی۔

"اچھا.... اب آؤ چلیں.... شائد وہ لوگ پہنچنے ہی والے ہوں گے۔!"

"کک.... کون....؟"

"تمہاری تلاش میں آنے والے۔!"

"اوہاں....!" وہ چونک پڑی تھی۔

"اور تمہیں وہاں نہ پاکر ان کا ردعمل دیکھنا ہے.... اور تمہیں یہ دکھانا ہے کہ وہ لوگ کس حد تک تم لوگوں کے دوست ہیں۔!"

"خدا جانے تم کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔ کبھی اول درجے کے بیوقوف معلوم ہوتے ہو اور کبھی بے حد عقلمند.... اگر مجھے لکھنا آتا ہوتا تو تم پر ایک کتاب لکھتی اور اس کا نام رکھتی "معصوم درندہ"۔

"ایک ہی سانس میں کتنی باتیں کرجاتی ہو۔ چلو میرے ساتھ.... میں اس وقت خود کو شرلاک ہومز محسوس کر رہا ہوں۔ میرا موڈ چوپٹ نہ کرو۔"

"اب کہاں چلوں....؟" وہ کراہی۔

"ایک جگہ چھپ کر دیکھیں گے تمہیں تلاش کرنے والوں کو....!"

وہ باہر نکلے اور مختلف تودوں کی آڑ لیتے ہوئے ایسی جگہ آ پہنچے جہاں سے وہ جگہ صاف نظر آرہی تھی۔ سونیا نے دونوں مردہ بھیڑیئے بھی دیکھے۔

"کب تک یہاں کھڑے رہیں گے۔!" اس نے زچ ہو کر پوچھا۔

"میرے اندازے کے مطابق وہ لوگ اب پہنچنے ہی والے ہوں گے۔!"

"سنو.... بدھو ضروری نہیں کہ تمہارا ہر اندازہ درست ہی نکلے۔ رگبی کو میری بالکل پروا نہ ہوگی سب سے پہلے وہ اس فلم کو ڈیولپ کرنے کے چکر میں پڑ جائے گا۔!"

"ہرگز نہیں.... میری عقل کہتی ہے ٹونی.... نے یہاں سے جاکر کہا ہوگا کہ میں ایک جگہ بیہوش پڑا ہوں اور سونیا میری نگرانی کر رہی ہے۔ خود اس نے یہی مناسب سمجھا کہ سب سے پہلے ریل ان لوگوں تک پہنچادے۔!"

سونیا نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تھا اور بولی تھی۔ "مجھے حیرت ہے کہ تم اتنے تھوڑے سے وقت میں اس کی فطرت سے پوری طرح واقف ہوگئے ہو۔!"

"دیکھا کیسی رہی....!" عمران بچکانہ انداز میں ہنس پڑا۔

"ایسی معصومیت سے باتیں کر جاتے ہو جیسے ریکارڈ بج گیا ہو۔!"

"اور کیا.... لیکن دنیا میری قدر کبھی نہ کر سکے گی شکل ہی ایسی ہے۔!"

"شکل تو بہت پیاری ہے تمہاری....!" وہ اس کے گال میں چٹکی لے کر بولی۔

"نوچ کھسوٹ کی نہیں ہوتی۔!" عمران نے سسکی لے کر کہا۔

سونیا ہنس پڑی تھی۔

"بھیڑ کی کھال میں بھیڑیئے ہو تم....!"

"پچھلے سال ایک بھیڑ میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ جدھر جاؤ پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے۔ مجبوراً میں نے قصابوں میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا۔ پھر تو ایسی غائب ہوئی ہے کہ آج تک نہیں دکھائی دی اور تم مجھے بھیڑ کہہ رہی ہو۔!"

"اوہو.... وہ دیکھو.... وہ آرہے ہیں....!"

سات آدمیوں کی پارٹی دیکھتے ہی دیکھتے مردہ بھیڑیوں کے قریب پہنچ گئی تھی۔ وہ ان کی آوازیں بہ آسانی سن سکتے تھے۔!

"یہی وہ جگہ ہے.... مجھے اچھی طرح یاد ہے۔!" ٹونی کی آواز آئی۔

ٹھیک اسی وقت اس کے باپ نے اپنی "اسکی انگ اسٹک" اس کی پشت پر رسید کی تھی اور وہ اوندھے منہ برف پر گر پڑا تھا۔

سونیا کو ہنسی آگئی۔ لیکن اُس نے خیال رکھا تھا کہ آواز بلند نہ ہونے پائے۔ دوسری طرف اس کا باپ چیخ رہا تھا۔ "حرام زادے تو نے اُسے تنہا چھوڑا ہی کیوں تھا۔!" اُس نے دوسری بار اسٹک اٹھائی تھی لیکن رگبی بڑی پھرتی سے ان کے درمیان میں آتا ہوا بولا۔ "اس نے بے حد عقل مندی کا کام کیا تھا۔ بس اندازے کی غلطی ہوگئی تھی کہ وہ کتنی دیر بیہوش رہ سکے گا۔!"

"تم اپنی بکواس بند کرو....!" اس کا باپ دہاڑا۔ "اگر سونیا نہ ملی تو میں اسے جان سے مار دوں گا اور ہاں مجھے اب تمہارے معاملات سے کوئی سروکار نہیں.... سب کچھ جائے جہنم میں....!"

"غصہ تھوک دو میرے دوست اور ٹھنڈے دماغ سے اُسے تلاش کرنے کی کوشش کرو۔!"

ٹونی اٹھ گیا تھا لیکن باپ کی اسٹک کی پہنچ سے دور جا کھڑا ہوا تھا۔ شرمندگی نے اس کی زبان ہی بند کر دی تھی۔

"اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!" سونیا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "پاپا سچ مچ اُسے بہت ماریں گے۔ لہولہان کر دیں گے۔!"

"اچھا ہے تھوڑی بہت سزا تو ملنی ہی چاہئے اُسے۔ آخر خزانے میں حصہ بھی تو بٹائے گا نا۔!"

"بڑے بے درد ہو تم.... میں تو جا رہی ہوں۔!"

"ٹھہرو....!" عمران.... اس کا بازو پکڑ کر بولا۔ "یوں نہیں.... جانا ہی ہے تو بیہوش ہو کر جاؤ.... تاکہ انہیں میرا پتہ نہ بتا سکو....!"

"تو تم مجھے بیہوش کرو گے۔!"

"ہرگز نہیں.... تم خود ہی بیہوش بن جانا اور ہوش میں آنے کے بعد انہیں بتانا کہ میں نے تمہاری کنپٹی پر ایک زوردار گھونسہ رسید کر دیا اس کے بعد کے حالات کا تمہیں علم نہیں۔!"

"ہاں یہ ٹھیک ہے.... لیکن تم جاؤ گے کہاں....؟"

"میری فکر نہ کرو کسی وقت بھی تم لوگوں سے زیادہ دور نہ رہوں گا۔!"

"اچھی بات ہے.... تو میں ہوئی بیہوش....!"

"یہاں نہیں .... دوسری جگہ آؤ میرے ساتھ .... ایسی جگہ ہونی چاہئے کہ تمہیں زیادہ دیر تک برف پر پڑا نہ رہنا پڑے.... جلد ہی ان کی نظر تم پر پڑ جائے۔!"

"ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھتے ہو....!" اس نے پھر اُس کے گال میں چٹکی لی۔

"اب میں چیخ پڑوں گا.... ہاں....!"

ایک مناسب جگہ پر وہ بیہوش ہو گئی تھی اور عمران کسی طرف کھسک گیا تھا۔

"ارے.... اُدھر .... دیکھو....!" دفعتاً اس نے کسی کی آواز سنی اور پھر سب اس کے قریب آپہنچے تھے۔

"دیکھو.... کہیں چوٹ تو نہیں آئی....!" یہ اس کے باپ کی آواز آئی اور پھر وہ اُسے اٹھانے ہی والے تھے کہ اس نے کراہ کر کروٹ لی۔

"سونی.... سونی....!" باپ مضطربانہ انداز میں اُس پر جھک پڑا۔

"آوازیں نہ دو.... خاموشی سے ہوش میں آنے دو....!" رگبی بولا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ اٹھ بیٹھی اور حیران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی تھی۔

رگبی نے فوراً ہی عمران سے متعلق پوچھ گچھ شروع کر دی۔ گورشیو اسے قہر آلود نظروں سے گھور کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔

"ہوش میں آتے ہی اُس نے اپنی چیزوں کا جائزہ لیا تھا۔!" سونیا بولی۔ "اور مجھ سے کہا تھا کہ اس کی کوئی چیز غائب ہو گئی ہے۔ مجبوراً مجھے ٹونی کا نام لینا پڑا کہ وہ بھی یہاں موجود تھا بس اس نے اٹھ کر میری بائیں کنپٹی پر ایک ہاتھ رسید کر دیا پھر میں نہیں جانتی کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔!"

"تمہیں ٹونی کا نام نہیں لینا چاہئے تھا۔!" رگبی نے غصیلی آواز میں کہا اور گورشیو بول پڑا۔

"اے! تم اس سے اس لہجے میں گفتگو نہ کرو۔!"

"خاموش رہو....!" رگبی غرایا۔ اس کے تیور بہت خراب تھے۔ لیکن پھر اس نے بات نہیں بڑھائی تھی۔ واپسی خاموشی ہی سے ہوئی تھی۔

ہوٹل پہنچ کر رگبی نے ٹونی سے کہا تھا۔ "مجھے اپنے ڈارک روم میں لے چلو....!"

"چلو....!"

"تم یہیں ٹھہرو....!" سونیا جلدی سے بول پڑی۔

"ک.... کیوں....؟" ٹونی ہکلایا۔

"تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں مسٹر رگبی جانتے ہیں کہ ڈارک روم کہاں ہے۔!"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے.... تمہاری ضرورت نہیں۔!" رگبی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔!" سونیا نے گورشیو کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں تم اپنے کمرے میں جاؤ....!"

سونیا نے ٹونی کو بھی ساتھ ہی چلنے کا اشارہ کیا تھا اور کمرے میں پہنچ کر اسے خوں خوار نظروں سے گھورنا شروع کر دیا تھا۔

"تم اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو....!" ٹونی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تم سے جو حماقت سرزد ہوئی تھی۔ اب اس کا نتیجہ بھگتنے کے لئے تیار رہو....!"

"میں ان کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا....!"

"ٹھیک ہے.... اب تم دیکھو گے.... چلو پاپا کے کمرے میں چلو.... اب وہ بہت زیادہ خطرے میں ہیں۔!"

"وہ ڈائننگ ہال میں ہیں....!"

"ابھی جو کچھ بھی ہوگا وہیں ہوگا....!"

"کیا ہوگا....؟"

"رگبی ڈارک روم میں ہے نا....!"

"ہاں.... تو پھر....؟"

"جب وہاں سے برآمد ہوگا تو....!"

وہ جملہ پورا نہیں کر سکی تھی.... کوئی دروازے کو دھکا دے کر اندر گھس آیا تھا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے....!" ٹونی اچھل پڑا اس طرح آنے والا رگبی کے ساتھیوں میں سے تھا۔

"چلو.... باس نے تم دونوں کو طلب کیا ہے....!"

"وہ تمہارا باس ہوگا ہمارا نہیں ہے۔ تم فوراً کمرے سے نکل جاؤ اور اجازت لیکر دوبارہ اندر آؤ۔!"

"چلو....!" وہ اپنے بغلی ہولسٹر کو تھپکی دے کر غرایا۔

"کہاں چلیں....؟" سونیا جھنجھلا کر بولی۔

"اپنے پاپا کے کمرے میں....!"

"چلو....!" سونیا نے ٹونی کی طرف دیکھ کر کہا۔

باپ کے کمرے میں رگبی اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھا اور باپ کے چہرے پر شدید ترین الجھن کے آثار تھے۔ اس نے ان دونوں کو مضطربانہ انداز میں دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ رگبی ٹونی کو گھورے جارہا تھا۔

"یہ تم لوگ میرے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیل رہے ہو....!" اس نے بالآخر کہا۔

"کیسا کھیل....؟" ٹونی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ ریل کیسی تھی....؟"

"کیا مطلب؟ کیا وہ بھی جعلی تھی۔!"

"نہیں....! تھی تو وہی ریل مجھے یقین ہے۔ لیکن جس طرح ضائع ہوگئی۔ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔!"

"میں نہیں سمجھا.... تم کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"جیسے ہی سلیوشن میں ڈالا بھک سے شعلہ بن کر ضائع ہوگئی۔!"

"ناممکن....!" دفعتاً گورشیو پیر پٹخ کر دہاڑا۔ "اس طرح تم مجھے الگ کردینا چاہتے ہو۔!"

"ہوش کے ناخن لو گورشیو....!"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں.... ریل پر قبضہ کرلینے کے بعد تمہاری نیت میں فتور آگیا ہے۔!"

رگبی اسے خون خوار نظروں سے گھور کر رہ گیا اس کے چاروں ساتھیوں کے تیور بھی اچھے نہیں تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "اس طرح تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ تم نے بھی اس اجنبی کی مدد سے ریل پر قبضہ کرلیا ہے اور ہمیں کاٹ دینا چاہتے ہو۔ ضائع ہونے والی ریل وہ نہیں تھی جو میرے کیمرے سے چرائی گئی تھی۔!"

گورشیو تھوک نگل کر رہ گیا۔ لاجواب ہوگیا تھا۔ سونیا پسپائی کا انداز محسوس کرکے تڑ سے بولی۔ "تم سب جاؤ جہنم میں۔ نکل جاؤ ہمارے ہوٹل سے۔ ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو اور اگر تم نے جھگڑا کرنے کی کوشش کی تو پولیس تم سے نپٹ لے گی۔!"

"ٹھیک ہے....!" رگبی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "ہم چلے جائیں گے لیکن تم لوگ اسی وقت

تک محفوظ ہو جب تک ہم یہاں ہیں۔ یہ مت بھولو کہ کچھ دشمن باہر بھی تاک میں ہیں۔ تم تینوں تو چیونٹیوں کی طرح مسل کر رکھ دیئے جاؤ گے۔!"

سونیا کے ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا۔ بات تو ٹھیک ہی تھی۔ وہ چلے جاتے تو وہ سر پر سوار ہوجاتے جنہوں نے اس کے باپ کو گھیرا تھا۔

"حالات خراب کرنے سے کیا فائدہ مسٹر رگبی....!" دفعتاً وہ سنبھالا لے کر نرم لہجے میں بولی۔ "اگر ہم اسی طرح ایک دوسرے پر شبہ کرتے رہے تو دونوں ہی مار لئے جائیں گے۔!"

"اب تم نے عقلمندی کی بات کی ہے۔!" رگبی مسکرایا۔

"مجھے تسلیم ہے کہ ہم دھوکا بھی کھا سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس وقت وہ ہمیں اسی لئے اس حال میں ملا ہو کہ ہم پھر ایک غلط ریل حاصل کرکے بیوقوف بن جائیں۔!"

"واقعی تم ان دونوں سے زیادہ عقلمند ہو۔ لہٰذا اب یہ بھی بتادو کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔!"

"یہ بکواس ہے....!"

"اچھا تو تم لوگ شروع کردو اپنا کام....!" رگبی نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ وہ چاروں اُسکے باپ اور بھائی پر ٹوٹ پڑے۔ انہیں پچھاڑا اور اُن کے سینوں پر سوار ہوکر چاقو کھولنے لگے۔

"دونوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی....!" رگبی سونیا کو گھورتا ہوا غرایا۔

"نن.... نہیں....!" وہ روہانسی ہوکر چیخی۔

"ٹھہرو....!" دفعتاً بائیں جانب سے غراہٹ سنائی دی۔ وہ سب بوکھلا کر اُدھر متوجہ ہوگئے۔ ایک الماری کا دروازہ کھلا تھا اور ایک خوفناک شکل والا آدمی اُس میں سے برآمد ہوکر اُن کے سامنے کھڑا ہوگیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ رگبی کی کھوپڑی کی طرف تھا۔

"ان دونوں کو چھوڑ کر ہٹ جاؤ اور اپنے چاقو فرش پر ڈال دو....!" اس نے خون خوار لہجے میں کہا۔

سونیا نے اُسے پہچان لیا تھا۔ یہ وہی شکاری تھا جس نے "اسکی انگ" کے دوران میں نامعلوم آدمیوں کے خلاف ان کی مدد کی تھی۔

رگبی کے ساتھیوں نے بے چون وچرا اسکے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چاقو فرش پر ڈال دیئے۔

"اب تم ان سبھوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دو....!" شکاری نے ٹونی سے کہا۔

"نہیں.... نہیں....!" گورشیو جلدی سے بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو میرے دوستوں کے ساتھ بُرا برتاؤ مت کرو....!"

"گورشیو تم بکواس کر رہے ہو....!" رگبی بولا۔ "اگر تم اسے نہیں جانتے تو پھر اس کمرے میں اس کا کیا کام....!"

"میں ہر جگہ پہنچ سکتا ہوں....!" شکاری نے سرد لہجے میں کہا۔ "ملک الموت نام ہے ٹونی میں نے تم سے کہا تھا کہ پانچوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دو....!"

"نہیں ٹونی.... یہ ناممکن ہے....!" گورشیو پھر بولا۔

"لڑکی....!" شکاری نے سونیا سے کہا۔ "بوڑھے کو یہاں سے لے جاؤ ورنہ پہلے اسے ہی گولی مار دوں گا۔!"

"پاپا.... باہر چلو....!" سونیا اُسے دروازے کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی۔

"وہ.... دیکھو....!"

"چلو ورنہ میں اپنے کپڑے چیر پھاڑ کر باہر نکل جاؤں گی۔!"

وہ گورشیو کو کمرے سے نکال لائی۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو پتا نہیں وہ کون ہے۔!" گورشیو مردہ سی آواز میں بولا۔

"دوست ہی ہے.... تم فکر نہ کرو.... چلو میرے کمرے میں....!"

"خداوند کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں....!"

"خزانے آسانی سے نہیں مل جاتے۔ میں نے ان کے بارے میں کئی ناول پڑھے ہیں۔!"

وہ اُسے اپنے کمرے میں لائی تھی اور آرام کرسی پر بٹھاتی ہوئی بولی تھی۔ "تم اب بالکل بے فکر ہو جاؤ.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

"ٹونی.... اُن میں تمہارہ گیا ہے.... مجھے جانے دو....!"

"الماری سے برآمد ہونے والا سب کو سنبھال لے گا۔!"

"آخر وہ ہے کون....؟"

"میں نہیں جانتی.... لیکن کچھ دیر پہلے بھی وہ ہماری جانیں بچا چکا ہے کیا ٹونی نے تمہیں اس سے متعلق کچھ نہیں بتایا۔!"

"نہیں....!"

سونیا نے اُسے خوف ناک شکل والے شکاری کی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ "وہ کوئی بھی ہو.... ہمارا ہمدرد ہے۔!"

"آج کل ہمارے ہمدردوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ عمران ہی جیسا ہمدرد ہوگا۔!"

سونیا کچھ نہ بولی۔ اُسے یقین تھا کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ اُسے حیرت تھی کہ عمران ہوٹل میں کب اور کس طرح داخل ہوا۔ شائد کسی نے بھی اُسے نہیں دیکھا تھا۔ دیکھتا تو خاصا ہنگامہ برپا ہو جاتا کیونکہ رگبی اور اس کے ساتھی دوسرے مسافروں سے بہت زیادہ پوچھ گچھ کر چکے تھے اور جنہوں نے عمران کو دیکھا بھی نہیں تھا انہیں بھی اس کا حلیہ از بر ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ....!" سونیا نے اونچی آواز میں کہا اور دوسرے ہی لمحے میں ٹونی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اُس کے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"ارے.... وہ عمران ہی ہے۔ ان کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا ہے۔!" اس نے کہا۔

"کیا مطلب....؟" سونیا بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"اب وہ بھی ہم میں شامل ہو گیا ہے۔ مسٹر رگبی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس کے ساتھی بھی خوش ہیں اور عمران کے بھیس بدلنے کی صلاحیت کے معترف ہو گئے ہیں۔!"

"یہ عمران آخر ہے کیا بلا....!" گورشیو جھنجھلا کر بولا۔

"اب اُس نے اپنے بارے میں سچی بات بتا دی.... وہ اسٹیج کا اداکار ہے۔!"

"لیکن ہم سے کیا سروکار....!"

"وہ بھی خزانے میں حصہ بٹانا چاہتا ہے....!"

"یہ ناممکن ہے....!" گورشیو پیر پٹخ کر بولا۔

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے.... رگبی اسے تسلیم کر چکا ہے۔!"

"میں یہ ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔!" گورشیو اٹھتا ہوا بولا۔ "وہ کہاں ہے....؟"

"تمہارے ہی کمرے میں....!"

"میں عمران کو پولیس کے حوالے کر دوں گا....!"

"تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے پاپا....!" سونیا کسی قدر درشت لہجے میں بولی۔

"بکواس مت کرو لڑکی ورنہ زبان کھینچ لوں گا۔!" گورشیو دہاڑا۔ ٹونی نے آنکھ مار کر سونیا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

گورشیو دندناتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"لیکن یہ ہوا کیسے....!" سونیا نے آہستہ سے پوچھا۔

"مجھے جرمن نہیں آتی.... اُن کے درمیان جرمن میں گفتگو ہوئی تھی اور رگبی بے حد خوش نظر آنے لگا تھا۔!"

"خدا جانے کیا ہو رہا ہے.... میرا تو سر چکرانے لگا ہے۔!"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں پاپا پھر گڑبڑ نہ کر دیں....!"

"تم بہت بیتاب ہو خزانے کے لئے....!"

"کون نہیں ہوتا مفت کی دولت کے لئے....!"

"یہ تمہیں مفت کی دولت لگ رہی ہے۔ اتنی پریشانیاں اٹھانے کے باوجود بھی۔!"

"مفت ہی کی سمجھو.... کل تک میں اس کے وجود سے بھی آگاہ نہیں تھا۔!"

"تباہی آنے والی ہے ہم پر....!"

دفعتاً گورشیو پھر کمرے میں داخل ہوا۔

"وہاں تو نہیں ہیں....!" اُس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"تو پھر ڈائننگ ہال میں ہوں گے....!"

"ہوٹل ہی میں نہیں ہیں....!"

ٹونی دم بخود رہ گیا۔ سونیا حیرت سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔ گورشیو بڑبڑانے لگا۔ "شائد وہ مجھے نظر انداز کر دینا چاہتے ہیں۔!"

"خدا کرے ایسا ہی ہو....!" سونیا تڑ سے بولی۔

"سچ مچ تھپڑ مار دوں گا....!"

ٹونی ان کے درمیان آتا ہوا بولا۔ "فضول ہے.... بات بڑھانے سے کیا فائدہ....!"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ گئے کہاں....!"

"جہنم میں....!" سونیا غرائی۔ "عمران انہیں جہنم رسید کر دے گا۔!"

دفعتاً کسی نے دروازہ کو دھکا دیا اور وہ چونک پڑے۔ عمران سامنے کھڑا نظر آیا۔

"اب اگر تم تینوں زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ نکل چلو....!"

"تم پاگل ہو گئے ہو....!" گورشیو دہاڑا۔

"تم تو چلو میرے ساتھ....!" عمران نے سونیا سے کہا۔ "انہیں مرنے دو....!"

"ہاں میں چلوں گی....!" سونیا آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"یہ کیا کر رہی ہو....!"

"مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ اپنی مرضی کی مالک ہوں۔!"

"اس کی انگ کا سامان ساتھ لے چلو....!"

"سونیا....!" باپ دہاڑا۔ "ٹونی اسے روکو....!"

"میں بھی ان کے ساتھ جا رہا ہوں....!" ٹونی بولا۔

"جاؤ.... جاؤ.... سب جاؤ جہنم میں....!" وہ دہاڑتا ہوا آگے بڑھا ہی تھا کہ عمران کا ہاتھ اُس کی داہنی کنپٹی پر پڑا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔!

"ارے.... ارے....!" دونوں کی زبانوں سے بیک وقت نکلا تھا۔

"بس خاموش....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "چلو نکلو عقبی دروازے سے ہوٹل کو کوئی اٹھا نہ لے جائے گا۔ تینوں کے لئے "اسکی انگ" کا سامان....!"

پھر اُس نے جھک کر بیہوش گورشیو کو اٹھایا تھا اور کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ ہوٹل کا عقبی حصہ ویران تھا۔ اسٹور سے "اسکی انگ" کا اور دوسرا ضروری سامان نکال کر ایک سلیج پر بار کر دیا گیا۔ بیہوش گورشیو کو بھی سلیج ہی پر ڈال دیا گیا۔ پھر اُن تینوں نے "اسکی انگ" اسٹکیں سنبھالی تھیں اور خود ہی سلیج میں جت گئے تھے۔ عمران اس قافلے کو سیدھا اُسی غار کی طرف لے گیا تھا۔ لیکن وہ دم سادھے سلیج پر پڑا ہی رہا تھا۔

غار میں داخل ہوتے وقت اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ عمران نے اندر پہنچ کر کئی موم بتیاں روشن کر دیں۔ پھر گورشیو کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑے ادب سے بولا۔ "پاپا گورشیو....! میں اپنی جسارت پر معافی کا خواستگار ہوں لیکن یہ بے حد ضروری تھا

اور ابھی میرے دلائل تمہیں مطمئن کر دیں گے۔!"

"خاموش رہو..... میں کچھ نہیں سننا چاہتا تم نے میرے بچوں کو بھی مجھ سے برگشتہ کر دیا ہے۔ خبیث آدمی.....!"

"میں گالیاں بھی برداشت کرلوں گا لیکن میرے دلائل.....!"

اس پر "دلائل" کو بھی ایک گندی سی گالی دی گئی تھی اور ٹوٹی منہ پھیر کر بے آواز ہنسنے لگا تھا۔ سونیا نے اُسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔

"اگر کل میں نہ ہوتا تو تم کل ہی ختم کر دیئے گئے ہوتے۔!" عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ سب خاموش رہے۔ عمران بولا۔ "آخر وہ تمہیں دشمنوں کے حوالے کر کے خود بھاگ کیوں گیا تھا۔ آخر اس نے اعتراف کر ہی لیا نا کہ دونوں سیاح بھی اسی کے ساتھ تھے۔ پاپا گورشیو فلم ڈیولپ کر لینے کے بعد تو وہ تمہیں کسی طرح بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ وہ تمہیں اسی لئے چھوڑ بھاگا تھا کہ تم دوسروں کے ہاتھوں ٹھکانے لگا دیئے جاؤ.....!"

"کک..... کیوں.....؟"

"اس لئے کہ وہ تمہاری پشت سے نقشے حاصل کر چکا تھا اور مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تم نے ابی سینا کے محاذ پر وہ خزانہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔!"

"یہ درست ہے.....!"

"تم نے صرف اس کی کہانی سنی تھی۔ وہ بھی ابی سینا میں نہیں بلکہ اٹلی واپس آکر سنی ہوگی۔!" گورشیو کچھ نہ بولا۔

"بس اب مجھے کہانی سنا دو..... ویسے اس پر یقین ہے کہ وہ آرٹسٹ دوست تمہارے ساتھ محاذ ہی پر رہا ہوگا۔!"

"ہاں ہاں..... تم ٹھیک کہہ رہے ہو.....!" گورشیو کی دلچسپی بڑھنے لگی تھی۔

"اب مجھے بتاؤ کہ خزانے والی کہانی تم نے کب سنی تھی۔!"

"اُسی رات کو جب آرٹسٹ نے میری پشت پر نقشے بنائے تھے۔!"

عمران نے مسکرا کر ٹوٹی اور سونیا کی طرف دیکھا وہ دم بخود کھڑے تھے۔ گورشیو کہتا رہا۔ "اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ کسی موقع پر کورٹینا ڈی ایمپزو کے کسی بڑے اخبار میں کسی کی طرف سے

اشتہار شائع ہوگا جس کا مضمون یہ ہوگا کہ اگر یہاں کا کوئی باشندہ ٹیکنیک نمبر بارہ کے متعلق کچھ جانتا ہو تو مجھ سے ملے۔ فائدے میں رہے گا۔ بس تم مشتہر کے پتے پر پہنچ کر اُس سے مل لینا واقعی فائدے میں رہو گے۔"

"اور جب تم مشتہر کے پتے پر پہنچے تو رگی سے ملاقات ہوئی۔!"

"یہی بات ہے.....!"

"خوش قسمت ہو کہ اس وقت یہاں بیٹھے ہو اور اسی لئے اب تک زندہ ہو کہ ریل میں نے پار کر دی تھی۔!"

"اب میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں.....!" گورشیو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"پہلے ہی سمجھ جاتے اگر سونیا کو اصل واقعات کا علم ہوتا۔ میری ہی طرح وہ بھی جاسوسی ناولوں کی رسیا ہے.....!"

"سچ مچ بتاؤ..... تم کون ہو لڑکے.....!"

"آسٹریا کا ایک اسٹیج آرٹسٹ اور جاسوسی ناولوں کا شائق۔ میک اپ کا ماہر بھی سمجھ لو۔ اب ہم دیکھیں گے کہ اُن نقشوں کی اصلیت کیا ہے۔!"

"کس طرح دیکھو گے..... ریل تو ضائع ہوگئی۔!"

"پوزیٹیو کے انلارجمنٹ میرے پاس موجود ہیں۔ پرنٹ بنا کر میں نے ریل بالکل صاف کر دی تھی اور اس پر ایک ایسا مادہ لگا دیا تھا کہ سلیوشن میں پڑتے ہی بھک سے جل اٹھے۔!"

"کمال کے آدمی ہو بھئی..... لیکن صورت سے بالکل احمق لگتے ہو.....!"

"مقدر ہے.....!" عمران سانس لے کر بولا۔ "اسی لئے ابھی تک شادی نہیں ہو سکی۔!"

"دل چھوٹا مت کرو.....!" سونیا ہنس پڑی۔

"کون پوچھے گا مجھے.....!"

وہ خاموشی سے دوسری طرف دیکھنے لگی تھی اور ٹوٹی پُر معنی انداز میں مسکرایا تھا۔

"لیکن اب کیا ہوگا.....!" گورشیو بولا۔

"نقشہ مرتب کر کے تمہارے سامنے رکھ دوں گا۔ دراصل تصویریں ٹکڑوں میں لی گئی ہیں۔ نقشہ ایک ہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم ہی ان ٹکڑوں کو اس طرح ترتیب دے سکو گے کہ نقشہ

مکمل ہو جائے۔!"

"لاؤ نکالو....!" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

"جلدی نہیں ہے.... ابھی آرام کرو.... میں ذرا کافی کے لئے پانی اُبال لوں....!"

"مجھے بتاؤ.... میں کروں گی یہ کام.... اسٹوو کہاں ہے....؟"

"وہاں اُدھر.... اس گوشے میں سب کچھ موجود ہے....!" عمران نے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ.... کھڑے کیوں ہو....!" گورشیو نے عمران سے کہا۔ "اور مجھے بتاؤ کہ وہ پانچوں کہاں گئے۔!"

"وہیں ایک کمرے میں بیہوش پڑے ہوں گے۔!" میں نے رگبی کو یقین دلا دیا تھا کہ میں آسٹریا کا باشندہ ہوں اور اصل ریل ٹونی کے قبضے میں ہے۔ اس نے ریل مجھ سے حاصل کر کے اس کی جگہ پتا نہیں کیا چیز تم تک پہنچادی جو اس طرح ضائع ہوگئی۔!"

"ہوش آنے پر وہ ہوٹل کو تباہ کر دیں گے۔!" گورشیو کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"فکر نہ کرو.... میں ابھی واپس جاؤں گا.... اور اُنکے قریب رہ کر ہوٹل کی حفاظت کرونگا۔!"

"اوہو.... تو کیا ہم یہاں تنہا رہ جائیں گے۔!" ٹونی بولا۔

"زیادہ دیر کے لئے نہیں.... ان پر بہر حال نظر رکھنی ہے۔ نہ صرف اُن پر بلکہ ان کے مخالفین پر بھی۔ اب تو ہم سمیت تین پارٹیاں ہوگئی ہیں۔!"

کافی پی کر عمران چلا گیا تھا اور گورشیو نے سونیا سے کہا تھا۔ "کیا یہ جگہ محفوظ ہے۔!"

"قطعی محفوظ ہے.... باہر سے غار کا دہانہ دکھائی نہیں دیتا۔ ہم سلیج بھی اندر لے آئے ہیں اور باہر سے وہ سارے نشانات مٹا دیئے ہیں جن کے ذریعے ہم تک رسائی ہو سکتی۔!"

"بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آخر ہمارے لئے اتنا کچھ کیوں کر رہا ہے۔!"

"ہمارے لئے نہیں خزانے کے لئے....!" ٹونی بولا۔

"پتہ نہیں حقیقتاً کون ہے....!"

"نہ یہ اس پارٹی کا معلوم ہوتا ہے جس کے تین آدمی مار کر برف میں دفن کر دیئے تھے اور نہ رگبی ہی کی پارٹی کا ہو سکتا ہے۔!" ٹونی نے کہا۔

"جب وہ تمہارے ساتھ پاپا کی تلاش میں گیا تھا تو اسے خزانے وغیرہ کا علم نہیں تھا۔!" سونیا برا سامنہ بنا کر بولی۔

تین چار گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اور وہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔ کھانے پینے کا کچھ سامان بھی ساتھ لایا تھا۔

"کیوں کیا رہی....؟" گورشیو نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بڑی بدحواسی کے عالم میں ہوٹل سے بھاگے ہیں۔ خوف زدہ نظر آتے تھے۔ ہوش آنے پر ہم لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی تھی اور پھر سامان سمیٹ کر فرار ہوگئے تھے۔!"

"اب کہاں ہیں....؟"

"ولاشاتو میں.... رگبی اور اس کے ساتھی تعداد میں نو عدد ہیں اور مخالفین گیارہ عدد....!"

"گویا بیس عدد دشمنوں سے سابقہ ہے۔!" سونیا طویل سانس لے کر بولی۔

"بیس ہزار بھی ہوں تو کیا فرق پڑتا ہے....!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"میں اس نقشے کیلئے بے چین ہوں میرے دوست....!" گورشیو مضطربانہ انداز میں بولا۔

"یہ لو....!" عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ایک موم بتی اٹھالو اور اُس گوشے کی طرف چلے جاؤ....!"

"اچھا.... اچھا....!"

سونیا عمران کے قریب آکھڑی ہوئی تھی۔ بظاہر اس کے وجود کو تو عمران نے اس طرح فراموش کر دیا تھا جیسے کبھی کی جان پہچان ہی نہ ہو۔!

"تم کہاں ہو آخر....؟"

"م.... میں....!" عمران چونک کر بولا۔ "مجھے خود بھی نہیں معلوم....!"

"ہمیں خزانہ نہیں چاہئے۔! اس قصے کو یہیں ختم کر دو....!"

"اب تو مشکل ہے کہانی بہت آگے بڑھ چکی ہے....!"

"میں پاپا کو مجبور کروں گی۔!"

"کہانی ختم کئے بغیر تمہارے پاپا کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکے گی۔!"

"میں کہتی ہوں پاپا بھی خزانے سے دستبردار ہو جائیں گے۔!"

"اگر سچ مچ کوئی خزانہ ہوا تو....!"

"پھر کیا ہو سکتا ہے....؟"

"خدا جانے.... میں غیب داں نہیں ہوں۔ لیکن عقل یہی کہتی ہے کہ وہ خزانے سے بھی بڑا کوئی چکر ہے....!"

دفعتاً سونیا چونک کر بولی۔ "ارے وہ تو اُن تصاویر کو جلائے دے رہے ہیں وہ دیکھو....!"

سچ مچ گورشیو اُن تصاویر کو ایک ایک کر کے موم بتی کی لو سے لگا رہا تھا۔ عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی لیکن سونیا تیزی سے اپنے باپ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ ٹونی بھی چونکا تھا لیکن عمران نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔

"یہ کیا کر رہے ہو پاپا....!" وہ گورشیو کا شانہ ہلا کر بولی۔

"وہی جو ایسے حالات میں کرنا چاہئے۔!"

"ارے ان تصویروں ہی کی وجہ سے تو یہ دربدری ہوئی ہے۔!"

"تم نہیں سمجھ سکتیں.... میں نے بہت اچھا کیا ہے۔ کیوں عمران تمہاری کیا رائے ہے میں نے نقشے ہی کو ضائع کر دیا....!"

"لیکن تم اس دوران میں سادہ کاغذ پر کچھ لکھتے بھی تو رہے ہو۔!" عمران بولا۔

"آنکھیں کھلی رکھتے ہو....!" اُس نے مسکرا کر کہا۔ چند لمحے خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اس نقشے کے سلسلے میں کچھ یادداشتیں تحریر کی ہیں اور بس پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہو گیا ہے۔ اب میں وہاں تک بہ آسانی پہنچ سکتا ہوں۔!"

"اور اگر کچھ بھول گئے تو....؟" ٹونی نے غصیلے انداز میں سوال کیا۔

"نہیں بھول سکتا۔!"

"تم واقعی احمق معلوم ہوتے ہو....!" ٹونی نے عمران کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

"تم نے اتنی محنت سے حاصل کیا ہوا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے ضائع کرا دیا۔!"

"دیکھو ٹونی بیٹے....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "مجھے خزانے یا نقشے سے کوئی دلچسپی نہیں میں تو صرف تم لوگوں کی جانیں بچانا چاہتا تھا۔!"

"کیوں نہ ہم ابھی روانہ ہو جائیں....!" گورشیو اٹھتا ہوا بولا۔

"نہیں.... اس وقت نہیں اب رات ہونیوالی ہے.... کھانا کھاؤ کافی پیو اور آرام سے سو جاؤ۔!"

ٹونی عمران کے قریب پہنچ کر بولا۔ "میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں پیٹ ڈالوں۔ تم نے آخر وہ نقشہ مجھے کیوں نہیں دیا تھا۔ ہو سکتا ہے پاپا ارادہ ملتوی کر دیں۔!"

"ارادہ ملتوی کر دینے سے بھی جان نہیں بچے گی....!"

"کیا مطلب....؟"

"دونوں پارٹیاں ہمیں تلاش کرتی پھر رہی ہوں گی۔ اُن سے ٹکرائے بغیر جان نہیں بچے گی۔!"

"تب تو تم نے واقعی پٹنے ہی والا کام کیا ہے۔ وہ بیس عدد ہیں۔!"

"بس اب تم میرا دماغ خراب نہ کرو۔!"

"اے عمران....!" دفعتاً سونیا نے آواز دی۔ "تم ادھر آ کر کھانا تیار کرنے میں میری مدد کرو۔!"

"ٹھیک ہے.... تم میرے حلق میں کفگیر اتار دینا.... اچھا....!"

"نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں۔ صرف مجھے ہی تم سے کوئی شکائت نہیں۔!"

"شکر ہے خدا کا.... اس برفستان میں ایک ہی ہمدرد تو ملا....!"

"اس کی ہمدردی تو تمہیں جہنم رسید ہی کر دے گی۔!" ٹونی آہستہ سے بولا۔ عمران اُسے بڑبڑاتا چھوڑ کر سونیا کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ....!" وہ آہستہ سے بولی۔ "کیا یہ حماقت نہیں تھی۔ تمہیں نہیں کہہ رہی منہ نہ بناؤ.... پاپا کی بات کر رہی ہوں۔ محض یادداشت کے سہارے کام نہیں چلا کرتا۔!"

"تم سے بھی یہی کہوں گا کہ مجھے نقشے یا خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں.... قصہ تمہارے باپ کی جان بچانے سے شروع ہوا تھا۔!"

"لیکن تمہارا یہ خیال بھی وزن رکھتا ہے کہ اب ہم بھی محفوظ نہیں ہیں۔!"

"ہاں.... جب تک وہ دونوں پارٹیاں یہاں موجود ہیں ہم محفوظ نہیں ہیں۔!"

"وہ پارٹیاں؟ بھلا ان کا کوئی کیا بگاڑ لے گا۔!"

"بات دراصل یہ ہے کہ اس نقطے پر پہنچ کر میرا ذہن ٹھپ ہو گیا ہے۔!"

"تو ہم مستقل طور پر خطرے میں ہیں۔!"

"فی الحال تو ایسا نہیں ہے۔ کم از کم رگبی اور اس کے ساتھیوں کو یقین ہو گیا ہے کہ گورشیو نے میرے توسط سے نقشہ ہتھیالیا ہے لہٰذا وہ دور رہ کر ہماری نگرانی کریں گے۔!"

"لیکن دوسری پارٹی....!"

"ہاں اس سے ٹکراؤ کا امکان ہے اس لئے مجھے باہر جانے دو.....!"

"باہر جا کر کیا کرو گے....؟"

"نگرانی.... دوسری پارٹی کے پاس سراغ رساں کتے بھی ہیں۔!"

"بات سے بات نکلی چلی آرہی ہے۔ ہم بڑی دشواریوں میں پڑ گئے ہیں۔!"

عمران اٹھ کر غار کے دہانے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ سونیا محسوس کر رہی تھی کہ اُس کا با بے حد خوش نظر آنے لگا ہے عمران کے بعد وہ اس کے پاس آبیٹھا۔

"اب میں تم سے ناراض نہیں ہوں....!" اُس نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ پہلے بھی نہیں تھے۔ غصے کا اظہار محض اداکاری تھا۔!"

"یہی بات ہے.... بھلا پہلے کب تم نے مجھے ایسے موڈ میں دیکھا تھا۔!"

"کبھی نہیں....!"

"لیکن ٹونی اول درجے کا احمق ہے....!"

"یہ بھی کوئی نئی بات نہیں....!" سونیا خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

"وہ کہاں گیا ہے....؟"

"کہہ رہا تھا کہ دوسری پارٹی کے پاس سراغ رساں کتے بھی ہیں۔!"

"یہ بہت بُری خبر ہے۔ ویسے کچھ بھی ہو کل ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ وہ چا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ شکاری کتوں کا بھی کچھ نہ کچھ انتظام ضرور کر لے گا۔!" دفعتاً وہ چ پڑا۔ "فائر کی آواز۔" آہستہ سے کہتا ہوا اٹھ گیا۔ اب وہ بھی غار کے دہانے کی طرف جا رہ سونیا نے بھی کام چھوڑ دیا۔ ٹونی نے جھرجھری سی لی تھی۔ شائد اس نے بھی سن لی تھی فا آواز۔ پھر انہیں عمران دکھائی دیا جو غار کے اندر داخل ہو رہا تھا۔

"اوہ.... کچھ نہیں....!" وہ ہنس کر بولا۔ "ایک بھیڑیا تھا.... بھاگ گیا لیکن فائر کی دوسروں کو متوجہ کر سکتی ہے لہٰذا ہوشیار رہنا۔ ویسے میں ان کی توجہ اس غار سے ہٹائے ر

کوشش کرتا رہوں گا۔"

عمران رائفل اور کارتوسوں کی پیٹی اٹھا کر باہر نکل گیا۔ ساتھ ہی ہدایت کرتا گیا تھا کہ اُن میں سے کوئی بھی غار سے باہر نہ نکلے۔

"اس کا دماغ ہی خراب ہو گیا ہے۔!" سونیا جھنجھلائے ہوئے انداز میں بڑبڑائی۔

"تم دیکھ لینا ہمیں ڈبوئے گا....!" ٹونی نے کہا۔

"بکواس بند کرو....!" گورشیو گرجا۔ "وہ ایک بے حد تجربہ کار سپاہی معلوم ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی محاذ پر خود بھی لڑا ہو۔!"

"لڑکیوں کے محاذ پر....!" ٹونی کہہ کر حقارت سے ہنسا تھا۔

"اس سے کہو خاموش رہے ورنہ میں اس کا زبردستی منہ بند کردوں گا۔!" گورشیو نے سونیا سے کہا۔

"خوب.... خوب....!" ٹونی نے قہقہہ لگایا لیکن ٹھیک اسی وقت باہر سے کئی فائروں کی آوازیں آئی تھیں۔

"تم نے دیکھا.... وہ غلط تو نہیں کہہ رہا تھا....!" گورشیو نے کہا اور تیزی سے موم بتیاں بجھانے لگا۔

"یہ کیا کر رہے ہو....؟" سونیا بوکھلا کر بولی۔

"یہی مناسب ہے....!"

"یہ بھی ایک بے حد تجربہ کار سپاہی ہیں....!" ٹونی کے لہجے میں طنز تھا۔

سونیا کو اس کا لہجہ کھل گیا تھا۔ لیکن دونوں باپ بیٹی خاموش ہی رہے۔

باہر سے تھوڑے تھوڑے وقفے سے فائر کی آوازیں برابر چلی آرہی تھیں۔ تینوں غار کے دہانے کے قریب ہی خاموش کھڑے تھے۔

اچانک عقب سے سرچ لائٹ کا دائرہ اُن پر پڑا اور ساتھ ہی کسی عورت کی گرج دار آواز بھی سنائی دی۔ "اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا۔ اسٹین گن کا رخ تمہاری ہی طرف ہے چھلنی ہو کر رہ جاؤ گے۔!"

انہوں نے مشینی طور پر اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔

"ان کے ہاتھ پیر باندھ دو.....!" عورت نے کسی کو حکم دیا تھا۔ فائروں کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔ لیکن غار سے ان کا فاصلہ زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔

"تت.... تم کون ہو....؟" گورشیو ہکلایا۔

"اتنی جلدی بھول گئے ذلیل آدمی.... تمہارا وہ ساتھی کہاں ہے۔!"

"نکل گیا ہے.... میں نہیں جانتا کہ اب وہ کہاں ہوگا۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا تھا۔ اس دن اچانک ہوٹل میں ایک سیاح کی حیثیت سے داخل ہوا تھا اور میرے بیٹے کے ساتھ مجھے ڈھونڈھنے نکل کھڑا ہوا تھا۔ بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا۔!"

"رگبی اور اُس کے ساتھی کہاں گئے....!"

"اب میں کیا بتاؤں محترمہ....! اس دن تم جو کچھ مجھ سے پوچھ رہی تھیں اس کے بارے میں آج بتا سکوں گا کیونکہ سارے معاملات میری سمجھ میں آ گئے ہیں۔!"

"تم غار کے اس دہانے پر ٹھہرو....!" عورت نے کسی سے کہا اور بھاری قدموں کی آواز غار میں گونجنے لگی۔

"تت.... تم لوگ کدھر سے آ گئے....؟" سونیا نے سوال کیا۔

لیکن اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے عورت نے گورشیو سے کہا کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے جلدی سے کہہ ڈالے۔ گورشیو اُسے وہی کچھ بتانے لگا جو اس سے پہلے عمران کو بتا رہا تھا اس کے خاموش ہوتے ہی عورت بولی۔ "تو وہ ریل اس اجنبی کے پاس ہے۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا محترمہ.... میرے علم کے مطابق ریل تو رگبی ہی کے ہاتھوں ضائع ہو گئی۔!"

"میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی۔!" عورت دہاڑی۔ "تم ہوٹل سے یہاں کیوں بھاگ آئے ہو۔!"

"رگبی اور اس کے ساتھی ہم پر تشدد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اُن کا بھی یہی خیال ہے کہ اجنبی میرا کوئی خاص آدمی ہے حالانکہ اس دن سے پہلے میں نے کبھی اسکی شکل بھی نہیں دیکھی۔!"

"تمہارا بوائے فرینڈ ہے....؟" عورت نے سونیا سے پوچھا۔

"کیا تم نے سنا نہیں کہ وہ ایک گاہک کی حیثیت سے ہمارے ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔!"

"سن لیا ہے لیکن اس پر یقین کرنے کو تیار نہیں....!"

"مت کرو یقین....!"

"خاموش رہو لڑکی ورنہ زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی۔!" کسی مرد نے کہا۔

بہر حال ان کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے تھے۔ پھر انہیں ایک گوشے میں ڈال کر اُن کے سامان کی تلاشی شروع کر دی گئی تھی۔

"آخر یہ لوگ آئے کدھر سے....؟" سونیا نے سرگوشی کی۔

"بہت زیادہ تجربہ کار سپاہی اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔!" ٹونی بولا۔ "مجھ سے پوچھو.... یہ دراصل بھیڑیوں کا بھٹ ہے اس لئے ہو سکتا ہے دوسری طرف اس کا کوئی اور دہانہ بھی ہو جس کا علم دوسرے بے حد تجربہ کار سپاہی کو نہ ہو سکا۔!"

"ٹونی خاموش رہو.... ورنہ تمہارا.... گلا گھونٹ دوں گا....!" گورشیو غصے سے بولا۔

"اتنے تجربہ کار بھی نہیں ہو کہ بندھے ہوئے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ سکو....!"

"خدا کیلئے ٹونی خاموش رہو.... ہم اپنے ڈائننگ روم میں نہیں ہیں.... رہائی کی تدبیر سوچو....!"

"اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ سچی بات کہہ دی جائے۔!"

"زبان بند رکھو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔!" گورشیو خون خوار لہجے میں غرایا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ فائروں کی آوازیں بھی اب نہیں آ رہی تھیں۔

انہوں نے ساری موم بتیاں روشن کر دی تھیں اور نہایت اطمینان سے ایک ایک چیز الٹ پلٹ رہے تھے۔

عورت سمیت پانچ افراد تھے.... چھٹا غار کے دہانے پر جما ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے کوئی ساتواں اس راستے کی طرف بھی رہا ہو جس کا علم انہیں نہیں تھا۔

سونیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ عمران پتہ نہیں کتنی دور نکل گیا ہو اور کب تک اس کی واپسی ہو اور یہ لوگ معلوم نہیں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔ گورشیو نے سب کچھ تو کہہ دیا تھا لیکن وہ مطمئن نہیں دکھائی دیئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد عورت کی آواز سنائی دی۔ "اب انہیں اٹھا کر باہر لے چلو۔ جب تک بوڑھا نشاندہی نہ کرے اس کے دونوں بچوں پر تشدد کی انتہا کر دیں گے۔!"

"خبردار....!" غار کے دہانے کی طرف سے آواز آئی۔ "اپنا اسلحہ زمین پر ڈال دو ورنہ سب کے سب چھلنی ہو جاؤ گے تمہارا ادھر کا محافظ کام آ چکا ہے۔!" آواز اندھیرے سے آئی تھی وہ

چونک کر اُدھر ہی دیکھنے لگے تھے اسٹین گن والے کے ہاتھ میں جنبش ہوئی تھی کہ ایک فائر ہوا اور وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ گولی شائد ہاتھ پر لگی تھی اسٹین گن زمین پر گری تھی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!"

سونیا نے ان کے ہاتھ اٹھتے دیکھے۔ عورت دانت پیس رہی تھی۔

"تم کون ہو خبیث .... روشنی میں آؤ....!" اس نے دہانے کے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے للکارا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران روشنی میں آگیا.... خوفناک شکاری والے میک اپ میں تھا۔

"تت.... تم کون ہو....؟" عورت ہکلائی۔

"بھیڑیا.... جس کے بھٹ پر تم لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے....!"

"یہ تینوں چور ہیں یہاں بھاگ کر چھپے تھے۔!" عورت نے کہا۔ "اب ہم انہیں لے کر واپس جا رہے ہیں۔ تمہارا بھٹ تمہیں مبارک رہے۔ شکاری! کیا تم نے میرے اس آدمی کو مار ڈالا ہے جو باہر تھا۔!"

"مر گیا ہو تو اس کا مقدر.... میں نے صرف ایک گھونسہ اس کی پیشانی پر رسید کیا تھا۔!"

"ہماری مدد کرو.... اچھے شکاری.... یہ تینوں چور ہیں انہیں ہمارے ٹھکانے تک پہنچانے کی کوشش کرو.... تمہیں معقول معاوضہ دوں گی۔!"

"معاوضے میں وہسکی کی پانچ بوتلیں لوں گا۔!"

"منظور ہے....!" عورت بولی۔

عمران نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارا یہ آدمی بھی شائد بیہوش ہوگیا ہے جس نے اسٹین گن سنبھال رکھی تھی۔ ٹھہرو پہلے اس کا زخم دیکھ کر ڈریسنگ کر دوں۔!"

وہ اپنی سلیج اور سامان سمیت غار سے روانہ ہوگئے تھے۔ تینوں کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور انہیں سلیج ہی پر ڈال کر لے جایا جا رہا تھا۔

سونیا نے ٹونی سے کہا۔ "خدا کے لئے تم اپنی زبان بند ہی رکھنا۔!"

"اسی مردود کی بدولت ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔ اب دیکھو ہمارا کیا حشر ہوتا ہے۔!"

"اس کی موجودگی میں ہم محفوظ رہیں گے پتا نہیں اب کس چکر میں ہے کوئی اسکیم ضرور ہے ورنہ اس نے تو غار ہی میں اُن پر قابو پالیا تھا....!"

"سونیا ٹھیک کہہ رہی ہے ٹونی....!" گورشیو بولا۔

"میں تو کہتا ہوں.... کہ انہی لوگوں کو سب کچھ بتا کر پیچھا چھڑاؤ....!"

"یہ لوگ بھی اب اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ وہاں پہنچ نہ جائیں۔ ہمیں ساتھ ہی رکھیں گے۔ پھر اگر عمران بھی ساتھ ہوا تو ہم پوری طرح مطمئن اور محفوظ رہیں گے۔ وہ صرف ہماری دیکھ بھال کرے گا مجھے یقین ہے۔!"

ٹونی کچھ نہ بولا۔ سونیا آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ "پاپا کا خیال درست ہے.... وہ ابھی تک ہمارے کام ہی آیا ہے۔!"

مسافت طویل نہیں تھی جلد ہی وہ ایک بڑے غار میں داخل ہوئے تھے۔ جس کے اندر پیٹرومیکس کی تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

غار کے اندر پہنچ کر عورت نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "اب اس خبیث کو پانچ بوتلیں وہسکی کی دے دو.... ایڈگر تم یہ کام کرو گے۔!"

ایک قوی ہیکل آدمی مکا تانے ہوئے آگے بڑھا۔

"ٹھہرو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں نے تم پر اعتماد کیا تھا ورنہ تم لوگ یہاں تک ہرگز نہ پہنچ سکتے۔!"

عورت ہنس کر بولی۔ "ایڈگر انہی پانچ آدمیوں میں سے ہے جن کے نرغے سے تم ان دونوں بھائی بہن کو نکال لے گئے تھے لہٰذا وہ تمہیں کسی طرح بھی معاف نہیں کرے گا۔ کیوں ایڈگر یہی تھا نا....!"

"ہاں مادام.... ایڈگر غرایا اور عمران پر جھپٹ پڑا۔

عمران غافل نہیں تھا۔ جھکائی دے کر اس کے بائیں پہلو پر ٹکر ماری وہ نہ صرف اچھل کر دور گیا تھا بلکہ عمران کا ریڈی میڈ میک اپ بھی ساتھ ہی لیتا گیا تھا۔

"ارے یہ تو وہی ہے.... نکل کر جانے نہ پائے....!" عورت چیخی۔ لیکن عمران اتنی دیر میں انہی کی اسٹین گن پر قبضہ کر چکا تھا۔

"وہسکی کی پانچ بوتلیں.... یا میں تمہارے قیدیوں کو واپس لے جاؤں گا۔!"

"کیا بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو....!" دفعتاً سونیا چیخی۔ "ختم کرو یہ کھیل....!"

عمران نے عورت سے کہا۔ "ان تینوں کو کھول دو.... اور اگر کسی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی کی تو چھلنی کر کے رکھ دوں گا۔!"

"تت.... تمہاری بوتلیں....!" عورت ہکلائی۔

"اب تو سب کچھ میرا ہے.... تم فکر نہ کرو.... چلو اُن کے ہاتھ پیر کھولو۔ عورتوں پر تو مجھے ذرہ برابر بھی رحم نہیں آتا کیوں کہ خود آسمان سے ٹپکا تھا۔!"

وہ انہیں بے بس کر کے غار ہی میں چھوڑ آئے تھے اور اب ان کی برف پر چلنے والی گاڑی عمران اور اس کے ساتھیوں کے قبضے میں تھی۔ گاڑی میں ایک ایسا پارٹ بھی لگا ہوا تھا جو اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات کو مٹاتا بھی جا رہا تھا۔

"اب ہم اپنے اصل سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔!" گور شیو نے عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ٹونی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور سونیا اونگھ رہی تھی۔

"اب اگر تم اپنا صحیح جغرافیہ مجھے بتا دو تو بے حد ممنون ہوں گا۔!" گور شیو نے عمران سے کہا۔

"وقت آنے دو پاپا گور شیو.... سب کچھ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔!"

"جب تم مجھے پاپا گور شیو کہتے ہو.... تو تمہارے لہجے میں بے حد پیار ہوتا ہے دل کھنچتا ہے تمہاری طرف....!"

"تو اب تم اسے ہی اپنا بیٹا بنالو.... اور مجھے کسی کھڈ میں دھکا دے دو....!" ٹونی غرایا۔

"حرکتیں تو ایسی ہی ہیں تمہاری....!"

"اوہ خوفناک احمق.... تم کہاں سے نازل ہو گئے ہو ہم پر....!" ٹونی نے عمران کو مخاطب کیا۔

"ٹونی تم نے پھر فضول باتیں شروع کر دیں۔!" سونیا چونک کر بولی۔

گور شیو نے ٹونی سے کہا۔ "اسی جھونپڑے کی طرف چلے چلو جہاں اس دن انہوں نے مجھے گھیرا تھا۔ وہاں سے شمال مغرب کی طرف گاڑی موڑ کر بس چلتے ہی رہنا ہے۔!"

"اس سے یہ تو پوچھو کہ اُس نے ہمیں غار کے دوسرے دہانے کے متعلق کیوں نہیں بتایا

تھا۔!" ٹونی نے گور شیو سے کہا۔

"بتا دیتا تو وہ لوگ اتنی آسانی سے پھنس جاتے۔ اُن کے پاس میں یہ گاڑی دیکھ چکا تھا اور اسے کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے دہانے کے قریب ایک موم بتی جلا کر رکھ دی تھی۔!"

"اور ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔!" سونیا نے شکوہ کیا۔

"ہرگز نہیں.... میں نے صرف ایک فائر کر کے دونوں پارٹیوں کو لڑا دیا تھا اور خود غار کے قریب ہی رہا تھا.... دوسری پارٹی کے شائد دو آدمی اور کام آ گئے کیونکہ غار میں صرف نو عدد دکھائی دیئے تھے۔!"

"لڑکے تم ایک دانش مند سپاہی ہو....!" گور شیو بولا۔

"بس کرو.... پاپا.... ورنہ میں گاڑی سے چھلانگ لگا دوں گا۔!" ٹونی بولا اور سونیا ہنس پڑی۔

"ہنس رہی ہو.... شرم نہیں آتی....!"

"سونیا تم خاموش رہو....!" گور شیو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں اور کیا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ٹونی کو خزانے کے خواب دیکھنے دو یہ سینٹ ونسنٹ میں ایک شاندار اسپا کھولے گا۔!"

"میرا نام مت لو.... سمجھے....!"

"اور اگر میں تمہارے حق میں اپنے حصے سے دستبردار ہو جاؤں تو....!"

"یہ تمہیں اپنے سر پر بٹھالے گا....!" سونیا ہنس کر بولی۔

"حالانکہ وہاں تک پہنچ جانے کے بعد تم ہم تینوں کو مار ڈالنے کی کوشش کرو گے۔!"

"یہ ہوئی ہے....؟" سونیا ہنس پڑی۔

"اسی طرح رونا بھی پڑے گا تم کو.... دیکھ لینا....!"

"تم سے نہیں کہوں گی کہ میرے آنسو خشک کر دو....!"

"عمران تم بُرا مت ماننا.... ٹونی دل کا بُرا نہیں ہے.... صرف کمزور اعصاب رکھتا ہے۔!" گور شیو نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں....!" عمران نے کہا۔

"نہ صرف سمجھتے ہو بلکہ دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانا بھی خوب جانتے ہو۔!" ٹونی نے کہا اس بار کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔

گاڑی معمولی رفتار سے چل رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سونیا بولی۔ "ایندھن ختم ہو گیا تو کیا کریں گے۔!"

"بہت ایندھن ہے.... میں چیک کر چکا ہوں....!" پورے دولمائیٹس کا چکر لگایا جاسکتا ہے۔!"

"ذرا دھیان رکھنا ہم غلط تو نہیں جارہے....!" گورشیو بولا۔ ابھی تک چوبی جھونپڑا نہیں دکھائی دیا۔

"وہ رہا.... بائیں جانب.... میں دیکھ رہا ہوں....!" عمران بولا۔

"بس اسکی داہنی طرف سے نکل چلنا.... سیدھے مڑے بغیر نوے ڈگری کے زاویئے پر۔!"

"ٹھہر جاؤ ٹونی....!" عمران بولا۔ "گاڑی روک دو .... مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے ہماری راہ روکی جارہی ہے۔!"

"کیوں بکواس کرتے ہو.... کون ہے یہاں....؟"

"جو کچھ کہا جارہا ہے کرو ٹونی مجھے اس کی صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔!" گورشیو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے....!" ٹونی طویل سانس لے کر بولا۔ "لیکن اس کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔ عمران گاڑی سے کود گیا.... وہ سب جس طرح بیٹھے ہوئے تھے اُسی طرح بیٹھے رہے۔ گورشیو نے عمران سے کچھ پوچھنے کے لئے ہونٹ ہلائے تھے لیکن وہ اُسے نہیں دکھائی دیا تھا۔"

"شائد بہت ہی بے بسی کی موت ہمارا مقدر ہو چکی ہے۔!" ٹونی بڑبڑایا۔

"وہ تمہاری ہی دریافت ہے... میری نہیں.... وہ تمہارے ہی توسط سے مجھ تک پہنچا تھا۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان سب باتوں سے کیا فائدہ.... اگر ہم چاہیں تو یہیں سے واپس بھی جاسکتے ہیں۔!" سونیا نے کہا۔

"اگر رگبی کو دشمن نہ بنایا ہوتا تو ضرور جاسکتے تھے۔!"

"اچھا بس اب خاموش رہو....!"

"اوہ.... وہ دیکھو.... وہ اُدھر کیا چیز حرکت کر رہی ہے۔!" سونیا ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"بھیڑیا ہو گا۔!" گورشیو نے کہا۔ "ٹونی رائفل مجھے دینا....!"

پھر تو انہیں چاروں طرف متحرک سائے نظر آنے لگے تھے اور ایک گونجیلی آواز سنائی دی تھی۔

"گاڑی سے اتر آؤ.... ورنہ مارے جاؤ گے۔!"

"دیکھا تم نے....!" ٹونی دانت پیس کر بولا۔

سائے گاڑی کے گرد گھیرا تنگ کرتے جارہے تھے۔

"بچاؤ کی صورت نہیں.... بس اتر آؤ گاڑی سے....!" پھر کہا گیا۔

"وہ غافل نہ ہو گا۔!" گورشیو آہستہ سے بولا۔ "جو کہا جارہا ہے وہی کرو....!" تینوں گاڑی سے اتر کر ایک طرف کھڑے ہو گئے تھے اور ٹونی آہستہ آہستہ گالیاں بک رہا تھا۔

"خاموش رہو....!" سونیا اس کا بازو جھنجھوڑ کر بولی۔ "انہیں یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ عمران ہمارے ساتھ تھا۔!"

دفعتاً اُن پر سرچ لائٹ کا دائرہ پڑا تھا اور رگبی کی آواز آئی تھی۔ "اُوہو.... یہ تو گورشیو ہے لیکن گاڑی ان لوگوں کی معلوم ہوتی ہے۔!"

پھر وہ سب اُن کے قریب آگئے تھے اور رگبی نے گورشیو سے پوچھا تھا کہ "کیا اب اُس نے مخالفوں سے بھی ساز باز کر لی ہے۔!"

"نہیں....!" گورشیو بولا۔ "ہم اُن کی گاڑی لے بھاگے ہیں۔ عمران کو اُن سے الجھا ہوا چھوڑ آئے ہیں۔!"

رگبی نے اپنے آدمیوں میں سے کسی کو ہدایت کی تھی کہ وہ گاڑی کو جھونپڑے کی طرف لے جائے اور گورشیو سے بولا تھا۔ "تم لوگ بھی ادھر ہی چلو میں اب بھی تمہارا اتنا ہی دوست ہوں جتنا پہلے تھا۔!"

وہ تینوں چپ چاپ جھونپڑے کی طرف چل پڑے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہیں گرما گرم کافی پلائی گئی اور ٹونی ان کے اس برتاؤ پر یکلخت پگھل گیا۔ پھر تو کسی کی بھی پرواہ کئے بغیر اُس نے رگبی کو الگ لے جاکر عمران کی پوری کہانی سنادی لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ عمران کچھ دیر پہلے بھی انہی کے ساتھ تھا۔ سونیا انہیں شبہے کی نظر سے دیکھتی رہی تھی۔ لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ان کے پاس پلٹ آئے۔

"گورشیو.....!" رگبی مسکرا کر بولا۔"مجھے خوشی ہے کہ تمہارا بیٹا بہت ذہین معاملہ فہم اور عقل مند ہے۔!"

"ہو سکتا ہے.....!" گورشیو بیزاری سے بولا۔"میں نے تو کبھی ایسا محسوس نہیں کیا۔" سونیا نے بھی ٹونی کو گھور کر دیکھا تھا لیکن وہ اُن کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔

"لاؤ نکالو..... گورشیو وہ یاد داشتیں جو تم نے نوٹ کی تھیں۔ ہماری دوستی پھر اسی جگہ سے شروع ہو جائے گی جہاں ختم ہوئی تھی۔!"

گورشیو کے چہرے پر کسی قسم کا جذباتی تغیر نہیں دکھائی دیا تھا۔ البتہ سونیا دانت پیستی رہی تھی۔ گورشیو نے چپ چاپ کاغذ جیب سے نکالا اور رگبی کے حوالے کردیا۔ رگبی دیر تک اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔"یاد داشت تحریر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری زبانی راہنمائی کی بھی ضرورت پیش آئے گی۔!"

"مجھے تو اب معاف ہی کرو..... میں اپنے بچوں سمیت واپس جانا چاہتا ہوں۔!"

"یہ کیسے ممکن ہے دوست.....! منزل کے قریب پہنچ کر پلٹ جاؤ گے۔ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی خوشی ہی اور ہوتی ہے۔!"

"مجھے کچھ بھی نہیں چاہئے مسٹر رگبی.....!"

"مجھے تو چاہئے.....!" دفعتاً ٹونی بول پڑا۔

"تو پھر تم جاؤ جہنم میں.....!" گورشیو غرایا۔"اس کی آنکھوں سے نفرت کا زہر جھلک رہا تھا۔

"سوال تو یہ ہے کہ تم ہماری مرضی کے بغیر واپس کیسے جاؤ گے۔!" رگبی نے ہنس کر کہا۔"اور پھر میرے بھولے دوست تم نے کیونکر یقین کرلیا کہ اُس بدمعاش نے ایک ہی پرنٹ نکالا ہوگا۔ ہو سکتا ہے ایک سیٹ اب بھی اس کے پاس محفوظ ہو.....!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔!" گورشیو نے پرسکون لہجے میں کہا۔"اس کے فرشتے بھی انہیں ترتیب نہیں دے سکیں گے۔!"

"تو کیا اُس نے ترتیب نہیں دیکھی تھی۔!"

"ہرگز نہیں میں اناڑی نہیں ہوں۔ اس سے دور بیٹھ کر میں نے ٹکڑوں کو ترتیب دیا تھا اور یادداشت نوٹ کر کے انہیں نذر آتش کر دیا تھا۔!"

"بہت خوب.....!" وہ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنسا۔"اب غصہ تھوک دو اور ایک اچھے دوست کی طرح میری مدد کرو۔ میری کیوں۔ اپنی بھی اپنے بچوں کی..... ان کا مستقبل شاندار ہوگا اگر خزانہ ہمارے ہاتھ آ گیا۔!"

سونیا نے دیکھا کہ بات بگڑ گئی ہے تو خود بھی رگبی کی ہاں میں ہاں ملانے پر آمادہ ہوگئی۔ گورشیو نے اُسے حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن شائد دخل اندازی نہیں کرنا چاہتا اس لئے دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

پھر یہ طے پایا کہ رات جھونپڑے ہی میں گذاری جائے اور صبح ہوتے ہی وہ منزل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں۔

ٹونی گورشیو اور سونیا ایک ہی جگہ سوئے تھے۔ پتہ نہیں کس وقت سونیا کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ پھر کسی قسم کی جدوجہد کئے بغیر وہ فرش سے اٹھتی چلی گئی تھی۔ ایک ہاتھ مضبوطی سے اس کے منہ پر جما ہوا تھا اور خود شائد کسی کے کاندھے پر تھی۔

"گاڑی میں لے چلو.....!" کسی نے آہستہ سے کہا تھا اور وہ جس نے اسے کاندھے پر اٹھا رکھا تھا تیزی سے چلنے لگا تھا۔ سونیا کا دم گھٹنے لگا لیکن وہ جنبش نہیں کر سکتی تھی۔ بالآخر اُسے گاڑی کی ایک سیٹ پر پٹخ دیا گیا تھا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے.....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"آہستہ.....!" کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔"اگر تمہاری آواز بلند ہوئی تو خنجر تمہارے دل میں پیوست ہو جائے گا۔!" پھر اس نے اپنے ساتھی سے کچھ کہا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں سونیا نے خود اسی کی کراہ سنی اور پھر کوئی وزنی چیز گری تھی..... سیٹ سے اٹھ کر اس نے دیکھا باہر سفید برف پر دو تاریک سائے ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے اور ایک سایہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے دوسرا سایہ بھی اسی کے برابر جا پڑا اور بے حس و حرکت ہو گیا تیسرے سائے نے گاڑی کی طرف چھلانگ لگائی اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتا ہوا بولا۔"یہ میں ہوں سونیا! چیخ مارنے کی ضرورت نہیں.....!"

"عمران..... خدایا شکر ہے تیرا.....!"

پھر گاڑی اسٹارٹ ہوئی تھی اور تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ سونیا دم بخود پڑی رہی۔ اب اُس پر غشی سی طاری ہونے لگی تھی۔ عمران اُسے آوازیں دے رہا تھا لیکن یہ آوازیں بہت دور کی معلوم ہوئی تھیں پھر سب کچھ سناٹے میں ڈوب گیا۔

آنکھ کھلی تو سورج طلوع ہو رہا تھا اور گاڑی بھی رکی ہوئی تھی۔ خود اس پر تین عدد موٹے موٹے کمبل پڑے ہوئے تھے اور عمران اس پر جھکا ہوا تھا۔

"اوہ.... تم.... ہو معصوم درندے....!" وہ مسکرائی۔

"اب اتنی بے دردی کا مظاہرہ بھی مت کرو....!" عمران بولا۔ "میں تو ایک بالکل بے ضرر بیوقوف آدمی ہوں۔!"

"لیکن تم مجھے کہاں لے آئے ہو بیوقوف آدمی....!"

"یہ تو تم ہی بتاؤ گی....!"

"آخر کتنا فاصلہ طے کیا ہے۔!"

"بس چلتے ہی رہے ہیں ابھی ابھی گاڑی روکی ہے۔ اُن دونوں احمقوں نے حیرت انگیز طور پر میری مشکل آسان کردی۔ لیکن شائد خود ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہوگئے۔!"

"تو کیا تم نے انہیں مار ڈالا....!" سونیا بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔

"کیا کرتا.... گاڑی بہر حال نکال لانی تھی اور پھر مجھے بھی غصہ آگیا تھا۔ اگر تمہارے ساتھ اس قسم کا برتاؤ نہ کرتے تو خیر کوئی بات نہیں تھی۔!"

سونیا نے وہ سب کچھ کہہ سنائی جو ان تینوں پر گذری تھی۔ اپنے باپ اور بھائی کے لئے اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔

"فکر نہ کرو.... وہ انہیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر اُدھر آنے کی کوشش کریں گے۔ پاپا گورشیو کی مدد کے بغیر سچ مچ وہ یادداشتیں قطعی بیکار ہیں۔!"

"لیکن ہم کہاں جائیں گے۔!"

"میں رگبی کے اس خیال سے بالکل متفق ہوں کہ تصویروں کے دو سیٹ تیار کئے گئے تھے ایک پاپا گورشیو نے ضائع کردیا اور ایک میرے پاس محفوظ ہے۔!"

سونیا گاڑی سے اتر کر چاروں طرف نظر دوڑانے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔!"

"ٹھہرو.... میں وہ تصویریں نکالتا ہوں.... تم نے کہا تھا کہ تم دور دراز تک کے علاقوں میں پھرتی رہی ہو۔ شائد اس نقشے کو ترتیب دے سکو۔ بے فکری سے کام کرو۔ ان کے پاس کتوں والی سلیج ہے یہاں تک آسانی سے نہ پہنچ سکیں گے۔!"

وہ پھر گاڑی میں آ بیٹھی اور عمران نے تصاویر جیب سے نکال کر اس کے سامنے ڈال دیں۔

وہ تھوڑی دیر تک ان کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ پھر انہیں ترتیب دینے لگی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ بھوک کی شکائت بھی کئے جارہی تھی اور عمران گاڑی کے پچھلے حصے میں کولڈ بیف کے سینڈوچ تیار کررہا تھا۔

کچھ دیر بعد سونیا نے اونچی آواز میں اعلان کیا کہ وہ نقشے کو ترتیب دے لینے میں کامیاب ہوگئی ہے۔

"اس خوشی میں یہ لو ناشتہ حاضر ہے۔!" عمران نے ناشتے کی ٹرے اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"تم بھی تو آؤ....!"

"میری فکر نہ کرو.... اونٹ ریگستان کا جہاز ہے اور میں برفستان کا اونٹ ہوں۔ کئی دنوں تک کچھ کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں۔ بس چیونگم کا اسٹاک ہونا چاہئے۔!"

ناشتے کے بعد سونیا ہی کی ہدایت کے مطابق گاڑی ایک طرف چل پڑی تھی۔

"آخر ہم کہاں لے جائیں گے اُس خزانے کو....!" سونیا بولی۔

"رگبی کے ساتھیوں میں برابر برابر تقسیم کردیں گے تم یونہی مالدار ہو اور میں اپنے ملک کا شہزادہ ہوں۔!"

"تم پتہ نہیں کون ہو اور کہاں سے آئے ہو تمہاری کسی بات پر یقین نہیں آتا۔!"

"اُف فوہ.... یہاں پہنچ کر مجھ پر بے اعتمادی کا اظہار....!"

"میں نہیں کہہ رہی کہ تم دھوکے باز ہو.... اُوہ.... ذرا ٹھہرو.... شائد ہم "سی اسپاٹ" پہنچ گئے ہیں۔ وہ دیکھو سامنے والی چٹان کی بناوٹ....!"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو.... یہاں سے شائد بائیں جانب مڑنا ہے....!" عمران نے کہا
گاڑی موڑتا ہوا بولا۔ "تمہاری یادداشت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔!"

کچھ دور چلنے کے بعد سونیا نے اُسے پھر ٹوکا تھا اور گاڑی کا رخ موڑا گیا تھا۔ تین گھنٹے تک
چلتے رہنے کے بعد بالآخر اس نے بالکل رک جانے کے لئے کہا تھا۔

"نقشے کے مطابق اب آگے جانے کی گنجائش نہیں ہے۔!" اس نے کہا۔

"تو پھر یہی ہماری منزل بھی ہو سکتی ہے۔!"

وہ گاڑی سے اتر آئے اور چاروں طرف نظر دوڑانے لگے۔ اونچی اونچی چٹانوں سے گھرا ہوا
برف زار شائد ہمیشہ ہی سورج کی شعاعوں سے محروم رہتا ہوگا۔!

"آہا.... وہ دیکھو.... کراس کی شکل کی چٹان....!" دفعتاً سونیا پُر مسرت لہجے میں چیخی
"نقشے کا آخری نشان....!"

پھر وہ تیزی سے اسی صلیب نما چٹان کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے۔

"اب ہمیں اپنی عقل سے کام لینا ہے.... نقشہ تو خاموش ہو چکا ہے۔!" عمران بولا۔ چٹان
کے قریب پہنچ کر دونوں رکے تھے اور عمران نے اُسے ایک جگہ ایک بڑا سا پتھر دکھاتے ہوئے
کہا تھا۔ "ہو سکتا ہے اس پتھر کو ہٹاتے ہی ہمیں کسی غار کا دہانہ نظر آجائے۔"

"کوشش کرو....!" سونیا طویل سانس لیکر بولی۔ "میں تو اب بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔"

کافی جدوجہد کے بعد پتھر اپنی جگہ سے کھسک کر ڈھلان میں پھسلتا چلا گیا تھا۔ عمران کا خیال
غلط نہ نکلا وہ کسی غار کا دہانہ ہی تھا۔

"تو تم خزانے تک آپہنچے....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی لیکن وہ کچھ
بولا۔ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

غار زیادہ کشادہ نہ ثابت ہوا۔ دو ٹارچوں کی روشنی نے اُسے پوری طرح روشن کر دیا تھا۔
جانب ایک چھوٹی سی میز نظر آئی جس پر لکڑی کی ایک تختی پڑی ہوئی تھی۔

"اوہو.... اس پر شائد جرمن زبان میں کچھ تحریر ہے....!" سونیا اُسے اٹھا کر دیکھتی ہوئی
بولی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ عمران کے ہاتھ میں تھی اور تحریر کا اطالوی ترجمہ سونیا کے گو
گذار کر رہا تھا۔

"ہیل ہٹلر.... جرمنی ہمیشہ آباد رہے۔ اتحادیوں سے جنگ میں ہمارا پلا بھاری
ہے۔ یہاں جرمنی کی نصرت کا ضامن ایک بھیانک اسلحہ پوشیدہ ہے یہاں سے بائیں
جانب دس قدم چل کر پتھر کی چھوٹی سی سل ہٹاؤ.... لیکن ٹھہرو پہلے ایک بے حد
ضروری بات سن لو۔ یہ اسلحہ اُس وقت کے لئے ہے جب جرمنی کی ساری امیدیں
ٹوٹ جائیں۔ سرخ بٹن دباتے ہی ایک جگہ سے دو عدد دور مار راکٹ فائر ہوں گے۔
ایک لندن پر گرے گا اور دوسرا پیرس پر.... اور دونوں ہی دو صد میل کے دائرے
میں تباہی مچادیں گے اور جرمنی یہ جنگ جیت لے گا۔ دو صد میل کے دائرے میں
ایک متنفس بھی زندہ نہ بچے گا۔ لندن اور پیرس قبرستان بن جائیں گے۔ اگر جرمنی
اس کے بغیر ہی فتح حاصل کرلے تو بہتر یہی ہوگا کہ ان دونوں راکٹوں ہی کو تباہ کر دیا
جائے۔ ہرا بٹن دبانے سے اُنکے اجزا منتشر ہو کر بیکار ہو جائیں گے۔ لیکن ہوشیار! ایسا
کرنے سے بھی کم از کم دس میل کے دائرے میں زلزلہ سا برپا ہو جائے گا لیکن اجزاء کا
انتشار صرف دو عدد دھماکے پیدا کرے گا۔ جو تباہ کن نہ ہوں گے۔ ہیل ہٹلر....!"
سونیا دم بخود تھی۔

عمران بڑبڑایا۔ "نازی درندوں میں بھی تھوڑی بہت انسانیت تھی لیکن انسانیت کے دعوٰی
دار... نے ہیروشیما کو تباہ کر دیا۔ کیا خیال ہے دباؤں ہرا بٹن....؟"

"یقیناً.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بین الاقوامی غنڈہ اس پر قبضہ کر کے فرانس اور برطانیہ کو
بلیک میل کرنا شروع کر دے۔!"

انہوں نے جلد ہی سوئچ بورڈ تلاش کر لیا تھا اور عمران نے ہرے بٹن پر انگلی رکھ دی تھی۔
زیر زمین گڑگڑاہٹ سنائی دی اور پھر سچ مچ زلزلہ سا آگیا۔ کئی سیکنڈ تک زمین ہلتی رہی تھی۔
سونیا کسی خوف زدہ ننھی سی بچی کی طرح عمران سے لپٹی ہوئی کانپتی رہی۔

"بس بس.... کھیل ختم ہو گیا.... اب دلواؤ میرے حصے کی رقم.... ورنہ میں تمہیں ہی
کٹ بنا دوں گا۔!" عمران بولا۔

"اب مجھے وہ دونوں یاد آرہے ہیں پتہ نہیں ان کا کیا حشر ہوا ہو۔ تم تو اپنی راہ لو گے۔!"
"خدا نے چاہا تو وہ زندہ ہی ہوں گے.... چلو واپس چلو....!"

دونوں غار سے نکل کر گاڑی تک آئے تھے اور سونیا اسے واپسی کے سفر کیلئے تیار کرنے لگی

"میرا خیال ہے کہ یہیں ان کا انتظار کریں۔!" عمران بولا۔ "ہو سکتا ہے دو تین گھنٹے بعد وہ یہاں پہنچ جائیں.... میں ادھر چھپ جاؤں گا.... تم گاڑی ہی میں بیٹھی رہنا.... اسی طرح میں تم تینوں کی حفاظت کر سکوں گا۔!"

"جیسی تمہاری مرضی.... میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا....!"

"یہ تختی بھی اپنے ہی پاس رکھو.... رگبی کے حوالے کر دینا۔ اس کے بعد اگر اُس نے تم لوگوں پر ہاتھ اٹھایا تو ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔!"

پھر اپنی اسکیم کے مطابق وہ ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

اس کا اندازہ غلط نہ نکلا.... دو سلیج گاڑیاں وہاں پہنچی تھیں۔ جن پر سے کئی آدمی رائفلیں لئے ہوئے کودے تھے اور برف پر چلنے والی گاڑی کو گھیر لیا تھا۔ سونیا نے دیکھا کہ اس کے باپ اور بھائی قیدیوں کی طرح سلیج پر بندھے بیٹھے ہیں۔

سونیا نے لکڑی کی تختی رگبی کی طرف بڑھا دی جو قریب ہی کھڑا اُسے خوں خوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

"تت.... تو وہ.... زلزلہ....!" وہ بالآخر ہکلایا۔

"ہاں.... مسٹر رگبی.... کسی کی خواہش کے مطابق دونوں راکٹ تباہ کر دیئے گئے۔!"

"ہمارا بھی یہی مشن تھا۔ اچھی لڑکی....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "دو لاکھ ڈالر تمہارے ہیں۔ مغربی جرمنی اب ساری دنیا میں امن چاہتا ہے اور غیر ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا خواہاں۔ دوسری پارٹی ایک جنگی راز سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر وہ ان راکٹوں پر قبضہ کر لیتی تو ہمارا مشن کامیاب نہ ہوتا۔ اوہو.... تمہارا وہ جیالا بوائے فرینڈ کہاں ہے جس نے میرے آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔!"

"وہ دونوں تمہاری طرح نیک دل نہیں تھے مسٹر رگبی.... مجھے سوتے سے گاڑی میں اٹھا لائے تھے اور.... اسی لئے وہ مارے گئے۔!"

"اگر یہ بات تھی تب تو ان کا انجام میرے لئے خوشی کا باعث ہے.... میں تمہارے بوائے فرینڈ کو معاف کرتا ہوں.... اُسے بلاؤ.... اسی کے ساتھ میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں

سوئچ بورڈ تھا۔!"

"سوئچ بورڈ اب بھی موجود ہے.... وہ تباہ نہیں ہوا۔!" سونیا نے کہا اور عمران کو آوازیں دینے لگی۔

واپسی کے سفر میں رگبی ان چاروں کے ساتھ گاڑی ہی میں بیٹھا تھا۔ عمران کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ ان راکٹوں کے بارے میں جانتا تھا اور انہیں تباہ ہی کرنے کی غرض سے وہاں آیا تھا اور ان کی تباہی کے بعد حسب وعدہ گورشیو کو دو لاکھ ڈالر ادا کر دیتا جو اسے سوئٹزر لینڈ کے ایک بینک سے مل جاتے۔!"

"دوسری پارٹی کا کیا ہوگا....!" گورشیو نے پوچھا۔

"اٹلی کی حکومت اس سے نپٹے گی۔ ڈی ایمپیز د پہنچتے ہی اس کیلئے کارروائی شروع کر دوں گا۔!"

"بہر حال پچاس ہزار ڈالر کما لئے اس مسخرے نے بھی....!" ٹونی عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"تم ایک شہزادے کی توہین کر رہے ہو....!" عمران اکڑ کر بولا۔ "ہم لوگ اس طرح نہیں کمایا کرتے.... کیا سمجھتے ہو.... خود میرے تین ملین ڈالر سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں پڑے ہوئے جھک مار رہے ہیں۔!"

"تو تم یہیں کوئی بزنس کیوں نہیں کر لیتے.... اپنے ملک واپس جاکر کیا کرو گے۔!" گورشیو بولا۔

"میری ماں منتظر ہوگی۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور سونیا اسے بہت غور سے دیکھنے لگی۔

واپسی کا سفر بے حد دشوار ہو گیا تھا کیونکہ اس معمولی سے زلزلے نے بھی جگہ جگہ برف میں دراڑیں ڈال دی تھیں۔

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 81

بیگم ایکس ٹو

(مکمل ناول)

پیشرس

لکھوں تو مصیبت اور نہ لکھوں تو جاؤں کہاں؟

ایسے خطوط بھی آجاتے ہیں کہ پیشرس زور دار نہیں تھا۔ ایک صاحب نے تو تجویز پیش کی ہے کہ پیش رس میں تازہ غزل بھی شامل کردیا کروں۔ اُن کے مشورے پر عمل کروں تو آس پاس کے بچے بھی خوف کھانے لگیں۔ یعنی کیا حال ہوگا میرا اگر ہر نئے ناول کے ساتھ تازہ غزل کے لئے بھی تگ و دو شروع کردوں۔ پھر فرمائش آئے گی کہ عمران کی غزل اور طرح کی ہونی چاہئے اور فریدی کی اور طرح کی۔ شائد آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح علیحدہ سے دیوان چھپوانے کی زحمت سے بچ جاؤں گا اور آپ لوگ خود ہی دیوان مرتب کرلیں گے۔

بیگم ایکس ٹو سے ملئے! مجھے یقین ہے کہ کتاب آتے آتے آپ نے خود ہی نہ جانے کتنی کہانیاں اس عنوان کے تحت گھڑ لی ہوں گی اور ادھار کھائے بیٹھے ہوں گے کہ اگر میری مزاج اُن سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو کرڈالیں میری پرسی۔ سو یہ عاجز کہانی کے ساتھ حاضر ہے۔ خدا کرے کہانی آپ کی توقعات پر پوری اُترے۔

حضرت.... اگر ہر کہانی کا اپنا انداز الگ نہ ہو تو مصنف الٹا لٹک جاتا ہے۔ یہ نہ کہئے کہ "درندوں کی بستی" جیسا سلسلہ پھر لکھ دیجئے۔ یہ کہئے کہ اس سے بہتر لکھئے۔ سو بھائی اسی کوشش میں کہ کہانی کا مزاج اور انداز دوسری سے مختلف ہو کبھی کبھی آپ کو

شکایت کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ لیکن آپ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں نیا پن نہیں ہوتا۔

جاسوسی دنیا کے خاص نمبر "زہریلا سیارہ" کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ۔

چند صفحات کی آخری لائنیں اڑ گئیں ہیں۔ قصور کاغذ کے بیوپاری کا ہے جس نے ایک انچ چھوٹا کاغذ بھی مطلوبہ مقدار میں شامل کر دیا تھا۔ کبھی کبھی آٹے میں بھوسی ٹکڑے بھی تو کھا لیتے ہیں آپ۔ لہٰذا اس "زیادتی" کو بھی برداشت کر لیجئے جس کے لئے میں قصوروار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ کاغذ بے حد مہنگا ہے۔ اور "سب چلتا ہے" کے تحت ہم بے جیسوں کے سر ناقص کاغذ بھی منڈھ دیا جاتا ہے۔ حاجی صاحبان کو خدا مزید حج نصیب کرائے۔ آمین اور ہم گنہگاروں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ ثم آمین۔

ملتان سے ایک صاحب نے بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ جواب طلب کیا ہے کہ کتابیں لیٹ کیوں ہو رہی ہیں۔ بھائی خدا کا شکر ہے کہ اب ہر ماہ ایک کتاب پیش کر رہا ہوں۔ دیر سویر پریس اور کاغذ کے حصول کے چکر میں ہو جاتی ہے اور میں آپ کے اس مشورے پر ہرگز عمل نہیں کر سکتا کہ عمران اور فریدی کو ایک بار پھر یکجا کیا جائے۔

ابن صفی

۲۳/ مارچ ۱۹۷۶ء

✪

سر سلطان کا پرانا مرض "بے خوابی" ان دنوں پھر عود کر آیا تھا.... اور وہ اپنی دیہی اقامت گاہ میں مقیم تھے۔ ایسے مواقع پر وہ تبدیلی آب و ہوا کے بہانے سیدھے یہیں چلے آتے تھے۔ شہر سے کوئی ملازم بھی ساتھ نہیں لاتے تھے۔ دیہی کوٹھی کے ملازم ہی ان کی خدمت گزاری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ یہاں کے پرسکون ماحول میں انہیں پوری نیند نصیب نہیں ہوتی تھی۔ چوبیس گھنٹوں میں بمشکل تمام ڈیڑھ دو گھنٹے کی غنودگی طاری ہوتی تھی۔ غنودگی یوں کہ غنودگی کا احساس برقرار رہتا تھا۔

اس وقت رات کے دو بجے تھے اور نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ کچھ دیر خوابگاہ میں پڑھتے رہے تھے۔ پھر باہر نکل کر پورچ میں آکھڑے ہوئے تھے۔ پائیں باغ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور دور سے گیدڑوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ سردی آج زیادہ نہیں تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے جسم کے گرد ایک ہلکی سی شال لپیٹ رکھی تھی۔

بے خوابی کا مرض نیا نہیں تھا ہر تین چار ماہ بعد ایک آدھ ہفتے کا دورہ ضرور پڑتا تھا۔ وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہوگئے.... پائیں باغ کے گرد چہار دیواری تو تھی لیکن پھاٹک نہیں لگایا گیا تھا۔ داخلے کے راستے کی دونوں جانب دو خوبصورت ستون تھے جن پر عشق پیچاں کی بیلیں چھائی ہوئی تھیں۔ مشرقی گوشے میں پرندوں کے لئے اونچے اونچے جنگلے بنائے گئے تھے۔ جن میں دیس دیس کے خوبصورت پرندے چہچہایا کرتے تھے۔

سر سلطان نے اندھیرے میں آنکھیں گاڑ دیں.... فضا پر وہی مانوس سا سناٹا مسلط تھا جس میں جھینگروں کی مسلسل جھائیں جھائیں بھی شامل تھی۔ کبھی کبھی دور سے گیدڑوں کی آوازیں آتیں۔

دفعتاً انہیں بہت دور کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹ کی چمک دکھائی دی تھی۔ شائد کوئی گاڑی سڑک سے گاؤں کی جانب مڑی تھی۔ وہ چونک پڑے کیا کوئی ان کے پاس آرہا ہے۔ انہوں نے چوکیدار کو آواز دی۔

"جی صاحب....!" پائیں باغ کے کسی گوشے سے اُس نے جواب دیا تھا۔

"دیکھو.... اگر شہر سے کوئی یہاں آئے تو اسے دیوانخانے میں لے آنا.... میں وہیں ہوں۔!"

"بہت بہتر صاحب....!"

"وہ اٹھ کر خواب گاہ میں آئے اور یہاں کا لیمپ اٹھا کر دیوانخانے کی طرف چل پڑے۔"

تھوڑی دیر بعد انہوں نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی تھی۔ شائد وہ گاڑی پورچ میں آرکی تھی۔

پھر چوکیدار دیوانخانے میں داخل ہو کر بولا۔ "کوئی عمران صاحب ہیں۔!"

"اوہو....!" سر سلطان مضطربانہ انداز میں بولے۔ "بلاؤ.... بلاؤ....!"

پھر وہ اٹھ کر ٹہلنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد عمران اپنا بریف کیس اٹھائے ہوئے دیوان خانے میں داخل ہوا۔

"تم کب آئے....؟" انہوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"آج ہی آیا ہوں....!"

"کیا رہا....؟"

"فتح....!"

"مطلب یہ کہ.... وہ پراسرار آدمی....!"

"ایڈلاوا کہلاتا تھا۔ اٹلی کی باطنی حکومت کا والی اور بہتیرے بین الاقوامی گھپلوں کا باعث۔ بالآخر مارا گیا.... رپورٹ ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ کسی وقت اطمینان سے دیکھئے گا۔ میں تو فی الحال آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے میری عدم موجودگی میں میری شادی کیوں کرادی۔!"

"آتے ہی بکواس شروع کردی.... بیٹھو.... بیٹھ جاؤ....!"

"اب تو سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا پڑے گا اور ناک پر رکھی ہوئی انگلی دیکھنی اور "نوج" سنی

پڑے گی۔!"

"کیسی بکواس ہے....!"

"پندرہ دن سے کوئی بیگم ایکس ٹو سلیمان کو فون پر بور کررہی ہیں۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" سر سلطان کرسی سے اٹھ کر بولے۔

"بیٹھ جائیے.... وہ مجھے پوچھتی تھیں اور آج تو میں نے ہی اُن کی کال نہ صرف ریسیو کی تھی بلکہ آپ کو سنانے کے لئے ریکارڈ بھی کرلی تھی۔!"

"کسی طرح بھی ممکن نہیں.... میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ تم....!"

"ٹھیک ہے.... لیکن آخر بیچارے عمران نے کیا قصور کیا ہے....!" اس نے کہتے ہوئے بریف کیس سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکالا۔

سر سلطان کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ دفعتاً انہوں نے کہا۔ "اوہو.... ایک بار تمہی نے بتایا تھا کہ ایک عورت بھی اس راز سے واقف ہے۔!"

"روشی....!"

"ہاں.... ہاں....!"

"لیکن وہ اس کی جرأت نہیں کرسکتی۔ خیر اب سنئے تو سہی۔ بالکل ایسے ہی انداز میں محترمہ نے احکامات صادر فرمائے ہیں جیسے یہ حقیر پر تقصیر ایکس ٹو کا اردلی ہونے کا شرف رکھتا ہو۔!"

عمران نے ٹیپ ریکارڈر چلادیا.... ایک نسوانی آواز آئی۔ "ہیلو.... عمران.... عمران.... موجود ہے یا نہیں....؟"

"جی.... میں بول رہا ہوں جناب عالیہ....!" عمران کی آواز آئی۔

"تم کہاں مرگئے تھے۔!" عورت کی آواز آئی۔

"جی ذرا باتھ روم تک گیا تھا.... کسی نے دودھ میں پھٹکری پلادی ہے۔!"

"بکواس مت کرو.... میں پوچھ رہی ہوں پندرہ دن سے کہاں غائب تھے۔!"

"جی وہ کدو کاشت کررکھی ہے۔ فصل کاٹنے گیا تھا۔ پھر سبزی منڈی میں ٹک جانا پڑا.... آپ کون ہیں بیگم صاحب....!"

"بیگم ایکس ٹو....!"

"ارے باپ رے....!"

"کیا مطلب....؟"

"اس نام کا ایک بڑا ظالم بم ہوا کرتا تھا پچھلی جنگ عظیم میں....!"

"تمہاری بکواس سننے کے لئے فون نہیں کیا گیا....!"

"تو پھر میرے لائق کوئی خدمت....!"

"صاحب کو ملیریا ہو گیا ہے....!"

"الحمدللہ....!"

"کیا کہا....!"

"جی کچھ نہیں....! چھٹی پر جاتے ہی نہ تھے کسی طرح۔ مچھروں کا بہت بہت شکریہ۔!"

"بکواس بند کرو....کام سنو....!"

"جی....فرمائیے....!"

"کل صبح تین مرغیاں....ڈھائی سیر آلو....اور بکرے کی ایک ران بنگلے پر پہنچا دینا۔!"

"کیا مچھر بھی ابھی مقیم ہیں....!"

"کیا مطلب....؟"

"صاحب سے تو آدھی مرغی بھی نہیں چلتی۔!"

"شٹ اپ....!" کہہ کر شائد سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا.... عمران نے ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آف کر دیا۔

"کیا یہ وہی عورت نہیں ہو سکتی آواز مجھے جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔!" سر سلطان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی نہیں.... یہ روشی کی آواز نہیں ہے۔!"

"سنو.... جس طرح مجھے علم ہے کہ ایک عورت تمہیں بحیثیت ایکس ٹو جانتی ہے اسی طرح کسی اور کو بھی ہو سکتا ہے۔!"

"اور جب میں تین مرغیاں اور ڈھائی سیر آلو لے کر اس عورت کے پاس پہنچوں تو تعاقب کرنے والے معلوم کرلیں کہ وہ عورت کون ہے اور پھر اس عورت کی شامت آجائے گی۔ یا تو

بتائے کہ ایکس ٹو کون ہے یا اپنا حلیہ بگڑوا بیٹھے۔!"

"نتائج اخذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لو.... پتا نہیں کیا چکر ہے۔ تمہارے کسی ماتحت نے تو فون پر گفتگو نہیں کی۔!"

"جی نہیں.... ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا....!"

"کال ایکس ٹو کے فون پر آتی رہی ہے۔!"

"جی نہیں.... میرے نجی فون پر....!"

"تو اس کا مطلب ہوا کہ جو کوئی بھی ہے فی الحال تمہاری ہی ذات تک محدود ہے۔ ایکس ٹو کے خصوصی فون کا نمبر بھی اُسے معلوم نہیں۔!"

"جی ہاں.... یہی کہا جا سکتا ہے....!"

"ذرا ایک بار پھر ٹیپ سناؤ.... جانے کیوں مجھے آواز جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔!"

عمران نے دوبارہ ٹیپ چلا دیا۔ سر سلطان غور سے سنتے رہے تھے۔ پھر سر ہلا کر بولے تھے۔

"یاد نہیں پڑتا کہ یہ آواز کہاں سنی تھی۔ بہر حال اب تم کیا کرو گے۔!"

"مرغیاں اور ڈھائی سیر آلو کہیں نہ کہیں تو جائیں گے۔!"

"تم نے اس سلسلہ میں روشی سے ضرور پوچھ گچھ کی ہو گی۔!"

"وہ شہر ہی میں موجود نہیں ہے.... دو ماہ کے لئے جرمنی گئی ہے۔!"

"کیوں....؟"

"جس فرم میں کام کرتی ہے اس کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔!"

"تو پھر یہ سامان کہاں جائے گا۔!"

"کہیں نہ کہیں تو جانا ہی چاہئے۔ ورنہ اُس عورت کا سراغ کیونکر ملے گا۔!"

"کسی کو زحمت میں نہ ڈال دینا....!"

"دیکھا جائے گا.... شہر کی بہتیری عورتوں کا دشمن ہوں....!"

"اب دیکھو.... مجھے نیند کب آتی ہے....!"

"مجھے بے حد افسوس ہے جناب.... لیکن آپ کے علم میں لائے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔!"

"تم نے اچھا کیا.... یہ ٹیپ ریکارڈر میرے ہی پاس چھوڑ جاؤ.... آخر مجھے کیوں نہیں یاد آتا کہ میں نے یہ آواز کہاں سنی تھی۔!"

"اسی ٹیپ میں ثریا ملتانیکر اور کجن بیگم کی کچھ غزلیں بھی دستیاب ہیں۔!"

محفوظ رہیں گی....!"

"مطلب یہ کہ مزید بے خوابی سے بچنے کے لئے....!"

"تم نے سخت الجھن میں ڈال دیا ہے....!" سر سلطان نے ٹیپ کو ریوائنڈ کرتے ہوئے کہا۔

ایک بار پھر وہ اس عورت کی آواز سن رہے تھے اور عمران بریف کیس سے ایڈلاوا والی رپورٹ کا فائیل نکال رہا تھا۔

ایک بار پھر پوری گفتگو سننے کے بعد انہوں نے سوئچ آف کر دیا۔ ان کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"تو کیا تم اسی وقت واپس جاؤ گے۔!" کچھ دیر بعد انہوں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے.... ورنہ صبح کو مرغیوں اور آلوؤں کا کیا بنے گا۔!" عمران نے کہا اور فائل سر سلطان کی طرف بڑھا دیا۔

خانم نسرین شہر کی ایک مشہور سوشل ورکر تھی۔ شاندار کوٹھی میں رہتی تھی اور اسی کے ایک حصے میں ایک انڈسٹریل ہوم قائم کر رکھا تھا جہاں غریب گھروں کی لڑکیاں کڑھائی، سلائی کا کام کرتی تھیں۔ شہر کے دولت مند حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت کی مالک تھی۔ حکام شہر بھی اس کا خیال رکھتے تھے۔ دن بھر اس کی کوٹھی میں قوم کی خدمت ہوتی تھی اور رات کو ہر کمرہ عشرت کدہ بن جاتا تھا۔ عیش کرنے والوں میں شہر کے سرمایہ دار بڑے آفیسر اور غیر ملکی سیاح سبھی ہوا کرتے تھے۔ کوٹھی میں دو عدد ساؤنڈ پروف کمرے بھی تھے۔ یہاں "سرکش ہستیاں" راہ پر لائی جاتی تھیں۔ مثلاً اگر کسی تعلیمی ادارے کی کوئی لڑکی کسی بڑے سرمایہ دار کو پسند آجاتی تو وہ سیدھا خانم نسرین ہی کی طرف رخ کرتا۔ خانم اس لڑکی سے مل بیٹھتی اُسے سوشل ورک پر ابھارتی اس طرح وہ اس کی کوٹھی تک پہنچتی اور پھر وہاں سے کسی ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچ جانا کیا مشکل ہوتا۔ اس کے بعد تو وہ بھی خانم نسرین کے لئے اشرفیوں کی تھیلی بن کر رہ جاتی

تھی۔ بارسوخ اتنی تھی کہ ابھی تک قانون کی گرفت میں نہیں آسکی تھی۔ بہتیرے ایمان دار آفیسروں کی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ اپنے انجام کو پہنچے لیکن ان کے اوپر والے ہمیشہ آڑے آتے تھے انڈسٹریل ہوم والے حصے میں اس نے اپنا دفتر بھی بنا رکھا تھا۔ صبح دس بجے سے ایک بجے تک دفتر میں بیٹھتی تھی اور تین بجے سے پانچ بجے تک رات کے لئے کمرے بک کرتی تھی اور متعلقہ عورتوں کو فون کرتی رہتی تھی۔

آج اسے انڈسٹریل والے آفس میں بیٹھے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ایک ملازم لدا پھندا ہوا آیا اور دروازے کے قریب رک گیا۔ اس نے تین مرغیاں اٹھا رکھی تھیں ایک جھابے میں آلو تھے اور بکرے کی ایک ران تھی۔

"یہ کیا ہے....؟" خانم نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ایک آدمی دے گیا ہے....!"

"کس نے بھجوایا ہے....!"

"جی یہ تو نہیں بتایا.... کہنے لگا بیگم صاحب کے لئے ہے میں نے پوچھا بھی تھا کہ کہاں سے لائے ہو۔ بولا بیگم صاحبہ جانتی ہیں۔!"

"بلاؤ اُسے....!"

"جی وہ تو چلا گیا....!"

"دوڑ کر دیکھو....!"

"جی وہ تو ٹیکسی میں تھا۔ میری موجودگی ہی میں چلا گیا تھا۔!"

خانم سوچ میں پڑ گئی تھی پھر اس نے سر جھٹک کر کہا تھا۔ "اچھی بات ہے اسے کچن میں پہنچا دو۔!"

وہ سوچ رہی تھی ہو سکتا ہے کوئی صاحب رات کا کھانا بھی یہیں کھانا چاہتے ہوں۔ شام تک معلوم ہو ہی جائے گا۔ پھر اس نے اس واقعے کو ذہن سے جھٹک دیا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنا چاہتی تھی لیکن ملازم نے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ مجبوراً ڈرائنگ روم میں جانا پڑا۔

گھنی ڈاڑھی مونچھوں والا ایک آدمی تھا۔ قیمتی سوٹ میں ملبوس تھا اور خاصے رکھ رکھاؤ والا معلوم ہوتا تھا۔ سر اور ڈاڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے نہ ہوتے تو دلکش بھی لگتا۔

"فرمایئے.... میں کیا خدمت کر سکتی ہوں....!"

"آپ کے ایک شناسا نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ دس پندرہ منٹ بعد وہ خود بھی پہنچنے والا ہے اور وہی بتائے گا کہ کیا ہونا ہے۔!"

"اچھا.... اچھا.... آپ کیا پئیں گے....!"

"مناسب تو یہی ہوگا خاتون کہ اُسے بھی آجانے دیجئے....!"

"اچھا اچھا....!" وہ ہنس کر بولی۔ "جیسی آپ کی مرضی....!"

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد ایک آدمی خانم کی پشت والے دروازے سے اندر داخل ہوا اور وہ چونک کر مڑی۔ آنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ جس کی نال خانم کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"آواز نہ نکلے ورنہ گولی سینے میں پیوست ہو جائے گی۔!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف چلو....!"

خام کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ بڑے بالوں والا بھی اٹھ کر اسی کے پاس آکھڑا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے نرم لہجے میں کہا۔ "وہی کرو جو کہا جارہا ہے۔!"

"م.... مگر....!"

"فکر نہ کرو.... صرف تھوڑی سی پوچھ گچھ....!"

"وہ تو یہیں....!"

"نہیں.... ساؤنڈ پروف کمرے میں....!" ریوالور والے نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہاں کوئی ساؤنڈ پروف کمرہ نہیں ہے۔!"

"دیکھو تم نے ابھی سے جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔!" بڑے بالوں والے نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"چلو....!" ریوالور والا غرایا۔

وہ انہیں بالآخر ساؤنڈ پروف کمرے میں لائی تھی اور بڑے بالوں والے نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ اس نے اپنا بریف کیس میز پر رکھتے ہوئے مسہری کی طرف اشارہ کیا۔ "بیٹھ جاؤ۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ آخر....!"

"تم کوئی سوال نہیں کرو گی.... صرف جواب دو گی....!" ریوالور والے نے کہا۔

"میں نہیں جانتی تم لوگ کون ہو....!"

"یہ اور بھی اچھا ہے خاتون....!" بڑے بالوں والے نے شائستگی سے کہا۔

"پوچھو.... کیا پوچھنا ہے....!" وہ جھلا کر بولا۔

"ایکس ٹو کون ہے....؟"

"کون....!"

"ایکس ٹو....!"

"یہ کیا بلا ہے.... میں نہیں جانتی....!"

"بری بات ہے خاتون....!" بڑے بالوں والے نے کہا۔ "سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہیں ساؤنڈ پروف کمرے میں اسی لئے لایا گیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر تشدد بھی کیا جاسکے۔!"

"یقیناً تم دونوں پاگل ہوگئے ہو.... میں نہیں جانتی کہ ایکس ٹو کیا بلا ہے۔!"

ریوالور والے نے الٹے ہاتھ سے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا اور وہ ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی ما بر جھپٹ پڑی۔ اُس نے ریوالور تو پتلون کی جیب میں ڈالا تھا اور اسے دونوں ہاتھوں سے پیٹنے تھا۔ لمبے بالوں والے نے دروازہ مقفل کر کے کنجی قفل ہی میں رہنے دی اور پھر ان دونوں کی رف متوجہ ہوگیا۔ ریوالور والے نے خانم کا لباس جگہ جگہ سے پھاڑ دیا تھا اور جسم کے مختلف صوں پر زور زور سے چٹکیاں لے رہا تھا اور وہ جانوروں کی طرح چیخ رہی تھی۔ پھر وہ اُسے چھوڑ ہٹ گیا۔ خانم فرش پر اوندھی پڑی پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔

"میں تمہیں کچل کر رکھ دوں گا۔ ورنہ بتاؤ کہ ایکس ٹو کون ہے۔!"

"میں نہیں جانتی....!" وہ حلق کے بل چیخی۔

اس بار اس کے بائیں پہلو پر ٹھوکر پڑی تھی اور بلبلا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ پھر کمر پر ٹھوکر پڑی۔

"ٹھہر جاؤ....!" لمبے بالوں والے نے کہا۔ "پھر سے سوچنے کا موقع دو.... ظاہر ہے کہ اگر سانے بتایا تو زندہ بھی نہ رہ سکے گی۔!"

"ٹھوکروں نے اس کی حالت خراب کر دی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قوت گویائی ہی ٹ گئی ہو۔ بایاں پہلو دبا دبا کر سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ آنکھیں اس طرح پھیلی ہوئی ں جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔

"یہ تم نے کیا کیا......؟" بڑے بالوں والے نے غصیلے لہجے میں کہا اور خانم پر جھک پڑا۔ پھر وہ

اسی طرح پہلو دبائے ہوئے بائیں جانب لڑھک گئی تھی۔ بڑے بالوں والا اسے ہلا ہلا کر آواز یں دیتا رہا۔ لیکن وہ تو بالکل بے حس و حرکت ہو چکی تھی۔

"تم بالکل گدھے ہو.....!" بڑے بالوں والا سیدھا کھڑا ہو کر غرایا۔ "ختم ہو گئی۔!"

"نہیں۔!" ریوالور والے کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔

"چلو..... نکل چلو..... احمق کہیں کے.....!"

صفدر اس وقت سے ان کا تعاقب کر رہا تھا جب عمران مرغیاں آلو اور بکرے کی ران لے کر کسی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ دونوں عمران کا تعاقب کر رہے تھے اور صفدر ان کے پیچھے تھا۔

پھر عمران تو اپنا کام کر کے چلتا بنا اور وہ دونوں خانم کی کوٹھی کے آس پاس ہی منڈلاتے رہے تھے۔

صفدر کو تو انہی سے غرض تھی اس لئے وہ بھی وہیں رکا رہا تھا۔ پھر وہ دونوں کوٹھی میں داخل ہو گئے تھے اور صفدر ان کی واپسی کا منتظر رہا تھا۔ یہ تو ظاہر تھا کہ وہ اس کوٹھی کے باشندے نہیں تھے لہٰذا ان کی واپسی لازمی تھی۔ اصل مقصد تو ان دونوں کے ٹھکانے کا پتہ لگانا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ کوٹھی سے باہر آئے تھے اور ان کے انداز میں کسی قدر سراسیمگی بھی پائی جاتی تھی۔

صفدر ایک بار پھر اُن کا تعاقب کر رہا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اُس نے محسوس کیا کہ اس کے پیچھے بھی ایک گاڑی ہے تو کیا اس کا بھی تعاقب ہو رہا تھا اگر ایسا تھا تو پھر بات کہاں بنی.....؟ پچھلی گاڑی قریب ہوتی جا رہی تھی۔ وہ کوئی غیر متعلق آدمی بھی ہو سکتا تھا۔ محض اتفاق کہ اُسے بھی اُدھر ہی جانا ہو جدھر صفدر کی گاڑی جا رہی تھی۔ دفعتاً ایک زور دار دھماکہ ہوا صفدر کی گاڑی اچھل پڑی تھی پھر اس نے بریک لگائے تھے اور اس کی گاڑی بائیں جانب گھوم کر الٹتے الٹتے بچی تھی پچھلا ایک ٹائر برسٹ ہو گیا تھا۔ انجن بند کر کے وہ گاڑی سے اتر آیا۔ پچھلی گاڑی نہ پہلے ہی برابر سے نکلی چلی گئی۔

دھکا دے کر اس نے اپنی گاڑی کو سڑک کے نیچے اتار دیا۔ کھیل ختم ہو چکا تھا۔ شائد پچھلی گاڑی سے ہونے والے بے آواز فائر نے یہ کرشمہ دکھایا تھا۔ فالتو پہیہ ڈکے میں موجود تھا۔ جیک

نکالنا ہی پڑا۔ پہیہ بدلنے میں بائیس منٹ لگ گئے تھے۔ اور وہ ان دونوں کا سراغ کھو چکا تھا۔ بے دلی سے گاڑی واپسی کے لئے موڑی تھی اور سیدھا عمران کے فلیٹ کی طرف چلا آیا تھا۔

عمران موجود نہیں تھا۔ اس نے سلیمان سے کافی کے لئے کہا تھا اور ایک سگریٹ سلگا کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا آخر عمران کیوں..... کیا وہ ایکس ٹو کی شخصیت سے واقف ہے؟ خود اس کی دانست میں سر سلطان کے علاوہ شائد ہی اور کوئی ایکس ٹو کی شخصیت سے واقف رہا ہو۔ پھر اس نامعلوم عورت نے سر سلطان ہی کو فون کیوں نہیں کیا تھا۔

وہ سوچتا رہا اور سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی تھی تھوڑی دیر بعد سلیمان نے آکر کہا۔ "آپ کی کال ہے۔!"

"صفدر نے کال ریسیو کی تھی۔ دوسری طرف عمران تھا۔

"پرواہ مت کرو.....!"

"تو کیا آپ بھی تھے۔!"

"ہاں اس گاڑی کے پیچھے جس سے فائر کیا گیا تھا۔!"

"تو پھر کامیابی ہی رہی۔!"

"بالکل..... ان کا ٹھکانہ میرے علم میں آ چکا ہے۔ خیر ضروری بات سنو..... سر سلطان اپنی کوٹھی میں مقیم ہیں تم اور خاور ان کی دیکھ بھال کرو گے۔ ان کے علم میں لائے بغیر۔ فوراً روانہ ہو جاؤ..... لیکن تم اپنی گاڑی نہیں لے جاؤ گے۔ بس سے جاؤ ان کے تحفظ کے سلسلے میں تمہار ڈالنے کی نیت سے بھی فائر کر سکتے ہو۔!"

"او کے..... اور کچھ.....؟"

"نہیں بس..... اپنی عقل بھی استعمال کر سکتے ہو.....!"

"شکریہ.....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ نشست کے کمرے میں واپس آیا تو کافی میز پر موجود تھی اور سلیمان سر جھکائے کھڑا ہوا تھا۔

"تمہارے تو عیش ہو گئے ہوں گے صاحب کی عدم موجودگی میں۔!" اس نے سلیمان کو چھیڑا۔

"نہیں صاحب.....! ان سے مغز ماری کے بغیر عیش میں بھی مزہ نہیں.....!"

"جوزف کہاں ہے....!"

"اپنے کمرے میں ہوگا۔ جب سے آیا ہے ہر وقت قیامت اور روز حساب کی باتیں کرتا رہتا ہے!"

"کبھی صاحب کے گھر والوں نے بھی پوچھ گچھ کی تھی ان کے بارے میں....!"

"کبھی کبھی ثریا بی بی کا فون آتا تھا۔!"

کافی پی کر صفدر اٹھ گیا تھا خاور کو شائد پہلے ہی ایکس ٹو کی طرف سے ہدایت مل چکی تھی وہ صفدر کا منتظر تھا۔

"قصہ کیا ہے....؟" خاور نے سوال کیا۔

"پتا نہیں.... شائد سر سلطان خطرے میں ہیں۔!"

"مگر ہم رہیں گے کہاں....؟"

"آسمان کے نیچے کوٹھی کے آس پاس....!" صفدر نے کہہ کر ٹھنڈی سانس لی تھی۔

بڑے بالوں والا کار ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا آدمی بھی اگلی نشست پر اس کے قریب بیٹھا تھا

"تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ وہ کس طرح مری تھی۔!" اس نے بڑے بالوں والے سے کہا۔

"سنو.... میں اس مہم کا انچارج تھا۔ تم میری ہدایت سے تجاوز کر گئے۔!"

"بس بے قابو ہو گیا تھا....!"

"مجھے علم نہیں تھا کہ تم عورتوں کو اذیت پہنچا کر لذت محسوس کرتے ہو۔ ورنہ میں کم تمہارا انتخاب نہ کرتا۔!"

"اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا.... لیکن تم....!"

"دیکھو دوست....! میں خواہ مخواہ اپنی گردن نہیں پھنسوا سکتا۔ معمولی تشدد مہلک ثابت ہوا کرتا۔!"

"بڑی جاندار عورت تھی۔ مجھے حیرت ہے کہ اتنی جلدی کیسے مر گئی۔!"

"تمہاری ٹھوکر اس کے بائیں پہلو پر پڑی تھی۔ بہر حال میری سمجھ میں نہیں آ رپورٹ کیا دوں۔ باس اسے پسند نہیں کرے گا۔!"

"کیا وہ روانگی کے وقت کمرے میں موجود تھا۔!"

"ہاں اس نے براہِ راست احکامات صادر کیے تھے۔!"

"تم ہم سب میں ذہین ترین آدمی ہو اگر چاہو تو مجھے عتاب سے بچا سکتے ہو۔!"

"بڑے بالوں والا کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی گاڑی ایک بڑی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی.... وہ گاڑی سے اتر کر عمارت میں آئے۔ بڑے بالوں والا اس کا ساتھ چھوڑ کر اوپری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔ دروازہ بند کر کے اس نے اپنی گردن ٹٹولی تھی اور پھر دونوں ہاتھوں سے بڑے بالوں والا میک اپ اتار دیا تھا۔ وہ بالوں سمیت پلاسٹک کا ایک مصنوعی چہرہ تھا جو چھلکے کی طرح اس کے اصل چہرے سے اترتا چلا گیا تھا۔ اصل چہرہ ڈاڑھی اور مونچھوں سے بے نیاز ہونے کے بعد بڑا ڈراؤنا تھا۔ چپٹی سی ناک کے نیچے آدھے گالوں تک پھیلے ہوئے موٹے ہونٹ بہت خونخوار لگ رہے تھے۔ آنکھوں کی نرمی غائب ہو چکی تھی اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ "غوری کو میرے کمرے میں بھیج دو....!"

پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے کپ بورڈ سے ایک بوتل نکالی تھی اور اُسے ہونٹوں سے لگا کر قریباً چوتھائی مقدار حلق میں اُتار گیا تھا۔ بوتل رکھ کر وہ دروازے کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔

"آجاؤ....!" وہ غرایا۔

وہی آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا جس کی ٹھوکر سے خانم نسرین ختم ہو گئی تھی۔

"رپورٹ....!" اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"وہ.... وہ.... رپورٹ.... جناب.... شائد....!"

"میں تم سے رپورٹ طلب کر رہا ہوں.... تم بھی تو اس کے ساتھ تھے۔!"

"وہ.... وہ.... مر گئی باس....!"

"کیسے مر گئی....؟" لہجہ بے حد سرد تھا۔

"وہ.... وہ.... جناب....!"

"پوری بات بتاؤ....!" باس دہاڑا۔

شاہد نے اس کے دل کے مقام پر ٹھوکر مار دی تھی۔!

"اوہ....!" وہ چند لمحے اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر سامنے والے اسٹول کی طرف اشارہ

کر کے بولا۔ "بیٹھ جاؤ.....!"

"شکریہ..... باس.....!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔ "ہیلو.....!"

"اٹ از موبی سر.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس.....!"

"تعاقب کرنے والی گاڑی کا ٹائر فلیٹ کردیا گیا تھا۔ لیکن ہمیں شبہ ہے کہ ہمارا بھی تعاقب کیا گیا تھا.....!"

"اچھی بات ہے..... اب تم ادھر نہ آنا.....!"

پھر اس نے سلسلہ منقطع کر کے کسی کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور ماؤتھ پیس میں بولا تھا۔ "باس"

"یس باس.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"معلوم کرو عمارت کی نگرانی تو نہیں کی جارہی.....!"

"او کے باس.....!"

پھر سلسلہ منقطع کر کے وہ اسٹول پر بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف مڑا تھا اور اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

رات کے گیارہ بجے تھے۔ عمران کینوس کی آرام کرسی پر نیم دراز اونگھ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔ "باس وہ عمارت بالکل خالی پڑی تھی۔ البتہ ایک لاش تھی وہاں۔ طاہر صاحب نے لاش کی تصویر لے لی ہے۔!"

"ٹھیک ہے..... واپس آجاؤ.....!"

"بہت اچھا باس.....!"

ریسیور رکھ کر عمران اٹھا تھا۔ بغلی ہولسٹر اٹھا کر کاندھے پر ڈالا تھا۔ پشت پر اس کی پٹیاں کسی تھیں اور کوٹ پہنتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی ٹوسیٹر اسی عمارت کی طرف جارہی تھی۔ شائد اس نے وقتی طور پر اس

عمارت کو نظرانداز کر کے غلطی کی تھی۔ فوراً ہی اس کی نگرانی شروع کرادینی چاہئے تھی۔

شام کے اخبارات میں سوشل ورکر خانم نسرین کے قتل کی خبر بھی شائع ہوئی تھی اور اس نے اس طرح سر کو جنبش دی تھی جیسے اس کی کوشش خاطر خواہ طور پر بار آور ہوئی ہو۔

عمارت سے بہت دور اس نے گاڑی روکی اور انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔ اب وہ پیدل ہی عمارت کی طرف جارہا تھا۔

سڑک چھوڑ دی تھی۔ گلیوں میں اندھیرا تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ عمارت کی پشت پر جا پہنچا۔ شائد اندر جانا چاہتا تھا۔ اُدھر کئی درخت تھے ایک ایسا بھی تھا جس پر چڑھ کر وہ کم از کم چھت کے قریب تو پہنچ ہی سکتا تھا۔

وہ ایک درخت کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک پولیس کی گاڑی کے سائرن سنائی دینے لگے تھے۔ وہ چپ چاپ واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔ شائد عمارت خالی کرنے والوں ہی میں سے کسی نے وہاں لاش کی موجودگی کی اطلاع پولیس کو دے دی تھی۔

ٹوسیٹر میں بیٹھ کر وہ پھر اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ یہاں سلیمان کسی سے فون پر الجھا ہوا تھا۔ عمران نے اشارے سے پوچھا کون ہے۔

"اجی وہی بیگم صاحبہ ہیں.....!" سلیمان ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "دیر سے دماغ چاٹ رہی ہیں۔!"

"لاؤ مجھے دو ریسیور.....!" عمران نے کہا اور ریسیور اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"ہیلو.....!"

"کون ہے.....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی وہی مفت کا خادم..... فرمائیے.....!"

"تم نے وہ سامان بنگلے پر نہیں پہنچایا۔!"

"جی..... پہنچا تو دیا تھا.....!"

"کہاں پہنچادیا تھا.....؟"

"بنگلے پر.....!"

"کس کے بنگلے پر.....؟"

"کمال کرتی ہیں آپ بھی بیگم صاحبہ.... کیا صاحب نے آپ کو نہیں بتایا کہ فون پر اس قسم کی باتیں نہیں کیا کرتے۔!"

"نہیں.... وہ تو کئی دن سے بیہوش پڑے ہوئے ہیں۔!"

"چرس کی بجائے مرچوں کا سفوف استعمال کر بیٹھے ہوں گے۔!"

"کیا بکواس ہے....؟"

"حقیقت عرض کر رہا ہوں۔ بیگم صاحبہ.... صاحب پر کڑی نظر رکھا کرو....!"

"اچھا ایک بات تو بتاؤ....!"

"فرمائیے....!"

"اس عورت سے کب کی دشمنی نکالی ہے۔!"

"اس شہر میں ایک بھی ایسی عورت کو زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا جیسی وہ تھی۔!"

"اگر پولیس کو خبر ہو جائے تو....!"

"میرے خلاف ثبوت کہاں سے بہم پہنچائے گی۔!"

"اگر میں نشاندہی کر دوں تو....!"

"صاحب ہوش میں آتے ہی آپ کی کھال اتار دیں گے۔ ویسے میں سوچ رہا ہوں کہ کھال اُتر جانے کے بعد آپ کیسی لگیں گی۔!"

"شٹ اپ....!" کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

"آخر یہ ہے کون سسری....؟" سلیمان نے اسے ریسیور رکھتے دیکھ کر کہا تھا۔

"شکل دیکھے بغیر کیسے کہہ سکتا ہوں کہ سسری ہے بھی یا نہیں....!"

"کسی دن پنجابی گالیاں سناؤں گا....!"

"لائن ڈیڈ ہو جائے گی بے.... خبردار ایسا مت کرنا....!"

"آپ نہیں ملتے تو مجھے بُرا بھلا کہنے لگتی ہے۔!"

"عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے جانے کا اشارہ کیا تھا اور کوٹ اتار ہی رہا تھا کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو....!" اس نے ریسیور اٹھالیا۔

"صفدر.... ہم واپس آگئے ہیں.... سر سلطان دیہی کوٹھی سے کہیں اور چلے گئے ہیں ہو سکتا

ہے شہر ہی واپس آئے ہوں.... آپ تصدیق کر لیجئے۔!"

"اچھا.... اچھا.... اور کوئی خاص بات....!"

"میں نے شام کا اخبار بھی دیکھا ہے.... آخر اس بیچاری نے آپ کا کیا بگاڑا تھا۔!"

"شٹ اپ....!" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر اس نے سر سلطان کے نمبر ڈائیل کیے تھے۔

"کیا سر سلطان موجود ہیں....؟"

"ہاں.... سو رہے ہیں.... آپ کون ہیں....!"

"عمران....!"

"کیا جگا دوں....؟"

"نہیں.... دیہی کوٹھی سے کب واپس آئے....!"

"شام کو....!"

"صبح انہیں بتا دینا کہ میں نے خیریت دریافت کی تھی۔!"

"بہت اچھا....!"

ریسیور رکھ کر اس نے سلیمان کو آواز دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا تھا۔

"ابے رات کا کھانا....!"

"صبح کو کھا لیجئے گا.... اس وقت ناممکن ہے....!"

"کیا بکتا ہے....!" عمران اُسے گھورتا ہوا دہاڑا۔

"میں سمجھا تھا کہ اُن مرغیوں میں آپ کا بھی حصہ ہے۔!"

"ابے تو کیا کچھ بھی نہیں ہے....!"

"سوکھی ڈبل روٹی اور مسور کی پتلی دال کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔!"

"شکر ہے مونگ سے مسور پر تو آیا.... چل وہی لا....!"

"لاؤں کہاں سے.... سوکھی ڈبل روٹی اور مسور کی دال میرے پیٹ میں ہے۔!"

"اچھا تو اب میں تجھے ہی کھا جاؤں گا۔!"

"مجھے کھا گئے تو پھر کل کیا کھائیے گا۔!"

"ہاں یہ تو ہے....!" عمران مسمسی صورت بنا کر بولا۔ "خیر دیکھا جائے گا۔!"

سچ مچ وہ بھوکا تھا.... تو پھر....؟ اس نے دوبارہ کوٹ پہنا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس بار عمران کی گاڑی ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف جا رہی تھی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس نے محسوس کر لیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

"ارے مردود.... کیا بھوکا ہی مارو گے مجھے....!" عمران بڑبڑایا۔

اس نے گاڑی ایک گلی میں موڑ دی۔ دوسری گاڑی بھی مڑی تھی۔ عمران اگلی سڑک پر نکل آیا۔ دوسری گاڑی اب بھی پیچھے لگی ہوئی تھی۔ پوری طرح یقین کر لینے کے بعد کہ تعاقب ہی کیا جا رہا ہے اُس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور نیچے اُتر کر ایک ڈرگ اسٹور میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے اس نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔

"میں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب جا رہا ہوں۔ میرے عقب میں بھی کوئی ہے۔ صفدر سے کہو کہ ٹپ ٹاپ پہنچے....!"

"بہت اچھا جناب....!"

عمران نے ریسیور رکھ دیا اور دوکان دار کو کال کے پیسے دے کر باہر نکل آیا۔ دوسری گاڑی شائد آگے کہیں پارک کی گئی تھی۔!

وہ پھر اپنی گاڑی میں جا بیٹھا انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی موڑ کر ٹپ ٹاپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عقب نما آئینے میں پچھلی گاڑی کی ہیڈ لائیٹس نظر آ رہی تھیں۔ گاڑی کی رفتار اس نے تیس میل سے زیادہ نہیں بڑھائی تھی۔

ہو سکتا تھا کہ تعاقب کرنے والوں نے اسے فون کرتے بھی دیکھا ہو لہٰذا اب وہ بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے بھی انہیں دھوکے میں رکھ کر اُن کا تعاقب کیا گیا تھا اور شائد وہ اس سے واقف بھی ہو گئے تھے اسی لئے اس عمارت کو چھوڑ بھاگے تھے۔ عمران سوچتا رہا۔

ٹپ ٹاپ کے پارکنگ شڈ میں جگہ نہیں تھی۔ اس لئے اُسے کھلے ہی میں گاڑی پارک کرنی پڑی۔ اس کے بعد وہ تیزی سے پورچ کی طرف بڑھا تھا۔ دوسری گاڑی بھی ذرا ہی دیر بعد کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی اور عمران ہی کی گاڑی کے قریب پارک کر دی گئی تھی۔

پورچ تک پہنچتے پہنچتے عمران نے ان دونوں افراد کو دیکھ لیا تھا جو اس گاڑی سے اترے تھے۔ ایک عورت تھی اور ایک مرد۔

وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔ یہاں فلور شو ہو رہا تھا اور شائد چند ہی میزیں خالی تھیں۔ عمران نے ایسی میز منتخب کی جہاں سے وہ صدر دروازے پر نظر رکھ سکتا تھا۔

تعاقب کرنے والے بھی ہال میں داخل ہوئے اور عمران کے قریب کی دو میزیں چھوڑ کر تیسری کے گرد بیٹھ گئے۔ عورت خاصی حسین تھی۔ دیسی ہی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہو گی۔ مرد قد آور اور جسیم تھا۔ گھنی اور چڑھی ہوئی مونچھیں اس کے چہرے پر شاندار لگ رہی تھیں۔ بظاہر وہ دونوں عمران کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

عمران نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر چکن سوپ اور تلے ہوئے جھینگے طلب کئے تھے۔ ان دونوں نے بھی کچھ منگوایا اور پھر باتیں کرنے لگے تھے۔

رقص کی موسیقی بلند آہنگ تھی اور میزوں کے درمیان تھرکتی ہوئی عورت کبھی کبھی گانے بھی لگتی تھی۔ فلور شو ٹپ ٹاپ کی روایات کے خلاف تھا۔ نہ جانے کیوں ان دنوں یہ بدعت رائج ہو گئی تھی۔

بہر حال وہ خاموشی سے سوپ پیتا رہا۔ تعاقب کرنے والوں کی میز پر شراب کی بوتل اور گلاس نظر آئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے صفدر کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ دروازے کے قریب ہی رک کر میزوں کا جائزہ لینے لگا۔ پھر عمران پر نظر ٹھہری تھی اور وہ اس کے قریب ہی کی خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے تعاقب کرنے والوں کی طرف دیکھا وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا اور صفدر نے ان کے قریب والی میز پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے کافی منگوائی تھی۔

عمران اب تلے ہوئے جھینگوں پر ہاتھ صاف کر رہا تھا یہ اس کی پسندیدہ ترین ڈش تھی۔

دفعتاً ہیڈ ویٹر اس کی میز کے قریب آ کر بولا۔ "آپ کی کال ہے جناب....!"

"اوہ.... اچھا.... شکریہ....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"صدیقی نے اطلاع دی ہے کہ آپ کی گاڑی میں کوئی گڑبڑ کی گئی ہے۔ میں نے صدیقی کو ہدایت کی تھی کہ صفدر کے پیچھے جائے۔!"

"بہت اچھے جا رہے ہو....!"

"شکریہ جناب....! آپ باہر نکل کر صدیقی کی گاڑی استعمال کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی گاڑی میں کوئی اس قسم کی کارروائی کی گئی ہے کہ وہ کچھ دور چلنے کے بعد کھڑی ہو جائے۔!"

"میں انہیں مایوس نہیں کروں گا....!"

"یعنی آپ اپنی ہی گاڑی استعمال کریں گے۔!"

"بالکل....!" عمران نے ریسیور رکھتے رکھتے رک کر کہا۔ "اور ہاں سنو! جولیا کو ہدایت کر دو کہ مجھ سے دور ہی رہے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"ریسیور رکھ کر وہ اپنی میز کی طرف پلٹ آیا تھا۔ ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی۔ صفدر اُن دونوں کی طرف متوجہ تھا۔!"

کافی ختم کر کے عمران اٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تعاقب کرنے والوں کی گاڑی میں کوئی تیسرا بھی رہا ہوگا جس نے اس کی گاڑی پر ہاتھ صاف کر دیا۔

باہر نکل کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن اس نے ان دونوں کو باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ ان کی گاڑی میں اسٹیئرنگ وھیل کے سامنے سچ مچ تیسرا آدمی نظر آیا۔

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی تھی اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ کنکھیوں سے پورچ کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کا کہیں پتا نہ تھا۔ صفدر بھی نہ دکھائی دیا۔ بالآخر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور سڑک پر نکال لایا۔ تعاقب کرنے والی گاڑی بھی تھوڑی دیر بعد دکھائی دی تھی۔

عمران نے اپنی گاڑی اس سڑک پر ڈال دی جو بندرگاہ کی طرف جاتی تھی۔ جلد ہی ویرانہ شروع ہو گیا اور ایک جگہ گاڑی کا انجن بے ہنگم سا شور پیدا کر کے بند ہو گیا۔ عمران نے اتر کر بونٹ اٹھایا تھا اور جھک کر انجن کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ ٹھیک اسی وقت تعاقب کرنے والی گاڑی بھی قریب ہی آ رکی۔ اس پر سے ایک آدمی اتر کر عمران کی طرف بڑھا ساتھ ہی اس نے ہانک لگائی تھی۔ "تم ریوالور کی زد پر ہو۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔!"

عمران نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔ وہ قریب آیا۔

"بالکل پھکڑ ہو رہا ہوں یار.... پرس میں تین روپے پچھتر پیسے پڑے ہوئے ہیں۔!" عمران نے کہا۔

قریب آ کر وہ بائیں ہاتھ سے عمران کی جیبیں ٹٹولنے لگا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر رکا ہی تھا کہ عمران کا داہنا گھٹنا تیزی سے اوپر اٹھا اور ساتھ ہی ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ بھی پڑا۔ ساتھ ہی اجنبی تو چیخ مار کر سڑک پر الٹ گیا تھا اور اس کا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔

"کنفیوشس نے کہا تھا کہ مردوں کو لنگوٹ ضرور باندھنی چاہئے۔!" عمران نے فقیرانہ شان سے کہا۔ "اب پڑے لوٹا کرو زمین پر....!"

وہ تھوڑی دیر تک پڑا کراہتا رہا تھا پھر بولا تھا۔ دراصل میں تو مدد کرنا چاہتا تھا۔!"

"ریوالور دکھا کر....؟" عمران نے پوچھا۔

"میں نے کہا تھا تھوڑا سا مذاق بھی سہی۔!"

"بڑا خوفناک مذاق تھا۔ اچھا اب اٹھ کر کرو مدد....!"

وہ اٹھا تھا لیکن پوری طرح سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ عمران نے ریوالور کا دستہ اس کی گدی پر رسید کر دیا اور وہ پھر منہ کے بل نیچے چلا آیا۔ اس بار بیہوش ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے اٹھا کر اسی کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ اگنیشن میں کنجی موجود تھی۔ اپنی گاڑی اس نے وہیں سڑک کے کنارے چھوڑ دی اور اب حملہ آور کی گاڑی سائیکو مینشن کی طرف لئے جا رہا تھا۔

* * *

صفدر اس وقت تک وہاں بیٹھا تھا جب تک کہ وہ دونوں نہیں اٹھ گئے تھے۔ وہ باہر آئے اور پھاٹک پر رک کر ادھر اُدھر دیکھتے رہے۔ ان کی کار تو پہلے ہی جا چکی تھی اور رات گئے کوئی خالی ٹیکسی ملنی مشکل تھی۔ پھر صفدر نے دیکھا کہ وہ پیدل ہی ایئرپورٹ کی طرف جا رہے ہیں۔ اب اس کیلئے دشواری تھی۔ ہو سکتا تھا کہ راستے میں انہیں کوئی ٹیکسی مل جاتی اور صفدر وہیں کھڑا رہ جاتا۔

دفعتاً اس نے پھر انہیں کلب کی طرف مڑتے دیکھا۔ وہ سچ مچ پلٹ آئے تھے۔ عورت پورچ ہی میں رک گئی تھی اور مرد اندر چلا گیا تھا۔ صفدر نے سوچا کہ شائد وہ کسی کو فون کر کے گاڑی طلب کرنے گیا تھا۔

مرد جلد ہی واپس آ گیا تھا اور پھر وہ دونوں پورچ میں کھڑے ہاتھ ہلا ہلا کر گفتگو کرتے رہے تھے۔

صفدر اپنی گاڑی میں بیٹھا انہیں دیکھتا رہا مرد شاندار شخصیت کا مالک تھا ایسا لگتا تھا جیسے پہلے کبھی پرائز فائٹر بھی رہ چکا ہو۔ عورت دلکش تھی اور اس کے ساتھ کچھ ایسی بُری بھی نہیں لگتی تھی۔

پھر وہ عمران کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ اسے حالات کا پوری طرح علم نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ حضرت اب کہاں ہوں گے اور کیا کر رہے ہوں گے پھر اسے خانم نسرین یاد آ گئی۔ مفت میں ماری گئی بے چاری۔ عمران نے اسے اسکے متعلق فون پر گفتگو کرنے سے روک دیا تھا۔ ممکن ہے خانم نسرین کا بھی انہی لوگوں سے کسی قسم کا تعلق رہا ہو۔ عمران خواہ مخواہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

تھوڑی دیر بعد ایک لمبی سی سیاہ گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی اور وہ دونوں پورچ سے آگے بڑھ آئے تھے۔

ایک باوردی ڈرائیور نے گاڑی سے اُتر کر ان کے لئے دروازہ کھولا تھا اور صفدر سوچ رہا تھا کہ کہیں عمران سے اندازے کی غلطی تو نہیں ہوئی یا پھر اسی نے اس کا اشارہ غلط سمجھا ہو۔ بہر حال اب تو دیکھنا ہی تھا۔

اس نے تعاقب شروع کر دیا تھا۔ اگلی گاڑی ایک عمارت کے سامنے رکی تھی اور صرف عورت اتر کر عمارت کی طرف بڑھ گئی تھی۔ گاڑی پھر آگے چل دی۔ عمارت کا محل وقوع ذہن نشین کرتے ہوئے صفدر نے گاڑی کا تعاقب جاری رکھا تھا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی اور پھر پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چار میں مقیم ہے۔ نام بھی معلوم ہو جاتا لیکن کاؤنٹر کلرک نے تعاون نہیں کیا تھا۔

اس نے اب سائیکو مینشن کا رخ کیا کیونکہ رپورٹ ریکارڈ کرانی تھی۔ واپسی میں وہ اس عمارت کے پاس رکا جہاں عورت اتری تھی۔

تین منزلہ عمارت تھی۔ اعلیٰ درجے کے فلیٹس تھے۔ دلشاد ولا نام تھا۔

پھر وہ سائیکو مینشن پہنچا ہی تھا کہ وہاں عمران کی موجودگی کا علم ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ کسی بیہوش آدمی کو لایا تھا جو ابھی تک بیہوش ہے اور عمران کامن روم میں بیٹھا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہے۔

وہ سیدھا کامن روم کی طرف چلا گیا.... یہاں عمران ایک آرام کرسی پر نیم دراز آہستہ آہستہ چیونگم کچل رہا تھا۔

"آخاہ....!" وہ اسے دیکھ کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔ اب مجھے یہ اطلاع نہ دیجئے گا کہ وہ دونوں لارڈ اور لیڈی دھانسو فیکس تھے۔

"جی نہیں.... ایسی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ عورت دلشاد ولا میں گئی تھی اور مرد انٹر کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چار میں مقیم ہے۔ نام نہیں معلوم ہو سکے....!"

"یہ بھی اچھا ہی ہوا....!"

"کیوں....؟"

"اللہ کی مرضی.... زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔!"

"آپ کسے لائے ہیں....؟" صفدر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس طرح نہ گھورا کرو.... میرا دل کسی قدر زنانہ پن محسوس کرنے لگتا ہے۔!"

"باتوں میں نہ اڑائیے.... وہ کون ہے۔!"

"یار ہوش میں آئے تو بتائے کہ کون ہے۔ پیشانیوں پر تو نام نہیں لکھے ہوتے۔!" پھر صفدر اپنی رپورٹ ریکارڈ کرانے چلا گیا تھا۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ عمران جا چکا ہے۔ اس کا قیدی ابھی تک ہوش میں نہیں آیا۔

صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ اس نے سوچا کیوں نہ بقیہ وقت کامن روم کی کسی آرام کرسی ہی پر اونگھ کر گذار دے۔

ابھی بیٹھا بھی نہیں تھا کہ اطلاع ملی کہ فون پر اس کی کال ہے۔

دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔ "دلشاد ولا میں اسے تلاش کر کے اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرو۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"براہِ راست عمران کو رپورٹ دے سکتے ہو....!"

"بہت بہتر....!"

"دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔ پھر

کامن روم میں آکر اونگھنے لگا۔ سب سے پہلے تو اسے یہ معلوم کرنا پڑا کہ وہ اس عمارت کے کس فلیٹ میں رہتی ہے اور یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہوتا جب وہ اسے کسی فلیٹ سے برآمد ہوئے دیکھ لیتا۔ نام تو معلوم نہیں تھا تو پھر اب اس عمارت کو چھوڑنا پڑے گا۔!

صبح ہوتے ہی وہ سائیکو مینشن سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ ایک ریستوران میں ناشتہ کر کے دلشاد ولا کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

باہر ایک بڑے سے بورڈ پر عمارت کے مکینوں کے نام اور فلیٹ کے نمبر درج تھے۔ ان میں کئی عورتیں تھیں لہٰذا اس جگہ بھی بات نہ بن سکی۔

اس کے بعد وہ پہلی منزل کی طویل راہداری میں پہنچا تھا دو چار ہی قدم چلا ہوگا کہ زینوں کے سرے پر وہی آدمی دکھائی دیا جو پچھلی رات اس عورت کے ساتھ تھا۔ وہ دوسری منزل کے زینوں کی طرف مڑ گیا تھا۔

صفدر پلٹ پڑا۔ دوسری منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے رک کر اس نے کال بل کا بٹن دبایا تھا اور دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ صفدر تیسری منزل کے زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

تیسری منزل کی راہداری میں وہ سگریٹ سلگانے کے لئے رکا تھا۔ دو تین کش لے کر وہ دوسری منزل پر آیا اور اس فلیٹ کا نمبر دیکھ کر واپسی کے لئے زینے طے کرنے لگا۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر اس بورڈ کے پاس آکھڑا ہوا جس پر کرایہ داروں کے نام تحریر تھے۔ سترہ نمبر کے فلیٹ سامنے "مادام سعدیہ درانی" لکھا ہوا تھا۔

اب اس کی کار عمران کے فلیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ وہ خاصا مگن تھا۔ غیر متوقع طور پر جلد ہی کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔

عمران ناشتے کی میز پر ملا۔ شاید وہ دن چڑھے تک سوتا رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر اس نے سلیمان کو آواز دی اور اس کے لئے بھی کچھ لانے کو کہا تھا۔

"نہیں شکریہ..... میں ناشتہ کر چکا ہوں.....!"

"خیر... خیر... بیٹھو... شاید اس کا نام سعدیہ درانی ہے اور فلیٹ نمبر سترہ میں رہتی ہے۔!"

صفدر کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور پھر اس نے سختی سے دانت بھینچ لئے تھے۔ سارے جوش پر ٹھنڈا پانی پڑ گیا تھا۔

"پرواہ مت کرو.....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "تم نے بہت پھرتی دکھائی ہے اور مجھے محض اتفاق سے معلوم ہو گیا۔!"

پھر اس نے صفدر کو بتایا تھا کہ پچھلی رات اس پر کس طرح حملہ ہوا تھا اور کس طرح اس نے ایک گاڑی پر قبضہ کیا تھا۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ کے بارے میں چھان بین کرنے کے سلسلے میں اسے ایک عورت کا نام اور پتہ معلوم ہوا تھا۔ اتفاق سے وہ عورت وہی نکلی جس کے سلسلے میں صفدر معلومات فراہم کرنے نکلا تھا۔

"وہ گاڑی اسی کی ہے۔!" عمران بولا۔ "اور وہ جس کی میں نے پٹائی کی تھی، اس کا ڈرائیور تھا۔ فی الحال اس نے اپنی زبان قطعی بند رکھی ہے۔ اسپیشلسٹ کا خیال ہے کہ وہ اب بھی ہوش میں نہیں ہے۔ گدی پر ذرا زور سے ہاتھ پڑ گیا تھا۔!"

"میرے پاس بھی ایک گاڑی کا نمبر ہے۔!" صفدر مردہ سی آواز میں بولا۔ پھر اس نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور اس کے صفحات الٹتا رہا۔!

"یہ وہی گاڑی ہے جو مرد نے کلب میں طلب کی تھی۔ اس کا نمبر نوٹ کیجئے شائد اس سے مرد کی شخصیت پر روشنی پڑ سکے۔!"

"پیڈ پر لکھ دو.....!" عمران نے میز کی طرف اشارہ کیا۔

صفدر نے نمبر تحریر کئے تھے اور پھر ناشتے کی میز کے قریب آبیٹھا تھا۔

"تو..... ایک کپ کافی ہی سہی.....!" عمران پیالی اس کی طرف سرکاتا ہوا بولا۔

"شکریہ.....!"

دو تین گھونٹ لینے کے بعد بولا تھا۔ "کوئی سر پیر بھی ہے۔ اس کیس کا.....؟"

"ابھی تو صرف ایکس ٹو کی دُم سے سابقہ ہے۔ مردود ہے میری عدم موجودگی میں شادی کرلی ورنہ ایسا سہرا لکھتا کہ کثرت اولاد سے تنگ آکر جنگل کی راہ لیتا۔!"

"بات اڑانے کی کوشش نہ کیجئے.....!"

"اے میرے لخت جگر ابھی اپنا بھی یہی حال ہے کہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مار رہے ہیں اس نمبر کا حال بھی کھلا جاتا ہے۔!"

اس نے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر کہا

تھا۔ "یہ ایک گاڑی کا نمبر ہے.... لکھو....!" نمبر لکھوا دینے کے بعد بولا تھا۔ "معلوم کرو کہ کس کے نام پر رجسٹر کی گئی ہے.... ہاں جلدی ہی ہے۔!"

ریسیور رکھ کر وہ صفدر کی طرف مڑا تھا۔

"سعدیہ درانی کا جغرافیہ....؟" صفدر نے سوال کیا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ اس عمارت کی زیادہ تر خواتین مادام ہی کہلاتی ہیں۔!"

"اوہ....!"

"اونچی چیزیں ہیں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔ "اوہ.... جی ہاں میں ہی ہوں۔ سلام علیکم.... جی ہاں آپ سو رہے تھے۔ بہت خاص بات ہے۔ میں آپ سے آفس میں ملنا چاہتا ہوں۔ گیارہ بجے.... جی بہت بہتر.... ٹھیک گیارہ بجے پہنچ جاؤں گا۔!"

ریسیور رکھ کر اس نے کافی کی دوسری پیالی تیار کی تھی اور سلیمان کو آواز دی تھی۔

"فرمائیے....!" وہ کمرے میں آ کر بولا۔

"دوپہر کے کھانے میں کیا ہے۔!"

"عقیقے کا گوشت....!"

"ابے کہاں سے ہاتھ لگا....!"

"برابر والوں کے حالیہ بچے کا....!"

"ہڈے ہی ہڈے بھجوا دیئے ہوں گے۔!" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"بوٹیاں بھی تھیں.... وہ میں نے بلی کو کھلا دیں....!"

"دماغ تو نہیں چل گیا...."

"اب آپ ایسے گئے گزرے بھی نہیں ہیں کہ بوٹیاں خود کھائیں اور ہڈیاں بلی کے آگے ڈال دیں۔!"

"ٹھیک کہتا ہے....!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔ "بہر حال دوپہر کا کھانا تمہارے ساتھ رہے گا۔!"

"ہڈیوں کا سوپ بنالوں....؟" سلیمان نے چہک کر پوچھا۔ "شائد بہت طاقتور ہوتا ہے۔"

"دفع ہو جاؤ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا اور سلیمان بُرا سا منہ بنائے ہوئے رخصت ہو گیا۔

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے....!" اس نے صفدر سے پوچھا۔

"رات بھر کا جاگا ہوا ہوں.... اگر اجازت ہو تو یہیں پڑا رہوں۔!"

"میں سمجھ گیا....!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "ہڈیوں کا سوپ پینا چاہتے ہو۔!"

"دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کانٹی نینٹل میں کھائیے گا۔!"

"دھمکی ہے یا دعوت....؟"

"دعوت جناب....! آپ کو دھمکی دے کر کہاں رہوں گا۔!"

سر سلطان اس کے منتظر ہی تھے۔ جیسے ہی اس نے اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی تھی فوراً آفس میں بلوا لیا گیا تھا۔

"آپ غیر متوقع طور پر واپس آ گئے....!" عمران نے کہا۔

"موجودہ حالات میں وہاں اس ویرانے میں پڑے رہنا مناسب نہیں سمجھا۔!"

"میں بھی یہی چاہتا تھا لیکن آپ سے کہہ نہیں سکا تھا۔ ویسے میں نے یہاں پہنچتے ہی دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگا دی تھی۔"

"ہاں تو پھر تم نے وہ سامان کسے بھجوایا تھا؟" سر سلطان نے ہنس کر پوچھا۔

"خانم نسرین کو....!"

"نہیں....!" سر سلطان اچھل پڑے۔

"اوہو.... تو کیا آپ کو بھی دکھ ہوا ہے۔ کیا وہ اسی سزا کی مستحق نہیں تھی۔!"

"اخلاقی نکتۂ نظر سے تو یقیناً تھی۔!" سر سلطان مردہ سی آواز میں بولے۔

"بس تو پھر اسے بھول جائیے۔ ابھی بہتوں پر میری نظر ہے۔ خیر بہر حال میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ ذرا ایکس ٹو کا فائیل نکلوائیے....!"

"ٹی۔ ایس۔ ایس۔!" سر سلطان نے آہستہ سے کہا تھا اور پھر بے ساختہ چونک پڑے تھے۔ عمران کو غور سے دیکھا تھا اور ان کے ماتھے پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔ پھر انہوں نے میز کی دراز سے عمران کا کیسٹ پلیئر نکالا تھا اور اُسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے ساؤنڈ پروف

کمرے میں داخل ہوگئے تھے۔ دروازہ احتیاط سے بند کر کے کیسٹ پلیئر کا سوئچ آن کر دیا تھا اور "بیگم ایکس ٹو" کی آواز سننے لگے تھے۔

گفتگو کے اختتام پر سوئچ آف کر کے بولے۔ "نہ تم ایکس ٹو کا فائل طلب کرتے اور نہ مجھے یاد پڑتا۔ وہ فائیل ٹاپ سیکرٹ سیکشن کے ریکارڈ روم سے آئے گا۔ وہاں ایک لڑکی دو سال پہلے ریکارڈ کیپر کی اسسٹنٹ تھی۔ یہ اسی کی آواز ہو سکتی ہے۔ شائد مس تموتھی کہلاتی تھی۔ اس نے خرابی صحت کی بناء پر استعفٰی دے دیا تھا لیکن میری معلومات کے مطابق وہ پچھلے چھ ماہ سے ایک غیر ملکی سفارت خانے میں کام کر رہی ہے۔!"

عمران نے پر معنی انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔

"لڑکی ہونا بھی کتنی اچھی بات ہے....!" اس نے بالآخر کہا تھا۔

"کیا مطلب....؟"

"آپ کو نہ صرف اس کی آواز یاد ہے بلکہ نام بھی نہیں بھولے۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ پچھلے چھ ماہ سے ایک سفارت خانے میں کام کر رہی ہے۔!"

"بکواس کرو گے تو تھپڑ مار دوں گا۔ گدھے کہیں کے۔!" سر سلطان جھینپ کر بولے۔

"خیر.... خیر.... مجھے بھی کچھ یاد آگیا ہے۔ اسی فائیل میں اپنا یہ ریمارک بھی دکھاؤں گا کہ ایک عورت بھی ایکس ٹو کی اصلیت سے واقف ہے لیکن ایکس ٹو اس پر اس حد تک اعتماد کرتا ہے کہ اس کا نام اور پتہ تحریر کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔!"

"تب تو بات صاف ہوگئی۔ میں خود ریکارڈ روم میں جا کر فائل نکلواؤں گا اور دیکھوں گا۔!"

"اس کی بھی ضرورت نہیں۔ یہاں ایکس ٹو کا بکھیڑا مت پھیلایئے۔!"

"جیسی تمہاری مرضی....!"

"آپ اس معاملے سے بالکل بے تعلق ہو جایئے۔ لیکن ہوشیار رہیئے گا۔ کیونکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ایکس ٹو کون ہے۔!"

"اسی لئے تو گاؤں سے چلا آیا ہوں....!"

سر سلطان نے اس سفارت خانے سے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھ کر عمران کے حوالے کیا تھا اور پھر عمران وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

ایک پبلک فون بوتھ سے بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔

"کار کسی پرنس داؤد کے نام پر رجسٹر ہے۔ پتہ ایک سو چار انٹر کانٹی نینٹل۔!"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تو مستقل طور پر کانٹی نینٹل ہی میں مقیم ہے۔!"

"جی ہاں.... اور دوسری اطلاع.... خانم نسرین کے کمرے میں پائے جانے والے کچھ فنگر پرنٹس اس آدمی کی انگلیوں کے نشانات سے مل گئے ہیں جس کی لاش ہم نے بریٹو روڈ والی عمارت میں دیکھی تھی۔"

"عمارت کس کی ملکیت ہے....؟"

"نادر چنڈو دلا کی.... کھالوں کا تاجر ہے۔ لیکن اس کے بیان کے مطابق عمارت عرصہ سے خالی پڑی رہی ہے۔ وہ اس لاش کی شناخت نہیں کر سکا۔!"

"فیاض کے محکمے کی کارروائیوں سے آگاہ رہنے کی کوشش کرنا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

سلسلہ منقطع کر کے وہ بوتھ سے باہر آیا۔ اب اس کا رخ ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کی طرف تھا اور ریڈی میڈ میک اپ ناک پر چسپاں ہو چکا تھا۔

کانٹی نینٹل کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی روکی تھی اور ڈکے سے ایک کیمرہ اور فلیش گن نکال کر عمارت کی طرف چل پڑا تھا۔

ایک بجنے والا تھا۔ ہوٹل کے بوتھ سے گھر کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سن کر بولا۔ "صفدر صاحب کو جگا کر فون پر بھیج دو۔!"

"آپ کب آ رہے ہیں.... میں نے مٹر کا سوپ تیار کر لیا ہے۔!"

"خود ہی پی جاؤ.... تمہارے ساتھ لنچ نہ کر سکوں گا۔ صفدر کو بھیجو....!"

پھر وہ انتظار کرتا رہا تھا۔ صفدر کی آواز سن کر بولا۔ "میں کانٹی نینٹل میں موجود ہوں۔ لنچ کرنا چاہتے ہو تو آ جاؤ....!"

"ابھی آؤں....!"

"ریڈی میڈ میک اپ میں گائیڈ کم کیمرہ مین....!"

"او کے.... باس ابھی پہنچا....!"

سلسلہ منقطع کر کے عمران بوتھ سے باہر آگیا۔ غیر ملکیوں کی ایک بھیڑ ڈائننگ ہال سے برآمد ہو رہی تھی۔

وہ ایک کنارے ہٹ کر راستہ صاف ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔

ہال میں پہنچا تو ہیڈ ویٹر اس کے ہاتھ میں کیمرہ اور فلیش گن دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھا۔

"آپ یہاں بزنس نہیں کر سکیں گے جناب....!" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"بزنس....؟ کمال کرتے ہو میں یہاں بزنس نہیں لنچ کرنے آیا ہوں۔!"

"تشریف رکھئے جناب....!"

"ابھی مجھے اپنے ایک دوست کا انتظار ہے....!"

"بہت بہتر.... ادھر تشریف لایئے جناب....!"

اس نے ایک میز کی طرف اشارہ کیا تھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد صفدر بھی پہنچ گیا تھا۔ عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

قریب پہنچا تو سر ہلا کر بولا۔ "بہت دنوں بعد پھنسے ہو۔ آج بکرا ذبح کر دوں گا۔!"

"مگر چار آنے سیر نہ بیچئے گا۔!"

"مینو اٹھاؤ.... اور جو دل چاہے میرے لئے بھی منگوالو.... اب تو یہ دیکھنا ہے کہ پرنس داؤد واقعی شہزادہ ہے یا ابھی اس کے والدین زندہ ہیں۔!"

"وہ تو شائد اب بھی دلشاد ولا ہی میں ہے۔ میں اسکی گاڑی وہیں کھڑی دیکھتا ہوا آیا ہوں۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر نے مینو سے کچھ ڈشیں منتخب کی تھیں اور ویٹر کو بلا کر اپنا آرڈر لکھوانے لگا تھا۔

"آگئے شہزادے صاحب بھی....!" عمران آہستہ سے بولا اور صفدر کی نظر غیر ارادی طور پر صدر دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سعدیہ درانی کے ساتھ ہال میں داخل ہوا تھا اور ویٹر ایک میز کی طرف ان کی راہنمائی کی تھی۔

"میں رات سے سوچ رہا ہوں کہ میں نے اس شخص کو پہلے کہاں دیکھا ہے۔!" عمران بولا۔

"پرائز فائٹر معلوم ہوتا ہے....!"

"لگتا تو جاندار ہی ہے۔!"

"اور یہ محترمہ بھی خاصی ہیں۔!"

"لہٰذا آپ کی ڈیوٹی دلشاد ولا سے ختم....!"

"میں تو سمجھا تھا کہ اٹلی سے واپسی کے بعد ہم لوگ کچھ دنوں تک آرام کریں گے۔!"

"اٹلی ہی میں کونسے پہاڑ ڈھائے تھے آپ نے....!"

"یہ تو حقیقت ہے.... الفروزے کا مہمان بنا رہا تھا۔!"

"یاروں کا یار تھا۔ مجھے اس کے انجام پر عرصے تک افسوس رہے گا۔!"

"اب پھر اس قسم کا کوئی چکر معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی ایکس ٹو کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

"بیگم ایکس ٹو کی خوب رہی۔!" صفدر ہنس کر بولا۔ "ایکس ٹو کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔!"

"وہ صرف کام لینا جانتا ہے۔ اپنا خیال نہیں ظاہر کرتا۔!"

"خاصا محظوظ ہوا ہوگا۔!"

"شائد بیچارہ محظوظ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔!"

"سعدیہ کا ڈرائیور ہوش میں آیا کہ نہیں....!"

"ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔!"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ ایڈلاوا پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد سے آپ کسی قدر مطمئن ہوگئے ہیں۔!"

"یہ تو غلط ہے.... البتہ اندازے کی غلطی کا اعتراف کرلوں گا۔!"

"مخ.... خانم نسرین....!"

"پھر نام لیا تم نے اس کا....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"واپس.... واپس....!"

اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں لایا تھا۔ پرنس داؤد کی میز بھی اب خالی نہیں تھی۔ دونوں کھا رہے تھے۔!

"آہا....!" دفعتاً عمران چونک پڑا۔ پھر صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"خیریت جناب عالی....!"

"یاد آگیا کہ یہ شہزادے صاحب کون ہیں۔!"

"کون ہیں....!"

"ان کے والد بزرگوار کا نام شہنشاہ خان تھا۔ اس لئے یہ انگریزی میں پرنس ہوگئے ہیں۔ ویسے ان کی والدہ محترمہ بھی انگریز تھیں۔ وہ جزیرہ ان کی ملکیت ہے جسے تم جیسے کھلنڈرے لوگ لڑکیوں کا جزیرہ کہتے ہیں۔!"

"اوہ.... تو یہ کسی تخریبی اسکیم میں ملوث ہے۔!"

"خدا جانے وہ بھی ہے یا صرف عورت.... اس کی لاعلمی میں عورت کے ڈرائیور نے یہ حرکت کی ہو۔"

"تو پھر ہمیں کس پر زور دینا چاہئے۔!"

"آپ کے لئے تو عورت ہی مناسب رہے گی۔ آج کسی نہ کسی طرح اس سے مل بیٹھنے کی کوشش کرو۔!"

"دیکھوں گا....!"

دفعتاً ایک ویٹر پرنس داؤد کی میز کی طرف بڑھا تھا اور جھک کر آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا تھا۔ پرنس نے چھری اور کانٹا پلیٹ میں رکھ دیا اور اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ شائد فون کال تھی۔

"سعدیہ نے اپنی کار کی گم شدگی کی رپورٹ ضرور درج کرائی ہوگی۔!" صفدر بولا۔

"کرائی ہے۔ ڈرائیور سمیت گم شدگی کی رپورٹ۔ لیکن اب ڈرائیور تو اسے نہیں مل سکے گا۔ البتہ گاڑی شہر کے کسی نہ کسی حصے میں کھڑی مل جائے گی۔ وہ بھی ایسی حالت میں کہ اس کا ریڈیو اور ریکارڈ پلیئر نکالا جاچکا ہوگا۔!"

"اوہ....!"

"پرنس داؤد اپنی میز پر واپس آگیا تھا اور سعدیہ درانی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر انہوں نے محسوس کیا جیسے وہ دونوں کھانے میں جلدی کر رہے ہوں۔!"

"ہمیں بھی شائد جلدی ہی کرنی چاہئے۔!" صفدر بولا۔

"اگر یہ اس وقت کہیں گئے تو تمہیں ہی ان کے پیچھے جانا پڑے گا۔ مجھے ایک انتہائی اہم معاملہ دیکھنا ہے۔!"

"جیسی آپکی مرضی.... میں تو سمجھا تھا کہ شاید آپ انہی دونوں کے لئے یہاں آئے تھے۔!"

"آیا تو تھا.... لیکن اب شہزادے صاحب کو پہچان لینے کے بعد ایک آدھ اور کو بھی چیک کرنا ہے۔!"

صفدر نیپکن سے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

"اچھی بات ہے.... اب تم پھر ان دونوں کو دیکھنا.... میں تو چلا....!"

اس نے اپنا کیمرہ اور فلیش گن اٹھائے تھے اور ہال سے نکلا چلا آیا تھا۔ ایک بار پھر فون پر سائیکو مینشن سے رابطہ قائم کیا۔

"وہ بول پڑا ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اگر آپ خود اس سے باتیں کرنا چاہیں تو چلے آیئے۔!"

"میں آرہا ہوں....!" عمران نے کہا اور بوتھ سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ بڑی تیز رفتاری سے گاڑی چلاتا ہوا سائیکو مینشن تک آیا تھا۔

طبی شعبے کے ایک بستر پر لیٹا ہوا وہ سگریٹ پی رہا تھا اور اس کے چہرے سے کسی قسم کی بھی پریشانی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

عمران ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اُس نے اٹھنا چاہا تھا لیکن عمران نے کہا۔ "لیٹے رہو.... تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔!"

اس کی آواز سن کر وہ چونکا تھا.... اور پھر خوف زدہ سی آواز میں بولا تھا۔ "کیا آپ ہی تھے؟"

"ہاں میں ہی تھا....!"

"اگر مجھے معلوم ہوتا....!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔

"ہاں.... ہاں کہو ڈرو مت.... جو کچھ ہونا تھا ہوچکا....!"

"صورت سے تو آپ اتنے پھرتیلے نہیں معلوم ہوتے۔!"

"رسمی باتوں کے لئے تمہیں بہت وقت ملے گا۔ کام کی باتیں کرو۔ کیا تم اس کے مستقل ملازم ہو۔!"

"کس کے....؟"

"سعدیہ درانی کے....!"

"نہیں جناب.... وقتی طور پر مجھے اس کی ڈرائیوری سونپی گئی تھی۔!"

"تو پھر پرنس داؤد کے ملازم ہو گے۔!"

"نہیں جناب.... میں ایک جہاز راں ہوں۔ ہماری بڑی لانچ وہائیٹ ایگل گودی میں لنگر انداز ہے اور ہم جزیرہ موبار کے باشندے ہیں۔!"

"میں تمہارے مالک کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔!"

"ہم کپتان کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے۔ وہ ایک یونانی ہے۔ ہسٹر پوگاس....!"

"گودی میں کب سے لنگر انداز ہے تمہاری لانچ....!"

"پندرہ دن سے جناب....!"

"تم مجھے کہاں لے جاتے....؟"

"لانچ پر.... مجھے یہی حکم ملا تھا۔!"

"تو وہ لانچ اب بھی گودی ہی میں لنگر انداز ہے۔!"

"ہونا تو چاہئے.... لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میری واپسی نہ ہونے کی بناء پر لنگر اٹھادیا گیا ہو۔!"

"یہاں سے کہاں جاسکتی ہے۔!"

"آس پاس کے کسی بھی جزیرے میں.... دراصل بار برداری کی لانچ ہے۔ یہاں سے دوبئی تک جاتی ہے۔!"

"اور وہ بار برداری قانونی نہ ہو گی۔!"

"قانونی ہی ہوتی ہے۔ لیکن کسی قدر غیر قانونی بھی۔ غیر قانونی اس وقت ہوتی ہے جب فرنٹیئر سے مال آتا ہے۔!"

"میں سمجھ گیا۔ جب تک ہم مناسب سمجھیں گے تم یہیں آرام کرو گے۔!"

"میں نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا ہے اب مجھ پر رحم کیجئے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔!"

"ظاہر ہے کہ تم اپنے اس کام کی وجہ سے مہینوں گھر کی شکل نہ دیکھتے ہو گے۔!"

"لیکن ہر ماہ پیسے تو بھجواتا ہوں۔!"

"پتا لکھوادینا.... پیسے پہنچ جائیں گے۔!"

"جیسی آپ لوگوں کی مرضی.... اب تو حماقت ہو ہی گئی ہے۔!"

"پرنس داؤد یا سعدیہ بھی کبھی لانچ پر جاتے ہیں۔!"

"نہیں جناب.... میں نے ان دونوں کو پہلی بار دیکھا ہے۔ البتہ ایک دیسی عیسائی لڑکی قریباً دوماہ سے کپتان کی مہمان ہے۔ وہ تو مہمان ہی کہتا ہے لیکن وہ بیچاری کچھ ایسی سہمی سی رہتی ہے جیسے اُسے اپنی مرضی کے خلاف لانچ پر رہنا پڑ رہا ہو۔!"

"نام معلوم ہے....!"

"کیوں نہیں کپتان اُسے مس تموتھی کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔!"

"اوہ.... اچھا اب آرام کرو....!" عمران اٹھتا ہوا بولا تھا۔

کانٹی نینٹل سے اٹھ کر وہ دونوں اسی حلقے کے تھانے میں گئے تھے جہاں دلشاد ولا واقع تھی۔ سعدیہ کی گاڑی مل گئی تھی اور تھانے کا انچارج اس کا منتظر تھا۔ صفدر نے اپنی گاڑی تھانے سے فاصلے پر روکی تھی اور پیدل تھانے تک آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سعدیہ اپنی گاڑی میں تنہا دکھائی دی۔ پرنس شائد تھانے ہی میں رہ گیا تھا۔ صفدر نے اس وقت یہی فیصلہ کیا کہ اسے سعدیہ کا تعاقب کرنا چاہئے۔ وہ دلشاد ولا کی بجائے کہیں اور جارہی تھی۔

صفدر خاصے فاصلے سے اسکا تعاقب کر رہا تھا۔ شہر سے نکل کر وہ بندرگاہ والی سڑک پر ہولی۔

تھوڑی دیر بعد صفدر نے اُسے بیچ ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھا۔ اپنی گاڑی مغربی گوشے کی طرف لیتا چلا گیا تھا۔

اس کے بعد وہ اس کے پیچھے پیچھے ہی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا۔ وہ ایک میز کی طرف بڑھتی چلی گئی جہاں ایک غیر ملکی بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچنے پر وہ مسکراتا ہوا اٹھا تھا اور مصافحہ کرکے اسے بیٹھنے کو کہا تھا۔

صفدر نے ان کے پیچھے والی قریبی میز سنبھال لی۔

سعدیہ غیر ملکی سے فرانسیسی میں کہہ رہی تھی۔ "گاڑی تو مل گئی ہے۔ لیکن ریڈیو اور ریکارڈر پلیئر غائب ہے۔!"

"میرا آدمی بھی ابھی تک واپس نہیں آیا....!" مرد بولا۔

"کہیں اسی کی حرکت نہ ہو....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مادام.... کیا اسے اپنی زندگی عزیز نہ ہو گی۔ میرا خیال ہے کہ وہ پکڑا گیا ہے۔!"

"اگر پکڑا گیا ہے تو تم لوگوں کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔!"

"خطرات تو زندگی کے ساتھ ہیں۔!" اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

"ہو سکتا ہے تم ایسے ہی دلیر ہو.... لیکن مجھے تو اسی شہر میں رہنا ہے اور پرنس کی پوزیشن بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔!"

"پرنس بھی ہماری ہی طرح نڈر ہے۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے.... لیکن میرے لئے دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔!"

"کچھ بھی نہیں مادام.... میرے ساتھ چلو.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

"تمہارے ساتھ کہاں چلوں....!"

"لانچ پر.... تمہیں کچھ دنوں کے لئے موبار پہنچا دیں گے۔!"

"سنو.... تمہارے آدمی نے سب کچھ اگل دیا ہو گا۔!"

"اُف.... فوہ.... پھر بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا....!"

"تو پھر میری عقل پر بھروسہ کرو.... چلی چلو.... لانچ پر۔!"

"اپنا ضروری سامان تو لے آؤں۔!"

"چلو یہی سہی۔ یہ پاس رکھو.... اسے دکھا کر برتھ تھری سی پر چلی آنا۔" پھر وہ اٹھی تھی اور اس سے مصافحہ کر کے باہر چلی گئی۔ صفدر نے مزید تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا اب وہ اس تیسرے آدمی پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ گفتگو سے اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران پر حملہ کرنے والا اس کا بھیجا ہوا تھا۔ جواب تک واپس نہیں آیا اور کسی ایسی لانچ کا ذکر کر چکا تھا جو برتھ نمبر تھری سی پر

لنگر انداز ہے اور سعدیہ کو جزیرہ موبار لے جائے گی۔

ویٹر کو بلا کر اس نے کافی طلب کی تھی۔

اتنے میں غیر ملکی ویٹر کو ادائیگی کر کے اپنی کرسی سے اٹھ گیا تھا۔

"جاؤ بیٹے.... تم بھی جاؤ....!" صفدر آہستہ سے بڑبڑایا۔ "تم اپنی لانچ پر جاؤ گے جو تھری سی پر لنگر انداز ہے اور میں تمہیں بعد میں بھی تلاش کر سکوں گا۔!"

وہ بھی چلا گیا اور صفدر کافی کی چسکیاں لیتا رہا۔ ویسے وہ عمران کو صورتحال سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا۔

اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا اور فون پر کال کرنے کی اجازت لے کر عمران کے نمبر ڈائیل کئے۔ وہ گھر پر نہیں تھا۔ اس لئے سائیکو مینشن کے نمبر بھی آزمائے اور وہ وہاں مل گیا تھا۔ صفدر نے رپورٹ دی۔

"بہت اچھے....!" بالآخر عمران کی آواز آئی۔ "انعام کے مستحق ہوتے جا رہے ہو۔ اس لانچ کا نام وہائیٹ اینگل ہے اور وہ آدمی فرانسیسی نہیں یونانی ہے۔ اس کا نام پوگاس ہے اور شائد یونانی اور فرانسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں بول سکتا۔ بہر حال یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ محترمہ سعدیہ بھی فرانسیسی بول سکتی ہیں۔!"

"تلفظ درست نہیں....!"

"وہ میں ٹھیک کرا دوں گا۔ تم فکر نہ کرو اور اب واپس آجاؤ۔ بقیہ میں خود دیکھ لوں گا۔ آج کے لنچ کا بہت شکریہ....! کل میرے ساتھ بھینس کے پائے اور بکری کی اوجھڑی کھانا.... ٹاٹا....!"

***

سعدیہ درانی اپنے فلیٹ میں داخل ہوتے ہی اچھل پڑی۔ سامنے آرام کرسی پر ایک آدمی نیم دراز اسے ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"تت.... تم....!" وہ ہاتھ اٹھا کر ہکلائی۔

"ہاں مادام....! میں نے کہا کیوں نہ خود ہی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ تم کیوں خواہ مخواہ پریشان ہوتی پھرو۔!"

"یہاں سے چلے جاؤ.... ورنہ میں پولیس کو طلب کر لوں گی۔!"

"ہاں....!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "بالآخر معاملہ پولیس ہی تک پہنچے گا۔!"

"کک.... کیا مطلب....!"

"نہیں پہنچے گا تو تم بھی خانم نسرین کی طرح مار ڈالی جاؤ گی۔!"

"مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔!"

"تم نے جو بزدلی دکھائی ہے اس کی پاداش میں وہ تمہیں سمندر میں پھینک دیں گے۔ قدم رکھ کر تو دیکھو وہائٹ ایگل پر۔ وہاں کیوں کھڑی ہو ادھر آ کر بیٹھ جاؤ۔ دو دو باتیں کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔!"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھی تھی اور اسکے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"وہ لڑکی کہاں گئی....؟"

"کون لڑکی....؟"

"وہی جو دو ماہ سے غائب ہے۔ ایک سفارت خانے میں ملازم تھی۔ بغیر اطلاع غیر حاضری پر اس کی ملازمت بھی جاتی رہی۔ دو ماہ سے اس کا فلیٹ مقفل ہے۔ کرایہ چڑھ رہا ہے۔!"

"میں نہیں جانتی وہ کون ہے....!"

"تم مس تموتھی کو نہیں جانتیں۔!" عمران نے حیرت سے کہا تھا۔ پھر اگر اس نے بڑی پھرتی سے اس کی کرسی نہ الٹ دی ہوتی تو ایک بے آواز فائر نے اس کا کام ہی تمام کر دیا ہوتا۔ پستول کی نال بالکنی والی کھڑکی سے اندر داخل ہوئی تھی۔ گولی بڑے گلدان پر لگی تھی اور وہ چور چور ہو گیا تھا۔ عمران کھڑکی کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ نیچے سے کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی تھی۔ وہ کھڑکی سے بالکنی پر کود گیا۔ لمبی سی سیاہ گاڑی بہت دور جا چکی تھی۔

وہ پھر کمرے میں واپس آیا۔ سعدیہ اب بھی فرش ہی پر پڑی ہوئی تھی اور اس کی رنگت زرد ہو رہی تھی۔

نکل گیا۔ سیاہ گاڑی تھی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ شہزادے صاحب ہی رہے ہوں۔ عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے کرسی سیدھی کی تھی اور اُسے اٹھا کر بٹھا دیا تھا۔ وہ کسی سحر زدہ کے سے انداز میں بالکل گم سم تھی۔

عمران نے ٹوٹے ہوئے گلدان کی کرچیوں کے ڈھیر سے گولی ڈھونڈھ نکالی اور اُسے بڑی احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

"ایسے کھیلوں میں یہی ہوتا ہے مادام....!" وہ آہستہ سے بولا۔ "افشائے راز کے ڈر سے کچھ مہرے اپنے ہاتھوں ہی پیٹنے پڑتے ہیں۔!"

"مم.... مجھے.... بچاؤ....!" وہ ہکلائی۔

"ممکن ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن اسی صورت میں جب تم سب کچھ سچ سچ بتا دو۔!"

"بتا دوں گی.... مجھے یہاں سے کہیں اور لے چلو....!"

"یہ بھی ممکن ہے.... چلو اٹھو.... جو کچھ ساتھ لینا ہو لے لو....!"

اس نے ایک اٹیچی کیس میں جلدی جلدی کچھ چیزیں ٹھونسی تھیں اور چلنے کیلئے تیار ہو گئی تھی۔

فلیٹ کو مقفل کر کے وہ نیچے آئے تھے۔ عمران کی گاڑی موجود تھی۔ اس نے سعدیہ سے کہا۔ "تم پچھلی سیٹ پر بیٹھو.... اور اس پر نظر رکھنا کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔!"

اس نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔

گاڑی چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد سعدیہ نے کہا تھا۔ "میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو لیکن تم پر اعتماد کر لینے کو دل چاہتا ہے۔ تمہاری آنکھیں ایمان داروں کی سی ہیں۔!"

"خاموشی ہزار بلا ٹالتی ہے۔ فی الحال اس پر عمل کرو۔ کہیں چین سے بیٹھنے کے بعد ہی گفتگو ہو گی۔!"

"ابھی تک تو نہیں کہا جا سکتا کہ تعاقب کیا جا رہا ہو۔!"

"بس دھیان رکھنا....!"

"تھوڑی دیر بعد عمران کی گاڑی رانا پیلس میں داخل ہوئی تھی۔ بلیک زیرو وہاں موجود تھا۔ جوزف بھی تھا ان دنوں وہ عمران کی ہدایت کے مطابق رانا پیلس ہی میں مقیم تھا۔!"

"بہت گہرے معلوم ہوتے ہو....!" اس نے گاڑی سے اتر کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لمبا بزنس ہے ہمارا.... چرس ورس کا جھنجھٹ نہیں پالتے۔!"

"میں نہیں سمجھی....!"

"ڈسٹلری کھول رکھی ہے۔ فرانس اور اسپین کی اعلیٰ ترین شراب یہیں کشید کراتا ہوں اور غیر ملکی لیبل لگا کر اچھے داموں چلا دیتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو تمہیں شکر قند کی شراب ابھی پلوا سکتا ہوں۔!"

"شکر قند کی شراب....؟"

"اور نہیں تو کیا.... انگور ونگور کہاں سے لاؤں گا۔ شکر قند کی وھسکی کا جواب نہیں ہے۔ ریڈ وائن ٹماٹروں سے کشید کراتا ہوں۔!"

"لمبی چار سو بیس ہو رہی ہے۔!"

"چار سو بیس نہیں.... آٹھ سو چالیس کہو....!"

پھر وہ اسے ایک بے حد سجے ہوئے کمرے میں لایا تھا....!

"کیا تمہارا ہی نام عمران ہے....؟" سعدیہ نے دفعتاً پوچھا۔

"سوالات میں کروں گا.... تم نہیں....!"

"پوچھو.... کیا پوچھنا چاہتے ہو....!" وہ کرسی پر ٹکتی ہوئی بولی۔

"میں تم سے مس تموتھی کے بارے میں معلومات فراہم کرنا چاہتا تھا۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے تم پر فائر کیا تھا۔!"

ایک بار پھر سعدیہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "وہ میری دوست تھی۔ دراصل وہ میری ایک کلاس فیلو کی چھوٹی بہن ہے۔ اس لئے ہماری جان پہچان بہت پرانی تھی۔ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ میری ملاقات پرنس داؤد سے ہوئی اور ہم دوست بن گئے۔ پھر وہ تموتھی میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ ایک دن اچانک اس نے مجھ سے کہا کہ تموتھی کے اغواء میں اس کی مدد کروں۔ میں اس پر تیار نہیں ہوئی تھی۔ تب مجھے اس نے ایک بہت بڑی دھمکی دی اور میں نے محسوس کیا کہ میں بلیک میل کی جا رہی ہوں۔!"

"وہ کس طرح....؟" عمران نے سوال کیا۔

"اب تو سب کچھ صاف بتانا پڑے گا....!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "میں نے ابھی تک کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔ بہر حال پرنس نے مجھے غیر قانونی منشیات کی نقل و حرکت میں ملوث کر دیا۔ معقول معاوضہ ملتا تھا اور خطرہ بھی کوئی نہیں تھا مجھ پر شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ میں منشیات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہوں۔ لیکن ایک بار ایک جگہ چھاپہ پڑا۔ میں تو صاف نکل گئی تھی۔ مگر پولیس نے وہاں سے انگلیوں کے کچھ نشانات حاصل کر لئے تھے۔ جن میں میری انگلیوں کے بھی نشانات تھے۔ بہر حال پرنس نے انہیں نشانات کے حوالے سے مجھے بلیک میل کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں چاہتی بھی تو اب ان لوگوں کا

ساتھ نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ بار بار مجھے یہی دھمکی ملتی کہ اگر میری نشاندہی کر دی گئی تو میں اپنی انگلیوں کے نشانات کی وجہ سے جیل میں ہوں گی۔!"

"ہوں.... اچھا....!"

"اب اگر تم ہی عمران ہو تو.... وہ لوگ تمہارے خون کے پیاسے ہیں صرف تمہارے ہی نہیں بلکہ اس کے بھی جس نے تمہیں ان کا کاروبار تہس نہس کرنے کے لئے اٹلی بھیجا تھا۔!"

"آہا.... واہ.... کیا بات ہوئی ہے۔ لیکن میں نے تم سے تموتھی کے بارے میں پوچھا تھا۔!"

"وہ ایک لانچ میں قید ہے۔ اصل میں یہ لانچ وہائٹ ایگل برتھ نمبر تھری سی پر لنگر انداز ہے۔ تموتھی ہی نے تمہارے متعلق انہیں معلومات بہم پہنچائی ہیں۔!"

"اپنی خوشی سے تو نہ بتائی ہوں گی۔!"

"میں کہہ چکی ہوں کہ وہ قیدی ہے۔ اس پر تشدد کیا جاتا ہے۔ بیچاری کی اچھی خاصی ملازمت بھی گئی۔!"

"اور اب تم بھی اسی لانچ پر جانے والی تھیں۔!" عمران نے کہا۔

سعدیہ کچھ نہ بولی۔

☸

لانچ نے برتھ چھوڑ دی تھی اور شمال مغرب کی طرف چل نکلی تھی۔ اس کے آس پاس ماہی گیری کی کئی کشتیاں بھی حرکت کر رہی تھیں۔ انہی میں سے ایک کشتی کا تعلق سائیکو مینشن سے بھی تھا۔ اس میں جوزف، صفدر، خاور اور صدیقی تھے۔!

بظاہر وہ ایک ماہی گیری کی کشتی تھی لیکن وقت آنے پر جنگی کشتی میں بھی تبدیل ہو سکتی تھی۔ صفدر دوربین سے مغربی افق کا جائزہ لے رہا تھا۔

جوزف انہیں اٹلی کے معرکے سنا رہا تھا۔ لیکن اُن میں سے کوئی بھی کچھ نہیں سن رہا تھا۔ ان کی آنکھیں وہائٹ ایگل کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

ایکس ٹو کا حکم تھا کہ اُسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔

تھوڑی دیر بعد صفدر عرشے سے ہٹ کر ان لوگوں کے پاس آ گیا۔ اب جوزف نے افریقہ کے وحشت ناک جنگلوں کی کہانی چھیڑ رکھی تھی۔

"تو کیا ہمیں صرف تعاقب ہی کرنا ہے....؟" خاور نے پوچھا۔

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے....!"

"انجن روم میں جو شخص موجود ہے اس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو....؟"

"میں نے پہلے کبھی اسے نہیں دیکھا....!" صفدر نے جواب دیا۔

"دیکھا تو میں نے بھی نہیں ہے لیکن جس رفتار سے وہ چیونگم صرف کر رہا ہے اس سے مجھے شبہ ہے۔!"

"چیونگم....!" صفدر چونک پڑا۔

"ہاں.... آں....!" خاور مسکرایا۔

صفدر نے جوزف کی طرف دیکھا تھا۔ جو حیرت سے منہ پھاڑے خاور کی طرف دیکھے جارہا تھا۔ دفعتاً انجن روم کی کھڑکی سے اسٹرو کرنے سر نکال کر کہا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔!"

"ارے تو اس رازداری کی کیا ضرورت تھی۔!" صفدر چہک کر بولا۔

"کوئی نہ کوئی میرا تعاقب کرتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کی دانست میں اس وقت بھی اپنے فلیٹ ہی میں موجود ہوں گا۔!"

"آخر چکر کیا ہے....؟" خاور نے پوچھا۔

"گانجہ دیش کا ایک بڑا اسمگلر مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ میں نے اٹلی میں اس کا بزنس تباہ کردیا تھا۔!"

"تو ایکس ٹو کہاں سے آکودا....!"

"اسے کسی طرح علم ہوگیا ہے کہ میں کسی ایکس ٹو کے لئے کام کرتا ہوں۔!"

"اور یہ بیگم ایکس ٹو....!"

"بیگم ایکس ٹو ہی کے توسط اُسے اس کا علم ہوا ہے کہ میں ایکس ٹو کے لئے کام کرتا ہوں۔!"

"تو کیا ایسی کسی بیگم کا وجود حقیقی ہے۔!"

"فی الحال یہی سمجھو....!"

"اس لانچ پر کون ہے....؟"

"شائد بیگم ایکس ٹو....!"

"آپ اصل معاملے کی ہوا نہیں لگنے دیتے....!"

"ابھی تک جو کچھ بھی کہا ہے وہ محض قیاس ہے۔ ہو سکتا ہے حقیقت کچھ اور ہو۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ مجھے بھی اصل معاملے کی ہوا لگ ہی گئی ہو۔!"

"اوہ.... وہ لانچ پلٹ رہی ہے۔!" اچانک جوزف غرایا۔

"ارے.... کیا ٹکرانے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ لوگ....!" صفدر اچھل پڑا۔

عمران نے دوڑ کر وہیل سنبھالا تھا اگر وہ پھرتی کا مظاہرہ نہ کرتا تو لازمی طور پر وہ لانچ ان کی لانچ سے آ ٹکرائی ہوتی۔

وہ ایسی جگہ تھے جہاں دور دور تک ان دونوں لانچوں کے علاوہ کسی تیسری کا وجود نہیں تھا۔

کچھ دور جا کر اس لانچ نے ایک لمبا چکر کاٹا اور پھر چڑھ دوڑی۔

صفدر مائیکروفون سنبھالے عرشے پر کھڑا چیخ رہا تھا۔ "یہ کیا حرکت ہو رہی ہے۔ کیا تم ہماری لانچ کو ڈبونا چاہتے ہو۔!"

اس بار عمران نے پھر جھکائی دی اور لانچ کو بائیں جانب لیتا چلا گیا ساتھ ہی اس نے چیخ کر کہا تھا۔ "فائر مت کرنا۔ بیگم ایکس ٹو ضائع ہو جائے گی۔!"

دوسری لانچ آگے جا کر پھر پلٹی تھی۔

جوزف آپے سے باہر ہو رہا تھا اس کا بس چلتا تو اس لانچ پر چھلانگ لگا دیتا۔ صفدر مائیک سے برابر چیخے جا رہا تھا۔ دفعتاً دوسری لانچ سے بھی آواز آئی۔

"تم کون ہو.... ہمارا پیچھا کیوں کر رہے ہو....!"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ ہم کسی کا بھی پیچھا نہیں کر رہے۔ موبار جا رہے ہیں۔!" صفدر چیخا۔

"ہم تمہاری لانچ کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔!" دوسری لانچ سے آواز آئی۔

"تم کون ہوتے ہو تلاشی لینے والے....!"

"بس ہمیں شبہ ہے کہ تم لوگ ہمارے پیچھے ہو....!"

"اچھی بات ہے....!" عمران نے صفدر کو مخاطب کر کے کہا۔ "اب انہیں وارننگ دے دو کہ اگر قاعدے سے نہ رہے تو ان کی لانچ الٹ دی جائے گی۔

اس بار عمران نے اپنی لانچ کو تو اس کی ٹکر سے بچا لیا تھا وہ پھر پلٹی ہی تھی کہ اس بار پانی کی سطح سے کئی گز اونچی اچھل کر دور جا گری۔ لیکن الٹی نہیں تھی۔

"وارننگ....!" صفدر مائیکروفون میں چیخا۔ "یہ پہلی وارننگ تھی۔ اگر اب بھی سیدھی طرح اپنی راہ نہ لی تو تہہ نشین کر دیئے جاؤ گے۔!"

کوئی جواب نہیں ملا تھا اور پھر وہ لانچ مخالف سمت میں بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔

"ارے یہ تو پھر بندرگاہ کی طرف جا رہی ہے۔" خاور بولا۔

انجن روم سے عمران کی آواز آئی۔ "اب ہم موبار ہی کی طرف جائیں گے اسے جانے دو جدھر جا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے قول کی صداقت آزمانا چاہتے ہوں وہ لوگ....!"

کوئی کچھ نہ بولا اور لانچ موبار کی طرف بڑھتی رہی۔

وہ سب بھی انجن روم میں پہنچ گئے۔

"بڑے دیدہ دلیر لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!" صفدر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ پرنس داؤد یہاں ان لوگوں کا ایجنٹ ہے۔!"

بڑے بالوں والا لحیم شحیم آدمی شاہد کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چار میں داخل ہوا پہلے اس نے دستک دی تھی اور پرنس کی اجازت ملنے پر ہینڈل گھما کر کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ پرنس داؤد سامنے کرسی پر نیم دراز نظر آیا۔

"میرے آداب قبول فرمائیے پرنس....!"

"آداب....!" پرنس نے خشک لہجے میں کہا۔ "بیٹھو....!"

وہ شکریہ ادا کر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا!

"ایک لانچ نے ہماری لانچ کا تعاقب کیا تھا۔ اس لئے وہ پھر گودی کی طرف پلٹ آئی ہے۔ باس کا خیال ہے کہ آپ نے جلد بازی سے کام لیا۔!"

"کبھی کبھی اندازے کی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن اب میں اس احمق کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

"لیکن باس کا خیال ہے کہ وہ حلوہ نہیں ہے۔ اگر اس پر ہاتھ ڈالنا آسان ہوتا تو اتنا کھڑاگ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔!"

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے باس سے متفق ہوں۔!"

"باس دانش مند ہے پرنس....!"

"پرنس داؤد کچھ نہ بولا۔ وہ سگریٹ سلگا رہا تھا۔ ویسے اس کے چہرے پر ایسا ہی تاثر تھا جیسے شاہد کو احمق سمجھتا ہو۔

"تعاقب کرنے والی لانچ نے ہماری لانچ پر کوئی نامعلوم حربہ بھی آزمایا تھا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"وہ کئی گز اونچی اچھل کر دور جا پڑی تھی اور لانچ پر سے کہا گیا تھا کہ اس بار ڈبو ہی دی جائے گی۔!"

"کیا بک رہے ہو....اس کی نوبت کیسے آئی تھی....!"

"تعاقب کئے جانے کے شبہے کی بناء پر ہماری لانچ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔!"

"کیا بوگاس کا دماغ چل گیا ہے۔!" پرنس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میری دانست میں بھی یہ احمقانہ فعل تھا....!"

"پھر دوسری احمقانہ حرکت یہ کہ دوبارہ گودی کی طرف لوٹ آیا ہے۔!"

"میں آپ سے متفق ہوں پرنس....!"

"اس سے کہو کہ لانچ کو موبار کی بجائے میرے جزیرے کی طرف لے جائے۔!"

"ویسے ہم سبھی حماقت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ڈرائیور اور گاڑی کے غائب ہو جانے کے بعد آپ کو سعدیہ سے دور ہی رہنا چاہئے تھا۔ لیکن آپ صبح اٹھ کر دلشاد ولا تشریف لے گئے تھے۔!"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ عمران تو مجھے اس کے ساتھ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔"

"لیکن شائد اسے علم نہ رہا ہو کہ وہ دلشاد ولا میں رہتی ہے۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو....!"

"ہم سب حماقتوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ باس کو یہ پسند نہیں....!"

"تمہارے باس ہی کے مشورے پر میں نے سعدیہ کو ختم کر دینا چاہا تھا۔!"

"اور آپ اس میں ناکام رہے تھے۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"اور آپ بھی عمران کی نظروں میں آچکے ہیں۔!" شاہد نے خشک لہجے میں کہا۔

پرنس کا ہاتھ میز کی دراز کی طرف بڑھا ہی تھا کہ شاہد کی جیب سے سائیلنسر لگا ہوا پستول نکل آیا اور اس نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں دوست اپنے ہاتھ زانوؤں ہی پر رہنے دو۔!"

"کک....کیا مطلب....!" پرنس سیدھا بیٹھتا ہوا ہکلایا۔

"سعدیہ کو اسی لئے مار ڈالنے کا مشورہ دیا تھا کہ وہ خائف تھی۔ اب وہ عمران کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں اس کو سب کچھ بتا دیا ہوگا۔ اس لئے باس کے خیال کے مطابق اب تمہارا زندہ رہنا بھی مناسب نہیں۔!"

"نن نہیں....!" وہ چیخ پڑا۔

"پھر دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے۔!"

"میں ایک معزز آدمی ہوں مجھ پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔!"

"عمران کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ وہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔!"

"پھر بھی میرے بغیر تمہارا باس یہاں نہیں جم سکے گا۔!"

"وہم ہے تمہارا....!" کہتے ہوئے شاہد نے ٹریگر پر دباؤ ڈال دیا تھا۔ گولی ٹھیک پیشانی کے وسط میں بیٹھی تھی۔

پرنس ہلکی سی بھی آواز نکالے بغیر فرش پر لڑھک آیا اور اس کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ شاہد نے پستول پھر جیب میں ڈال لیا اور رومال نکال کر کرسی کے ہتھے صاف کرنے لگا۔ پھر باہر نکل کر دروازے کا ہینڈل بھی صاف کیا تھا۔ بڑے اطمینان سے نچلی منزل پر آیا تھا اور باہر کے کاؤنٹر پر پہنچ کر وہسکی کا ڈبل پیگ طلب کیا تھا۔ کاؤنٹر کے سامنے پڑے ہوئے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ بارٹنڈر نے گلاس اس کی طرف بڑھا دیا تھا اور وہ ہلکی ہلکی چسکیاں لیتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ تفریحاً یہاں آکر شغل کرنے لگا ہو۔

تھوڑی دیر بعد اس نے بارٹنڈر سے کہا تھا کہ فون پر ایک کال کرنا چاہتا ہے اور بارٹنڈر نے فون اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

اس نے کسی کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور ماؤتھ پیس میں بولا تھا۔ "اس سے کہو کہ لانچ

پرنس کے جزیرے کی طرف لے جائے اور تاحکم ثانی وہیں لنگر انداز رکھے۔!"

ریسیور رکھ کر گلاس میں بچی کھچی شراب حلق میں انڈیل لی تھی اور قیمت ادا کرنے کے بعد اٹھ گیا تھا۔!

باہر اس کی گاڑی پارک تھی۔ گاڑی میں بیٹھ کر اُس نے فوراً ہی انجن اسٹارٹ نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔

عمران کی لانچ موبار کے ساحل پر لنگر انداز تھی اور وہائٹ ایگل کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ قریباً نو بجے شب کو ٹرانس میٹر پر عمران کی کال ہوئی تھی۔ بلیک زیرو نے اسے اطلاع دی تھی کہ وہائٹ ایگل پھر گودی میں واپس آئی تھی اور تھوڑی دیر بعد دوبارہ روانہ ہو گئی تھی اور اب اس وقت پرنس داؤد کے جزیرے کے مشرقی ساحل پر لنگر انداز ہے۔

"اب کیا خیال ہے....؟" صفدر نے عمران سے سوال کیا۔

"تھوڑی دیر بعد ہم بھی اُدھر ہی روانہ ہو جائیں گے۔!" عمران بولا۔ "ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ لانچ کا حلیہ بدلنے کے لئے اُسے وہاں لے گئے ہیں۔ رنگ و روغن اور نام سبھی کچھ بدل کر رکھ دیا جائے گا۔!"

"پھر اس صورت میں آپ کیا کر سکیں گے۔!"

"وہائٹ ایگل کے خلاف بھی فی الحال کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔ وہ عورت سعدیہ اپنا بیان تبدیل بھی کر سکتی ہے۔ جو عورت اس پر قید ہے اگر وہ ہاتھ آجائے تو کام چلے۔ وہ بھی اسی صورت میں کہ وہائٹ ایگل کے عملے کا کوئی آدمی اصل مجرم کی نشاندہی کر دے۔!"

"تو پھر اب کس بات کا انتظار ہے۔!"

"ذرا ٹھہرو....رات کچھ اور بھیگنے دو۔ داؤد کا جزیرہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔!"

"مجھے تو پرنس داؤد ہی اس سازش کا سرغنہ لگتا ہے۔!"

"بعید از امکان نہیں....!"

رات کے کھانے کے بعد اس نے پھر بلیک زیرو کی کال ریسیو کی تھی اور انہیں بتایا تھا کہ کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چار سے پرنس داؤد کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ کسی نے پیشانی پر

گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا ہے۔ آس پاس کے کمروں میں فائر کی آواز نہیں سنی گئی تھی۔!"

"چلئے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ اس سلسلے کی آخری کڑی نہیں تھا۔!"

"میرا تو پہلے ہی سے یہی خیال تھا کہ وہ محض آلہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔!" تھوڑی دیر تک خاموشی رہی تھی پھر عمران بولا۔ "اب ہمیں یہاں سے لنگر اٹھا دینا چاہئے۔!"

"آہستہ آہستہ لانچ نے ساحل چھوڑ دیا تھا اور اب اس کا رخ اسی جزیرے کی طرف تھا جہاں وہائٹ ایگل کے لنگر انداز ہونے کی اطلاع ملی تھی۔

اسی دوران میں عمران نے ٹرانس میٹر پر دوبارہ بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا اور اسکی طرف سے جواب ملنے پر بولا تھا۔ "تمہیں یاد ہو گا کہ ایک لاش چیتھم روڈ والی عمارت میں ملی تھی اور عمارت کے مالک نے اس سے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ عمارت تو عرصے سے خالی پڑی ہے۔!"

"مجھے یاد ہے....!"

"اس شخص سے متعلق پوری معلومات فراہم کرو۔ نادر چنڈولا نام ہے۔! کھالوں کا ایکسپورٹر ہے....!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اوور اینڈ آل....!"

لانچ سمندر کا تاریک سینہ چیرتی ہوئی مشرق کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ اس وقت تموج نہیں تھا۔ اس لئے اس سفر میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔

صفدر، جوزف اور خاور رمی کھیل رہے تھے اور صدیقی اونگھ رہا تھا۔ عمران انجن روم میں تھا۔

لانچ تیز رفتاری سے آگے بڑھتی رہی۔ ایک گھنٹے بعد وہ منزل مقصود پر جا پہنچے تھے اور جہاں وہائٹ ایگل کے لنگر انداز ہونے کا امکان تھا اس پوائنٹ سے قریباً دو فرلانگ ادھر ہی عمران نے اپنی لانچ ساحل سے لگائی تھی پھر وہ چاروں خشکی پر اتر گئے تھے اور جورف کو لانچ کی نگرانی کے لئے وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ دو فرلانگ کی مسافت انہوں نے پیدل ہی طے کی تھی۔

عمران کا یہ اندازہ بھی درست ہی نکلا تھا کہ وہائٹ ایگل کا حلیہ تبدیل کیا جا رہا ہو گا۔ وہ لوگ پیٹرومیکس کی روشنی میں بڑی تیزی سے اس پر دوسرا رنگ کر رہے تھے۔ ساحل پر تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

"میں پانی میں اتر کر لانچ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔!" عمران نے ان سے کہا۔ "تم تینوں ہوشیار رہنا بس اب اپنے نقاب نکالو.... میں نہیں چاہتا کہ اس ہنگامے کے بعد پہچانے جا سکو۔!"

عمران وہ تھیلا ساتھ لایا تھا۔ جس میں فراگ مین سوٹ رکھا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وہ سوٹ پہنا تھا اور پانی میں اتر گیا تھا۔ پھر غوطہ لگا کر لانچ کے اس حصے کی طرف جا پہنچا جو بالکل تاریک تھا۔

تین آدمی بائیں جانب والی سطح پر رنگ کر رہے تھے۔ عمران بہ آسانی تاریک پہلو والے سرے پر پہنچ گیا۔ رہائشی کیبن کے اندر روشنی نظر آ رہی تھی۔ اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اسٹول پر ایک جوان العمر عورت اس حال میں بیٹھی نظر آئی کہ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور یونانی کپتان پوگاس تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جب بھی عورت کی طرف دیکھتا اس کے ہونٹوں پر شیطانی سی مسکراہٹ ہوتی۔ عمران نے سیاہ سرپوش کا نچلا حصہ گردن تک کھینچ لیا تھا اور اب آنکھوں کے علاوہ اس کا پورا چہرہ چھپ گیا تھا۔ دوسرے پہلو کی روشنی سے بچتا ہوا وہ کیبن میں داخل ہوا۔ لمبے پھل والی دو دھاری چھری اس کے ہاتھ میں تھی۔ کیبن میں پہنچ کر وہ ایک دم سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ پوگاس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ پڑا۔

"آواز نہ نکلے....!" عمران نے آہستہ سے فرانسیسی میں کہا۔ "ورنہ یہ چھری تمہارے دل میں پیوست ہو جائے گی۔ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔!"

پوگاس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے تعمیل کی تھی۔

"اور تم اٹھ کر میرے قریب آؤ....!" عمران نے عورت سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت کوئی کیبن میں داخل ہوا تھا۔ عمران بڑی پھرتی سے گھوما اور چھری کی نوک اس کے داہنے پہلو پر رکھ دی۔ "آواز نہ نکلے" وہ بولا۔

آنے والا بھی ہکا بکا رہ گیا تھا۔ اس نے پوگاس کیطرف دیکھا اور خود بھی دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

عورت کو قریب بلا کر عمران نے اس کے ہاتھ کھولے تھے۔ پھر پوگاس کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "اس لانچ کا مالک کون ہے۔!"

"میں ہی ہوں....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اس عورت کو اسکی مرضی کے خلاف روکے رکھنے کے سلسلے میں تم جہنم رسید بھی ہو سکتے ہو۔!"

"یہ چور ہے۔!اس نے میرے دس ہزار ڈالر چرا لئے ہیں۔!"

"تم قانون کو ہاتھ میں لینے والے کون ہوتے ہو۔!"

"پوگاس کچھ نہ بولا۔ عمران نے دوسرے آدمی سے کہا تھا کہ وہ بھی پوگاس کے قریب ہی کھڑا ہو جائے۔ اس نے بے چون وچرا تعمیل کی تھی۔

اب سوال یہ تھا کہ وہ عورت کو نکال لے جانے کیلئے کونسا راستہ اختیار کرے۔ اس سمیت پانی میں اترنا ناممکن تھا۔ خشکی پر اترنے کیلئے پیٹرومیکس کی روشنی میں آنا لازمی تھا۔ بس ایک ہی صورت تھی کہ وہ پستول نکالتا اور کھڑکی کی طرف ہاتھ بڑھا کر پیٹرومیکس پر فائر کر دیتا۔ سائیلنسر لگا ہوا پستول ہولسٹر میں موجود تھا۔ بس پھر یہی ہوا۔ اندھیرا ہوتے ہی کوئی چیخا تھا۔ "یہ کیا ہوا....؟"

اتنے میں عمران پستول کا رخ ان دونوں کی طرف کئے ہوئے کیبن سے نکل چکا تھا۔ چھری پیٹی سے لٹکی ہوئی نیام میں رکھ دی تھی اور بائیں ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

دونوں دم بخود کھڑے رہے اور عمران نکلا چلا گیا۔ عرشے پر پہنچ کر اس نے عورت کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا تھا اور ساحل پر اتر جانے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ ایک آدمی آ ٹکرایا۔ دوسرے ہی لمحے میں پستول کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پر پڑا تھا۔ وہ چکرا کر گرا اور عمران نے خشکی پر چھلانگ لگا دی تھی۔ پھر تو لانچ پر سبھی چیخنے لگے تھے۔

"دیکھو بچ کر نہ جانے پائے۔!" کوئی زور سے چیخا تھا۔ عمران نے مڑ کر آواز کی سمت فائر کیا۔ ایک چیخ سناٹے میں دور تک لہراتی چلی گئی عورت اب بھی اس کے کاندھے پر تھی اور وہ اس سمت دوڑ رہا تھا۔ جدھر اس کے ساتھی اس کے منتظر تھے۔

شائد بے آواز فائر نے انہیں اس حد تک خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ تعاقب کرنیکی جرأت نہ کر سکے۔

کچھ دیر بعد وہ چاروں اپنی لانچ پر نظر آئے تھے اور عمران نے وہاں سے بھی لنگر اٹھا دیا تھا لیکن انہوں نے ابھی تک اپنے نقاب نہیں اتارے تھے۔

عورت خوف زدہ نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔

"اسے انجن روم میں لاؤ....!" دفعتاً انہوں نے عمران کی آواز سنی۔

صدیقی اسے انجن روم میں لے گیا تھا۔ عمران نے نقاب اتار دیا تھا۔ لیکن پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ اب بھی میک اپ میں تھا۔

وہ اسے انجن روم میں چھوڑ کر واپس گیا تھا۔ عورت عمران کو خوف زدہ نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ مس تموتھی....!" عمران نے اسٹول کی طرف اشارہ کر کے نرم لہجے میں کہا۔

وہ چپ چاپ بیٹھ گئی لیکن سوالیہ نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔

"دو سال پہلے تم محکمۂ خارجہ کے ٹی۔ ایس۔ ایس کی اسسٹنٹ ریکارڈ کیپر تھیں۔!"

"جج.... جی ہاں....!"

"اب کسی سفارت خانے سے متعلق ہو....!"

"دو ماہ پہلے کی بات ہے جناب۔ اب تو مجھے علم بھی نہیں کہ ملازمت اب تک برقرار ہے یا ختم ہو گئی ہے۔!"

"وضاحت کرو....!"

"میں دو ماہ سے اس لانچ پر قید تھی۔!"

"کیوں....؟"

"وہ مجھ سے ٹی۔ ایس۔ ایس کی بعض فائلوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن آپ.... آپ کون ہیں۔!"

"صرف سوالات کے جوابات چاہتا ہوں۔!" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اگر وہ صرف میری ذات تک محدود ہوئے تو ضرور جواب دوں گی۔!"

"ٹی۔ ایس۔ ایس سے متعلق....!"

"تو اب کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا ہے تم لوگوں نے.... تاکہ میں تم پر اعتماد کر سکوں۔!"

"اس کی بھی وضاحت چاہوں گا مس تموتھی۔!"

"میں اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ قانون کے محافظ نقاب پوش نہیں ہو سکتے۔!"

"لیکن وہ نقاب پوش بھی ہے اور قانون کا محافظ بھی جس کی بیگم کا رول تم ادا کرتی رہی ہو۔!"

وہ بوکھلا کر اسٹول سے اٹھ گئی۔

"بیٹھو.... بیٹھو.... وہ ایسا ہی کمزور ہوتا تو کبھی کا بے نقاب کر کے مار دیا گیا ہوتا۔!"

عورت بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔

"بیٹھ جاؤ....!"

عورت بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "جب تک میری قوت ارادی نے ساتھ دیا تھا وہ مجھ سے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکے تھے۔!"

"کیا خیال ہے۔ کہیں وہ تمہارے سفارت خانے ہی سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔!"

"ہو سکتا ہے۔ وہ بہر حال ایک غیر ملکی سفارت خانہ ہے۔!"

"تم نے محکمہ خارجہ کی ملازمت کیوں ترک کی تھی۔!"

"میری صحت بہت خراب ہوگئی تھی اور پھر مجھے اپنے ایک لاولد اور بیمار چچا کی بھی دیکھ بھال کرنی تھی۔ ان کے پاس اتنا اثاثہ تھا کہ ہم دونوں بہ آسانی زندگی بسر کر سکتے۔ پھر اچانک ان کا انتقال ہوگیا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ بہت زیادہ مقروض تھے۔ قرض کی ادائیگی میں سب کچھ ہاتھ سے نکل گیا۔ حتیٰ کہ رہائشی مکان بھی فروخت کر دینا پڑا۔ بہر حال پھر بسر اوقات کے لئے ملازمت تو کرنی ہی پڑی تھی۔ لیکن میں مر جانا گوارہ تو کر سکتی تھی لیکن ہوش و حواس میں مجھ سے نمک حرامی سرزد نہیں ہو سکتی۔ میں نے اس ملک کا نمک کھایا ہے یہیں کی مٹی سے اٹھی ہوں اول تو جانتی ہی کیا تھی کہ وہ مجھ سے کچھ معلوم کر سکتے۔ ایکس ٹو ایک فرضی نام ہے جس سے محکمہ خارجہ کے کئی افراد واقف ہیں اور فائل میں اس حد تک معلوم ہو سکا تھا کہ عمران ایکس ٹو کے لئے کام کرتا ہے اور سر سلطان کے علاوہ ایک عورت بھی ایکس ٹو کی اصلیت سے واقف ہے اور یہ بھی وہ لوگ میری قوت ارادی برقرار رہنے کی حد تک نہیں معلوم کر سکے تھے پھر انہوں نے ایک دن میرے بازو میں کوئی چیز انجکٹ کر دی اور میرا ذہن میری گرفت سے باہر گیا۔ انہوں نے وہ سب کچھ اگلوا لیا جو مجھے معلوم تھا۔ پھر انجکشن ہی دے کر وہ مجھ سے فون پر عمران کو کال کراتے رہے ہیں۔ میں انہی کے کہے ہوئے جملے دہراتی رہتی ہوں۔ جب تک انجکشن کا اثر مجھ پر رہتا ہے میں خود پر کنٹرول نہیں کر سکتی۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہیں۔!"

"کم از کم میں عمران جیسے پیارے آدمی کو کسی دشواری میں نہیں ڈال سکتی۔!"

"کیا تم اس سے ذاتی طور پر واقف ہو....؟"

"بس دور سے دیکھتی رہی ہوں۔!"

پھر اس نے عمران کے استفسار پر اپنی کہانی من و عن انہی الفاظ میں دہرائی تھی جن میں وہ سعدیہ کی زبانی سن چکا تھا۔

"اب خدا کے لئے بتا دیجئے کہ آپ کون ہیں۔!" وہ گڑگڑائی۔

"اب تم ایکس ٹو کی حفاظت میں ہو۔!"

"خدا کا لاکھ شکر ہے۔ ورنہ اس کی نوبت بھی آسکتی تھی کہ وہ ٹی۔ ایس۔ ایس کے دوسرے ریکارڈوں کے بارے میں بھی مجھے پریشان کرتے۔!"

"پرنس داؤد کے بارے میں تم کیا جانتی ہو۔!"

"بس یہی کہ وہ ایک جزیرے کا مالک ہے۔ سعدیہ ہی نے اس سے بھی ملایا تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ کس قسم کی عورت ہے۔!"

"کیا سفارت خانہ والوں سے بھی اس کا میل جول تھا۔!"

"نہیں....! میں نے تو کسی کے ساتھ بھی نہیں دیکھا۔!"

"کشتی پر کل کتنے آدمی تھے۔!"

"کیپٹن سمیت سات آدمی....!"

"اُن ساتوں کے علاوہ بھی کسی اور کو دیکھا تھا۔!"

"نہیں....! کبھی کبھی سعدیہ کی آواز برابر والے کیبن سے سنائی دیتی تھی لیکن اُس نے کبھی میرا سامنا نہیں کیا۔!"

"پرنس داؤد....؟"

"نہیں وہ کبھی نہیں دکھائی دیا۔ پوگاس بظاہر یونانی اور فرانسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں بول سکتا۔ لیکن درحقیقت وہ اردو بھی اہل زبان ہی کی طرح بول سکتا ہے۔!"

"تم سے اردو میں گفتگو کرتا تھا۔!"

"جی ہاں! ساری پوچھ گچھ اسی نے کی تھی۔!"

"اچھا تم خود کو قطعی محفوظ تصور کرو۔ لیکن ابھی یہ مناسب نہ ہوگا کہ اپنے فلیٹ میں جاؤ۔ اس کا کرایہ ادا کر دیا جائے گا اور مجرموں کے پکڑے جانے کے بعد کوشش کی جائے گی کہ تمہاری سفارت خانے والی ملازمت بحال ہو جائے۔!"

"بہت بہت شکریہ جناب.... آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔ کوئی دوسرا اتنی جلدی میری باتوں پر اعتبار نہ کر لیتا۔!"

"ایکس ٹو باخبر آدمی ہے۔!"

بڑے بالوں والے لحیم شحیم آدمی کی لانچ موبار کے ساحل سے لگ چکی تھی لیکن وہ خشکی پر نہیں اُترا تھا۔ کیبن ہی میں بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔

لانچ پر اس کے اور اسٹروکر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے اسٹروکر کو آواز دی تھی۔

"سو مت جانا.... میں دو تین گھنٹے بعد واپس آؤں گا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

لانچ مغربی ساحل پر لنگر انداز تھی۔ یہاں اور بھی کئی لانچیں اور ماہی گیری کی کشتیاں موجود تھیں۔

وہ اپنی لانچ سے اُتر کر ایک تاریک راستے پر چل پڑا۔ رات کے دو بجے تھے اور اس کے وزنی جوتوں کی آواز دور دور تک سناٹے میں گونج رہی تھی۔ قریباً نصف میل پیدل چلنے کے بعد وہ ایک عمارت کے سامنے رکا تھا۔ جس کی ایک ہی کھڑکی میں دھندلی سی روشنی نظر آرہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا تھا۔ جیب سے کنجی نکال کر ایک دروازے کا قفل کھولا تھا اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کرتے ہوئے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی تھی۔

روشنی کی پتلی سی لکیر کے سہارے وہ اندھیرے میں آگے بڑھتا رہا۔ کئی دروازوں سے گذرنے کے بعد وہ زینوں کے قریب پہنچا تھا۔ اٹھارہ زینے اُسے اوپری منزل پر لے گئے تھے اور پھر ایک بند دروازے پر اس نے زور سے دستک دی تھی۔

"کون ہے....؟" اندر سے گونجیلی آواز آئی۔

"شاہد....!"

"دروازہ کھلا تھا اور وہ اندر داخل ہو گیا تھا۔ سامنے گول میز کے گرد چار آدمی بیٹھے تاش کھیل رہے تھے اور پانچویں نے دروازہ کھولا تھا۔

"باس کے لئے بُری خبر ہے مسٹر شاہد....!" پانچویں نے کہا۔

"باس کے لئے کبھی کوئی خبر بُری نہیں ہوتی۔!"

"بہر حال پوگاس کی لانچ کی قیدی عورت کو کوئی اٹھا لے گیا۔ بے آواز فائر کر کے اس نے ایک آدمی کو زخمی بھی کیا ہے۔!"

پھر اس نے پوری کہانی دہرائی تھی۔ شاہد کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "لانچ کو ڈبو دیا جائے اور اس کے عملے کو پوگاس سمیت یہاں رکھا جائے اور تا حکم ثانی انہیں یہاں سے ایک منٹ کے لئے بھی باہر نہ جانے دیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ کسی ایسی جگہ بھی نہ کھڑے ہوں جہاں سے ان کے دیکھ لئے جانے کا امکان ہو۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اور ایک ہفتے تک کوئی لانچ ساحل نہیں چھوڑے گی۔!"

"یہ کیسے ممکن ہے مسٹر شاہد۔ وہ لوگ بہت بے چین ہیں....!"

"ان سے کہہ دو کہ کوسٹ گارڈز چوکنے ہو گئے ہیں۔ ساحل چھوڑنا خطرناک ہو گا۔!"

"ان میں بہتیرے ایسے ہیں جن کے پاس کھانے کے پیسے بھی نہیں ہیں۔!"

"ان کے اخراجات اپنے ذمہ لو۔ باس یہی چاہتا ہے۔!"

"ہم دشواری میں پڑ جائیں گے مسٹر شاہد....!"

"باس کا حکم تم تک پہنچا دیا۔ اب تم جانو....!"

شاہد واپسی کیلئے مڑ گیا تھا۔ عمارت سے باہر نکل کر اس نے دروازہ مقفل کر کے اسکے قریب کا دوسرا دروازہ کھولا تھا۔ یہ ایک چھوٹا کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک موٹر سائیکل کھڑی تھی۔ موٹر سائیکل باہر نکال کر اس نے دروازہ مقفل کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر مشرقی ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ سناٹے میں موٹر سائیکل کے انجن کا شور دور دور تک پھیل رہا تھا۔

مشرقی ساحل تک پہنچنے میں دس بارہ منٹ لگے تھے۔ اس نے موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی کی تھی اور ایک بڑی بادبانی کشتی کی طرف چل پڑا تھا۔ کشتی شاندار تھی۔ اس کے عرشے پر کھڑے ہوئے محافظ نے اسے للکارا تھا اور جواب میں شاہد بولا تھا۔ "کپتان سے کہو کہ شاہد ہے....!"

"وہ سو رہے ہیں....!"

"جگا دو.... ایمرجنسی....!"

محافظ نے کسی اور کو آواز دے کر شاہد کا پیغام سنایا تھا۔ شاہد برتھ پر کھڑا رہا۔ کشتی بہت بڑی تھی اور اس پر بنے ہوئے کیبن تعداد میں کئی معلوم ہوتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد محافظ کی آواز آئی تھی۔ "آپ اوپر آسکتے ہیں مسٹر شاہد....!" اور شاہد کے اوپر پہنچنے پر اس نے ایڑیاں بجائی تھیں اور اسے ایک کیبن تک لایا تھا۔ شاہد نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ....!" اندر سے آواز آئی اور شاہد کیبن کا دروازہ کھول کر اندر پہنچا۔ سامنے ایک قد آور آدمی ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ اس نے اسی طرح لیٹے ہوئے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھادیا تھا۔

"کوئی خاص بات مسٹر شاہد....؟"

"ہاں کپتان راٹھور....!"

"بیٹھ جاؤ....!"

"میرے باس کا خیال ہے کہ ہم نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا مسٹر شاہد....!"

"وہ لوگ مس تموتھی کو ہماری لانچ سے نکال لے گئے۔!"

"وہ کس طرح....؟"

شاہد نے کہانی دہرائی تھی اور اسے بتایا تھا کہ اسی چکر میں ان کا ایک بہترین کارکن پرنس داؤد بھی مارا گیا۔

"یہ تو بہت بُری خبر ہے....!"

"میرے باس نے یہ سب کچھ تمہارے باس کی دوستی کے احترام میں کیا ہے ورنہ وہ تو صرف اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔!"

"اب تو اس شخص کو مرہی جانا چاہئے مسٹر شاہد! جس کا نام عمران ہے۔!" کپتان راٹھور نے کہا۔ "اس نے اٹلی میں ہمارے گانجے کا بزنس تباہ کردیا۔ تمہاری چرس کا مارکیٹ خراب کیا۔ میری دانست میں تو اب ایکس ٹو کا چکر ہی چھوڑ دو۔ وہ خود تو کام کرتا نہیں۔ دوسروں سے کام لیتا ہے۔ لہٰذا اس کے فیلڈ آپریٹرز کو ختم کردینا چاہئے مجھے پرنس داؤد جیسے پیارے دوست کی موت پر افسوس ہے۔ اب اس کا وارث کون ہوگا....؟"

"اس کا بڑا بیٹا طارق....!"

"ہم اس کی نگہداشت کریں گے مسٹر شاہد۔ اپنے باس سے کہہ دینا پریشانی کی کوئی بات ہیں۔ ہم بھی شبہہ سے بچنے کے لئے کبھی کبھی اپنے بہترین مہرے پٹوا دیتے ہیں۔ بس اب مران کو گھیرنے کی کوشش کی جائے۔!"

پھر اس نے اٹھ کر الماری سے شراب کی بوتل اور دو گلاس نکالے تھے اور دونوں پینے بیٹھ گئے تھے۔

"تو پھر اب کیا خیال ہے....؟" راٹھور نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"بس اُسے گھیر کر ختم کئے دیتے ہیں۔!"

"میرا باس تو اس کے نام سے بھڑک اٹھتا ہے۔!" راٹھور بولا۔

"یہی حال میرے باس کا ہے....!" شاہد نے طویل سانس لے کر کہا۔ "مشکل تو یہ ہے کہ مران شراب اور عورت کا رسیا نہیں ہے۔ ورنہ کبھی کا مار لیا گیا ہوتا۔!"

"ایسے لوگ دکھیاروں کی مدد ضرور کرتے ہیں۔!" راٹھور بولا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"کسی دکھیاری لڑکی کو اس کے سر پر مسلط کردیا جائے۔!"

"ہوں... یہ بات تو ہے۔ پھر جیسے ہی وہ اسکی مدد کیلئے میدان میں آئے گا ہم اُسے مار لیں گے۔!"

✿

عمران اسے سائیکو مینشن لے آیا تھا اور طبی شعبے میں اس کا معائنہ کیا گیا تھا۔ لیکن خون میں الکول کا سراغ نہیں مل سکا تھا جو اس کے بازو میں انجکٹ کیا جاتا رہا تھا۔!

بہرحال اب اس کی آنکھوں سے ذہنی انتشار مترشح نہیں ہوتا تھا۔ پھر جب عمران اپنی اصلی شکل میں اس کے سامنے آیا تھا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"فکر نہ کرو....!" وہ اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں تمہاری کہانی سن چکا ہوں۔!"

"اس میں....ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔!"

"مجھے یقین ہے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں....!"

پھر اس کیلئے کہیں سے فون کال آئی تھی اور وہ اس کمرے سے نکل کر آپریشن روم میں آیا تھا۔
دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی تھی۔

"آپ نے نادر چنڈولا سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ہدایت دی تھی۔ وہ بنیادی طور
پر گڑھوال ڈسٹرکٹ کے قصبہ چنڈولا کا باشندہ ہے۔ اس کے باپ نے مذہب تبدیل کر کے
یہاں کی شہریت اختیار کرلی تھی۔ وہ ایک دولت مند ایکسپورٹر ہے۔ کئی لانچیں یہاں سے خلیج کی
ریاستوں تک چلتی ہیں۔ شبہ ہے کہ اسمگلنگ بھی کرتا ہے۔ ویسے ابھی تک اس کے خلاف کوئی
واضح ثبوت نہیں مل سکا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جائے۔!"

"بہت بہتر جناب....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے فون کا سلسلہ منقطع
کردیا تھا۔ آپریشن روم سے جانا ہی چاہتا تھا کہ ایک آپریٹر نے اُسے دوسری کال کی اطلاع دی۔
اس بار لائن پر دوسری طرف سر سلطان تھے۔

"تمہیں معلوم ہوگا کہ پرنس داؤد کی لاش کانٹی نینٹل کے ایک کمرے میں ملی ہے۔!"

"جی ہاں....!" عمران بولا۔

"لیڈی داؤد نے اس سلسلے میں مجھ سے مدد طلب کی ہے۔!"

"بھلا آپ کیا کرسکیں گے۔!"

"تم تو کرسکو گے۔!" سر سلطان کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"کیا آپ کو علم ہے کہ پرنس داؤد بھی اس قصے میں ملوث تھا۔!"

"کس قصے میں....؟"

"وہی بیگم ایکس ٹو والا....!"

"پتا نہیں تم کہاں کی ہانک رہے ہو....!"

"یقین کیجئے....اسے اخفائے راز کے ڈر سے قتل کیا گیا ہے۔ شائد وہ جانتا تھا کہ اصل مجرم
کون ہے۔!"

"تمہیں شائد معلوم نہ ہو کہ اس کا باپ شہنشاہ خان میرے خاص دوستوں میں سے تھا۔!"

"اوہ....تو اسی لئے لیڈی داؤد نے آپ سے درخواست کی ہے۔!"

"یہی بات ہے....!"

"اچھی بات ہے....میں فی الحال کسی کو دریافت حال کے لئے بھیج رہا ہوں۔!"

"کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے جسے بھی بھیجو سمجھا دینا کہ پوچھ گچھ کے سلسلے میں میرا حوالہ
ضرور دے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔ پھر
اس نے صفدر کو بلا کر اس کام سے متعلق خصوصی ہدایات دی تھیں اور پرنس داؤد کے جزیرے
کی طرف روانہ کردیا تھا۔ ان دنوں عمران سائیکو مینشن ہی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور میک اپ
کے بغیر باہر نہیں نکلتا تھا۔

پانچ بجے شام کو اس نے پھر بلیک زیرو کی کال ریسیو کی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "صفدر سول ہسپتال
کے ایمر جنسی وارڈ میں بیہوش پڑا ہے۔ اس کے سارے جسم سے خون رس رہا ہے۔ شائد اسے
برہنہ کر کے چمڑے کے چابک سے پیٹا گیا تھا۔ وہ بندرگاہ کے علاقے میں بیہوش پڑا ملا تھا۔!"

"خبر اچھی نہیں ہے۔ تم سب سول ہسپتال کے آس پاس موجود رہو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔!"

اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے سائے تھے۔ اس نے سر سلطان سے فون پر رابطہ قائم
کر کے صفدر کی حالت سے آگاہ کیا۔

"حیرت ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ایسی صورت میں یقین کے ساتھ نہیں کہا
جاسکتا کہ وہ جزیرے تک پہنچ بھی سکا تھا یا نہیں۔!"

"یقیناً پہنچا ہوگا....اور واپسی میں وہ لوگ وہیں سے اس کے پیچھے لگے ہوں گے۔!"

"ٹھیک کہتے ہو....!ورنہ انہیں کیسے معلوم ہوتا کہ وہ کون ہے اچھی بات ہے۔ میں داؤد کی
بیوی سے فون پر گفتگو کر کے تمہیں ابھی آگاہ کرتا ہوں۔ آپریشن روم ہی میں موجود رہو۔!"

"بہت بہتر....!"

عمران نے ریسیور رکھ دیا۔ اب اس کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر
بعد سر سلطان کی کال آئی تھی۔

"تمہارا خیال درست ہے....!" وہ کہہ رہے تھے۔ "صفدر وہاں پہنچا تھا اور اس نے میرے

حوالے سے داؤد کی بیوی سے پوچھ گچھ کی تھی۔!"

"اچھا تو جناب اب آپ اپنے پرسنل اسسٹنٹ کو فوراً سول ہسپتال بھجوائیے تاکہ وہ صفدر کی دیکھ بھال کرے۔ دراصل یہ جال میرے لئے بچھایا گیا ہے اور ہاں اب شہر کے مختلف حصوں سے لاشیں اٹھوانے کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔!"

عمران نے دوسری طرف سے مزید کچھ سنے بغیر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔ پھر وہ میک اپ میں باہر نکلا تھا اور سول ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

صفدر ابھی تک بیہوش تھا۔ سر سلطان کا پرسنل اسسٹنٹ اس وقت اس کے اسٹریچر کے قریب ہی موجود تھا اور اسے وہاں سے اسپیشل وارڈ میں منتقل کرنے کے انتظامات ہو رہے تھے۔ یہاں خاصی بھیڑ تھی۔ لہٰذا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ چھپ کر بیہوش صفدر کی نگرانی کرنے والے کتنے ہیں۔ خود عمران کے ماتحت باہر عمارت کے گرد موجود تھے۔

وہ اسپیشل وارڈ کے ایک آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا اور اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کی جانے لگی تھیں۔ عمران کمرے کے باہر ہی ٹہلتا رہا تھا۔ راہداری میں وہ تنہا نہیں تھا۔ کئی آدمی اور بھی تھے۔ سر سلطان کا اسسٹنٹ کمرے میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلا تھا اور صدر دروازے کی طرف چل پڑا تھا اس کے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔ اسسٹنٹ اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔ وہ خود ڈرائیو کر رہا تھا اس کے پیچھے چلنے والے دو آدمی بھی ایک گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اسسٹنٹ کی گاڑی حرکت میں آتے ہی ان کی گاڑی کا انجن بھی اسٹارٹ ہوا تھا۔ عمران کی گاڑی ان دونوں گاڑیوں کے پیچھے تھی۔ اس نے اتنا فاصلہ برقرار رکھا تھا کہ تعاقب کا شبہ نہ ہو سکے۔ اسسٹنٹ شائد ماڈل کالونی میں رہتا تھا۔ اس لئے اسے ایک ویران راستے سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ دفعتاً اس کا تعاقب کرنے والی گاڑی کی رفتار تیز ہو گئی۔ شائد وہ اسے آگے نکال لے جانا چاہتے تھے۔ پھر عمران نے دیکھا کہ آگے نکل کر وہ سڑک پر ترچھی ہوئی تھی اور اچانک رک گئی تھی۔ اسسٹنٹ کی گاڑی کے بریکوں کی چڑچڑاہٹ سناٹے میں گونجی تھی۔ وہ اگلی گاڑی سے شائد صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رکی تھی۔ اگلی گاڑی سے دونوں آدمی اتر کر اسسٹنٹ کی گاڑی کے قریب آئے تھے۔ عمران اسی رفتار سے گاڑی چلاتا رہا تھا۔ جس سے ابتداء کی تھی۔ ان دونوں نے اسسٹنٹ کی گاڑی کا دروازہ کھول لیا اور اسے زبردستی نیچے اتار رہے تھے۔ عمران نے ایکسیلریٹر پر

مزید دباؤ ڈالا اور ساتھ ہی جیب سے ڈارٹ گن بھی نکالی تھی۔ ان دونوں میں سے ایک اچھل کر سڑک کے نیچے نہ اتر جاتا تو عمران کی گاڑی کی ٹکر ضرور لگی ہوتی۔ دوسرے کا ہاتھ جیب کی طرف گیا ہی تھا کہ عمران کی ڈارٹ گن سے فائر ہوا۔ وہ لڑکھڑایا تھا اور منہ کے بل سڑک پر چلا آیا تھا۔ پہلا آدمی اپنی گاڑی کی طرف بھاگا تھا لیکن پھر اس کا بھی وہی انجام ہوا جو دوسرے کا ہوا تھا۔ عمران ڈارٹ گن کو جیب میں رکھتا ہوا گاڑی سے نیچے اُتر آیا۔

"تت.... تم کون ہو....؟" اسسٹنٹ ہکلایا تھا۔

"چپ چاپ گاڑی میں بیٹھو اور چلتے پھرتے نظر آؤ....!"

اس نے بے بسی سے اگلی گاڑی کی طرف دیکھا تھا۔ اس پر عمران نے کہا۔ "اپنی گاڑی بیک کر کے سڑک کے نیچے اتارو اور آگے بڑھ جاؤ.... سر سلطان سے کہہ دینا کہ کھیل شروع ہو گیا ہے۔!"

"لیکن میں تو پولیس کو اطلاع دوں گا۔!"

"جلدی کرو....!" عمران آنکھیں نکال کر غرایا تھا۔

اسسٹنٹ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں تعمیل کی تھی۔ اسکے چلے جانے کے بعد عمران نے دونوں بیہوش آدمیوں کو اٹھا کر اپنی اسٹیشن ویگن کے پچھلے حصے میں ڈالا تھا اور اب سائیکو مینشن کی طرف روانہ ہو گیا تھا ان دونوں کی گاڑی اسی پوزیشن میں کھڑی رہنے دی تھی جسمیں روکی گئی تھی۔

وہ دونوں ایک ستون سے بندھے کھڑے تھے اور عمران کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک تھا۔ اُن کے جسم کے اوپری حصے برہنہ کر دیئے گئے تھے۔

"کیوں دوستو....؟" عمران چڑھانے کے سے انداز میں بولا۔ "کیا تم نے اس کے جسم کے زخموں کا شمار کیا تھا۔!"

"ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم سے کہا گیا تھا کہ جو کوئی بھی اسے دیکھنے کے لئے آئے اسے اٹھا لے جانے کی کوشش کریں۔!"

"شائیں....!" چابک اس کے سینے پر پڑا تھا۔ وہ بلبلا اٹھا۔

"کس کے لئے کام کرتے ہو....!" عمران نے دوسرے پر ہاتھ رسید کرتے ہوئے پوچھا۔

"باس کے لئے....!"

"باس کون ہے....؟"

"کوئی نہیں جانتا۔ شاہد نامی ایک آدمی اس کے لئے ہم سے کام لیتا ہے۔!"

"کہاں رہتا ہے....؟"

"کوئی نہیں جانتا۔ وہ ہم میں سے ہر ایک کو فون کر کے کسی ایک جگہ اکٹھا کرتا ہے اور کام بتا دیتا ہے۔!"

"اصل کام کیا ہے....؟"

"یہ ہم نہیں جانتے....!"

"اگر تم میں سے کسی کو اس سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو کیسے کرتے ہو۔!"

"ایک فون نمبر ہے ہمارے پاس۔ کوئی عورت کال ریسیو کرتی ہے اور شاہد تک پیغام پہنچا دیتی ہے۔!"

"تم نے معلوم کرنے کی کوشش تو کی ہوگی کہ نمبر کس کا ہے۔!"

"جی ہاں....!"

"کہاں کا ہے....؟"

"سول ہسپتال کے ایکس چینج کا....!"

"وہ عورت کون ہے جو کال ریسیو کرتی ہے۔!"

"یقین کیجئے! آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔!"

"شاہد کا حوالہ کس طرح دیتے ہو....!"

"بس کہہ دیتے ہیں کہ شاہد صاحب کے لئے پیغام ہے۔!"

عمران نے فون نمبر نوٹ کیا تھا اور قریب کھڑے ہوئے آدمی کو چابک پکڑا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

آپریشن روم میں آکر اس نے آپریٹر نمبر چار کو ایک پیغام نوٹ کرایا تھا۔

"لکھو.... شاہد کے لئے.... تمہارے وہ دونوں آدمی جو زخمی آدمی کی نگرانی کر رہے تھے خود زخمی حالت میں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کے عقبی پارک میں بیہوش پڑے ہیں۔ انہیں اٹھوا لو۔!"

آپریٹر نے پیغام نوٹ کیا تھا۔ پھر عمران نے وہ فون نمبر لکھوایا تھا جس پر پیغام دینا تھا۔

"ٹھیک نو بج کر پچیس منٹ پر یہ پیغام بھیجا جائے گا۔!" اس نے آپریٹر سے کہا۔

"بہت بہتر جناب....!"

"فون نمبر کے نیچے احتیاطاً وقت بھی لکھ لو۔ نو بج کر پچیس منٹ....!"

ٹھیک آٹھ بجے وہ پھر سول ہسپتال جا پہنچا تھا اور اب وہ خوفناک تاثر دینے والے ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔

صفدر کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ ہوش میں آگیا تھا لیکن اسے مارفیا کا انجکشن دے کر دوبارہ سلا دیا گیا تھا۔

نو بجکر پندرہ منٹ پر وہ اس کمرے کے سامنے پہنچا تھا جہاں ہسپتال کا ٹیلی فون ایکسچینج تھا۔ ایک جوان العمر عورت کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے بیٹھی تھی۔ عمران کھڑکی کے قریب کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ گھڑی پر بھی بار بار نظر پڑتی تھی۔ ٹھیک نو بجکر پچیس منٹ پر اس نے آپریٹر کو جلدی جلدی کچھ لکھتے دیکھا۔ پھر اس نے میز کی دراز سے ایک لفافہ نکال کر پیڈ سے کاغذ الگ کیا تھا اور اسے تہہ کر کے لفافے میں رکھ دیا تھا۔ ایک بار فون کا کوئی نمبر ڈائیل کر کے ماؤتھ پیس میں کچھ کہا تھا اور لفافہ سامنے رکھے بیٹھی رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ عورت نے لفافہ اسکی طرف بڑھا دیا۔ وہ باہر نکلا تو عمران مناسب فاصلے سے اسکا تعاقب کر رہا تھا۔ سول ہسپتال کے کمپاؤنڈ ہی کی ایک عمارت کے پھاٹک پر لگے ہوئے لیٹر بکس میں اس نے وہ لفافہ ڈال دیا تھا۔

عمران جہاں تھا وہیں رک گیا۔ وہ آدمی جا چکا تھا اور عمران کی توجہ کا مرکز وہ خانگی لیٹر بکس تھا جس میں لفافہ ڈالا گیا تھا۔ پھر شائد دو منٹ بعد ایک آدمی نے لیٹر بکس کھول کر لفافہ نکالا تھا اور کمپاؤنڈ کے پھاٹک کی طرف چل پڑا تھا۔

باہر نکل کر وہ پھاٹک کے قریب ہی کھڑی ہوئی ایک موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔ اتفاق سے عمران نے بھی اپنی گاڑی اسی کے قریب پارک کی تھی۔ جیسے ہی موٹر سائیکل حرکت میں آئی تھی۔ عمران نے بھی اپنی گاڑی کا انجن اسٹارٹ کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے محسوس کر لیا کہ موٹر سائیکل اس ساحلی تفریح گاہ کی طرف جا رہی ہے جہاں بے شمار چوبی ہٹ بنے ہوئے تھے۔ سڑک بالکل سنسان پڑی ہوئی تھی۔ اس لئے تعاقب میں کوئی دشواری پیش نہیں

آرہی تھی۔ ٹول ٹیکس کی چوکی پر موٹر سائیکل رکوائی گئی تھی۔ عمران نے اپنی گاڑی بھی روکی تھی اور ٹول ٹیکس دے کر پھر آگے بڑھ گیا تھا۔ توقع تھی کہ موٹر سائیکل پیچھے آرہی ہوگی۔ لیکن تین چار فرلانگ آگے بڑھ آنے باوجود بھی اس کی ہیڈ لائٹ عقب نما آئینے میں نہ دکھائی دی۔

اس نے اپنی گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر روک دی اور سوچنے لگا۔ کیا اس کی دوڑ محض چوکی تک تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے ٹول ٹیکس کی بجائے لفافہ محصیل کے حوالے کیا تھا۔ تب تو چوٹ ہوگئی۔ اب لفافے کا سراغ ملنا مشکل تھا۔

قریباً پندرہ منٹ تک اس نے گاڑی وہیں روکے رکھی تھی۔ پھر ساحل کیطرف روانہ ہوگیا تھا۔ ہٹوں کی اس بستی میں تین ہٹ اس کے اپنے محکمے سے بھی تعلق رکھتے تھے اور ان کی کنجیاں اسی کے پاس رہتی تھیں۔ برتھ پر ایک لانچ بھی رہتی تھی۔ دفعتاً اس نے پرنس داؤد کے جزیرے کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ لیڈی داؤد سے ملنا چاہتا تھا۔

رات کے پونے گیارہ بجے تھے۔ وہ اس برتھ کے قریب پہنچا تھا جہاں اس کے محکمے کی لانچ لنگر انداز رہتی تھی۔ اس پر دو آدمی کام کرتے تھے۔ دونوں سوچکے تھے۔ عمران نے انہیں جگایا تھا پھر پاس ورڈ سنتے ہی وہ پوری طرح ہوش میں آگئے۔ ہوسکتا ہے بحیثیت عمران وہ اسے جانتے رہے ہوں لیکن اس میک اپ میں نہ پہچان سکے۔ بہر حال انہیں تو پاس ورڈ سے سروکار تھا جو بھی چاہتا اس کے توسط سے ان سے کام لے سکتا تھا۔

لانچ داؤد کے جزیرے کی طرف روانہ ہوگئی۔ وہ دونوں انجن روم میں تھے۔ عمران نے کیبن کی ایک الماری کھول کر سیاہ لباس اور کینواس کے جوتے نکالے تھے۔ لباس تبدیل کرنے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ ایک تھیلا نکالا جس میں مختلف قسم کے اوزار اور ریشم کی ڈور کے کئی لچھے موجود تھے۔

پون گھنٹے کے بعد لانچ جزیرے کے ایک ویران ساحل سے جالگی تھی۔

عمران نے انہیں کچھ ہدایات دی تھیں اور خشکی پر اتر گیا تھا۔ پرنس داؤد کی عمارات کے آثار تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں یہاں سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ وہ تھیلے کو بائیں شانے پر لٹکا کر پیدل ہی چل پڑا۔ دس منٹ بعد وہ اس عمارت کی پشت پر پہنچ گیا تھا جہاں

لیڈی داؤد کا قیام تھا۔

جیسے ہی وہ کمپاؤنڈ وال کے قریب پہنچا تھا اندر سے رکھوالی کے کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی تھی۔ کم از کم دو کتے رہے ہوں گے۔ آواز سے السیشئن ہی معلوم ہوتے تھے۔ عمارت کے چاروں طرف قد آدم اونچی دیواریں تھیں۔ عمران نے اچھل کر اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ ان پر شیشے کے ٹکڑے تو نہیں ہیں۔ بہر حال اطمینان ہوجانے کے بعد ہی وہ دیوار پر چڑھا تھا۔ پھر اس نے ہولسٹر سے ڈارٹ گن نکالی تھی۔ کیونکہ ایک کتا بھونکتا ہوا شائد اسی سمت آرہا تھا۔ اس کا ہیولیٰ نظر آتے ہی عمران نے نشانہ لے کر ڈارٹ گن کے ٹریگر پر دباؤ ڈالا تھا۔ کتے کے حلق سے کسی قدر غیر معمولی سی آواز نکلی تھی اور پھر وہ خاموش ہوگیا تھا۔ دوسرا کتا شائد ابھی دور تھا اس نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا.... ذرا ہی سی دیر میں پھر پہلے کا سا سناٹا طاری ہوگیا دونوں کتے بیہوش ہوچکے تھے۔

وہ کمپاؤنڈ میں اتر گیا اور بے آواز چلتا ہوا آہستہ آہستہ رہائشی عمارت کی طرف بڑھتا رہا۔ شائد چوکیدار بھی سوگیا تھا۔ رکھوالی کے کتے ہی کافی سمجھے گئے تھے۔

ایک کھڑکی کا شیشہ کاٹ کر وہ اس تاریک کمرے میں پہنچا تھا جہاں سے عمارت کا جائزہ لینے کی شروعات ہوئی۔ تھیلے سے محدود روشنی والی پنسل ٹارچ نکل آئی تھی۔ اس کمرے کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ استعمال میں نہیں رہتا۔ دوسرا کمرہ کسی کی خواب گاہ ہی ہوسکتا تھا۔ لیکن یہ بھی تاریک تھا.... اور بستر خالی۔ روشنی کی لکیر آہستہ آہستہ تاریکی میں رینگ رہی تھی۔ اچانک وہ بستر کے سرہانے والی چھوٹی میز پر رک گئی۔ لفافہ.... وہی لفافہ.... اس نے اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔ جس کے سرے پر ریڈ کراس بنا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھایا تھا.... اندر پرچہ موجود تھا اور اس پر پنسل سے جلدی میں گھسیٹا ہوا پیغام بھی وہی تھا جو اس نے سائیکو مینشن کے آپریٹر نمبر چار کے حوالے کیا تھا۔ اس نے طویل سانس لی۔

روشنی کی لکیر اب تیزی سے کمرے میں گردش کررہی تھی۔

مختلف کمروں سے گذرتا ہوا وہ ایک ایسی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا جہاں گہرے نیلے رنگ کی ٹھنڈی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ لیڈی داؤد کی خواب گاہ تھی اور وہ بستر پر بے خبر سو رہی تھی۔

عمران نے دروازہ بولٹ کر کے پردہ کھینچ دیا۔ پھر اس نے زیادہ روشنی والے بلب کا سوئچ آن کردیا تھا۔ شاید وہ تیز روشنی ہی کا احساس تھا جس نے لیڈی داؤد کو جگادیا۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی تھی اور خوفزدہ

انداز میں اپنے گرد چادر لپیٹنے لگی تھی۔ عمران نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا اور آہستہ سے بولا تھا۔ "کہیں چیخنا نہ شروع کر دینا میں سر سلطان کا آدمی ہوں۔!"

"لیکن اس طرح....؟" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"مجبوراً.... وہ جو آج آپ سے پوچھ گچھ کرنے آیا تھا ایک ہسپتال میں زخمی پڑا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھی....!"

"کسی نے اسے سر سلطان تک نہیں پہنچنے دیا۔!"

"لیکن میں اسے کیا بتاتی.... کچھ بھی تو نہیں جانتی۔!"

"یہاں اور کون ہے....؟"

"یہاں.... اور پرنس کا ایک دوست.... وہ دوسرے کمرے میں سو رہا ہے۔!"

"سو رہا تھا اب تو وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ کیا میں اس کا نام پوچھ سکتا ہوں یور لیڈی شپ۔!"

"ہاں.... آں.... شاہد.... وہ پرنس کا بزنس پارٹنر بھی ہے۔!"

"اور شائد قاتل بھی....!"

"کیا مطلب....؟" لیڈی داؤد اچھل پڑی۔

"شائد آپ کو معلوم نہیں کہ پرنس کا یارانہ قاتلوں اور سازشیوں سے تھا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"بہت جلد سب کچھ روشنی میں آجائے گا.... کیا وہ شخص مستقل طور پر یہیں رہتا ہے....؟"

"نہیں.... ماتم پرسی کے لئے آیا تھا۔ میں نے روک لیا....!"

"حلیہ کیا ہے.... شاہد صاحب کا....!"

"شیطانوں جیسا۔ ڈاڑھی اور سر کے بال بدنمائی کی حد تک بڑھے ہوئے ہیں۔ شائد نئے لوگوں کے لئے یہ حسن ہو مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔!"

"لحیم شحیم آدمی ہے۔!"

"ہاں.... آں.... چراغ الہ دین کا جن لگتا ہے۔!" لیڈی داؤد بولی۔ "لیکن مجھے حیرت ہے کہ وہ اطلاع دیئے بغیر کیوں چلا گیا۔!"

"شاہد کے ساتھ پارٹنر شپ والے بزنس کی نوعیت کیا ہے۔!"

"مجھے تفصیل کا علم نہیں۔ تم ذرا منہ پھیر کر کھڑے ہو جاؤ... میں سلیپنگ گاؤن پہنوں گی۔"

"بہت بہتر یور لیڈی شپ....!" عمران نے کہا اور دوسری طرف مڑا ہی تھا کہ چراغ الہ دین والے جن پر نظر پڑی جو بائیں طرف کے دروازے میں پستول لئے کھڑا تھا۔ عمران نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور شاہد نے لیڈی داؤد سے کہا۔ "شور مچانے کی ضرورت نہیں۔ تم باتھ روم میں چلی جاؤ۔!"

"لل.... لیکن.... یہ سب ہے کیا....!"

"تجارتی جھگڑے ہیں بھابی....!" شاہد نے کہا۔ "پرنس کے قتل میں انہی لوگوں کا ہاتھ ہے۔ ہاں میں نے اس آدمی کو پٹوایا تھا جو تم سے پوچھ گچھ کرنے آیا تھا ان لوگوں نے سر سلطان کے بھیجے ہوئے آدمی کو یہاں تک پہنچنے ہی نہیں دیا۔!"

عمران ہنس پڑا۔ بڑی بھیانک ہنسی تھی۔

"خاموش رہو....!" شاہد غرایا۔

"بہتر ہے.... یور لیڈی شپ آپ باتھ روم میں جاکر دروازہ بند کر لیجئے۔!" عمران نے کہا۔

"مسٹر شاہد اب غالباً چاند ماری فرمائیں گے کہیں آپ بھی زخمی نہ ہو جائیں....!"

لیڈی داؤد سچ مچ باتھ روم میں چلی گئی تھی اور دروازہ بند کر لیا تھا۔

"تو مسٹر شاہد....!" عمران ریوالور کے ٹریگر پر نظر رکھتا ہوا بولا۔ "تم نے اپنے دونوں آدمیوں کو اٹھوانے کا انتظام کر لیا یا نہیں۔!"

"اوہ.... تو تم اس پیغام کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو۔!"

"ظاہر ہے.... کہ وہ پیغام میں نے اسی لئے بھجوایا تھا ورنہ بہرام ڈاکو تو ہوں نہیں کہ اس قسم کی خط و کتابت شوقیہ کرتا پھروں گا۔!"

"تم ہو کون....؟"

"اسی کی فورس کا ایک آدمی جسے بے نقاب کر دینے کے چکر میں پڑے ہو تم لوگ....!"

"اوہو.... تب تو میری خوش قسمتی ہے۔!" شاہد نے طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ پھر اس نے عمران کی ران پر فائر کیا تھا۔ عمران نے پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ فائر بے آواز ہو گا اسی لئے اس نے ٹریگر والی انگلی پر نظر رکھی تھی۔ بہر حال گرا تھا بائیں پہلو کے بل اور دونوں ہاتھوں سے

بائیں ران دبائے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ آنکھوں سے تکلیف کے آثار بھی مترشح ہو رہے تھے۔

دفعتاً لیڈی داؤد چیختی ہوئی غسل خانے سے نکل آئی۔ "یہ تم نے کیا کیا یہ سر سلطان کا آدمی تھا!"

"یہاں سے چلی جاؤ....!" شاہد خوں خوار انداز میں غرایا۔

"نہیں.... نہیں....!"

"جاؤ....!" وہ اس کی طرف اس طرح جھپٹا تھا جیسے پستول کا وزنی دستہ اس کے سر پر رسید کر دے گا۔ ٹھیک اسی وقت عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ شاہد کسی زخمی سانپ کی طرح پلٹا تھا۔ عمران نے پھرتی سے جھک کر اسے کمر پر لادا اور دوسری طرف اچھال دیا۔ دیوار سے سر ٹکرانے کی آواز کمرے کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی تھی۔ لیکن وہ غیر متوقع طور پر جلد ہی سنبھل گیا تھا اور پستول پر قبضہ کر لینے کے لئے چھلانگ لگائی تھی۔ لیڈی داؤد حیرت سے منہ کھولے دروازے کے قریب کھڑی رہی۔ دونوں کے درمیان پستول پر قبضہ کر لینے کے لئے کشمکش جاری ہی تھی کہ لیڈی داؤد کو ہوش آ گیا تھا۔ وہ جھپٹی تھی اور پستول اٹھا کر کمرے سے نکل بھاگی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہے کتیا....!" شاہد دہاڑا۔ لیکن وہ تو کبھی کی جا چکی تھی۔ عمران نے اُسے بُری طرح جکڑ رکھا تھا۔ لیکن وہ بھی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا۔ دفعتاً اس نے عمران کو دوسری طرف اچھال دیا اور خود دروازے کی طرف چھلانگ لگائی ہی تھی کہ عمران دوبارہ اس پر آ پڑا۔

اس بار اس کے سر کے بڑے بڑے بال اس کی گرفت میں آ گئے تھے لیکن اس نے پلٹ کر عمران کے سینے پر دوہتھڑ مارا تھا۔ گرفت ایسی تھی کہ عمران اس کے اس طرح پلٹ پڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس لئے خود کو نہ سنبھال سکا۔ پھر وہ تو فرش پر چاروں خانے چت گرا تھا اور شاہد کھلے ہوئے دروازے سے نکل بھاگا تھا۔

لیکن یہ کیا....؟ شاہد کے بال تو اس کی گرفت ہی میں رہ گئے تھے وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ یہ صرف بال ہی نہیں تھے بلکہ ڈاڑھی سمیت پورا چہرہ تھا پلاسٹک کا چہرہ نما خول۔ اس نے گڑبڑا کر اپنی ناک ٹٹولی۔

"لاحول ولا قوۃ....!" وہ بڑبڑایا تھا۔ اس دھینگا مشتی کے دوران میں اس کا ریڈی میڈ میک اپ بھی اتر گیا تھا۔ لیکن وہ کمرے ہی میں گرا تھا اس نے جلدی سے اسے اٹھا کر دوبارہ اپنی ناک پر

ن کر لیا۔

اتنے میں بہت سے قدموں کی آوازیں آئی تھیں اور لیڈی داؤد تین مسلح نوکروں سمیت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"کہاں گیا وہ ذلیل....؟" وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"وہ رہا....!" عمران نے فرش پر پڑے ہوئے پلاسٹک کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے اسے جھپٹ کر اٹھایا تھا اور حیرت سے دیکھتی رہی تھی۔ پھر ہکلائی تھی۔ "تت.... تو یہ خول....!"

"جی ہاں.... یہ خول اس کے چہرے پر چڑھا ہوا تھا۔ یہ چہرہ وہ میری گرفت میں چھوڑ کر نکل بھاگا....!"

"کون تھا....؟"

"کاش مجھے اس کی شکل دیکھ لینے کا موقع مل سکا ہوتا مائی لیڈی....!"

"جاؤ تلاش کرو....!" لیڈی داؤد نے ملازموں کی طرف مڑ کر کہا تھا۔

"بیکار ہے.... مائی لیڈی....!"

"کتے بھی نہیں بھونک رہے۔!" دفعتاً وہ چونک کر بولی۔ "اوہ مردود نے کہیں انہیں ختم نہ کر دیا ہو!"

"پستول تو آپ کے پاس تھا۔ اگر کوئی دوسرا بھی ہوتا اس کے پاس تو اس طرح نہ بھاگتا۔!"

"ٹھیک کہتے ہو....!"

"کیا میں آپ کا فون استعمال کر سکتا ہوں....!"

"کک.... کیوں....؟"

"ایسے لوگوں کو طلب کروں گا جو یہاں اس کی انگلیوں کے نشانات تلاش کر سکیں۔!"

"تم فون استعمال کر سکتے ہو....!"

"اور ہاں ذرا مجھے اس کمرے میں بھی لے چلئے جہاں اس کا قیام تھا۔!"

"وہاں بھی فون ہے.... وہیں چلو....!"

سعدیہ اور تمو تھی کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے بھی سائیکو مینشن ہی میں بلوالیا تھا اور دونوں کی رہائش ایک ہی کمرے میں تھی۔ دونوں ایک دوسرے پر چیختی رہی تھیں۔

پھر دروازہ کھلا تھا اور عمران اندر داخل ہوا تھا۔

"ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں....!" سعدیہ غرائی تھی۔

"اب یہ میرے باپ کا گھر تو ہے نہیں کہ تمہارے لئے الگ سے کوئی انتظام کر دوں گا۔!"

"تو پھر اسے لے جاؤ یہاں سے۔!" اس نے تموتھی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن جھگڑا کس بات پر ہوا ہے۔!"

"ذاتی معاملہ ہے....!"

"ہو سکتا ہے.... کہ اس ذاتی معاملے کا تعلق کسی حد تک مجھ سے بھی ہو۔!"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ جولیانا کمرے میں داخل ہوئی۔ عمران نے اسے اس طرح دیکھا تھا جیسے اس کی موجودگی غیر ضروری رہی ہو۔

"ان دونوں میں سے کون تھی....؟" اس نے سوال کیا۔

"وہ جو سب سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے تمہیں۔!" عمران نے چبھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"تم وقت ضائع کر رہے ہو۔!"

"تم کیوں شامل ہو رہی ہو اس ضیاع میں چلتی پھرتی نظر آؤ....!"

"بڑی اچھی اچھی پال رکھی ہیں تم لوگوں نے....!" سعدیہ ہنس کر بولی۔

"سنا تم نے.... کیا کہہ رہی ہے۔!"

"جاؤ....!" عمران نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تمہاری موجودگی ضروری نہیں ہے۔!"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں....!"

"اچھا.... اچھا بیوی معلوم ہوتی ہے....!" سعدیہ سر ہلا کر بولی۔

"اس سے بھی بدتر....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

جولیا نے سعدیہ کو قہر آلود نظروں سے دیکھا تھا اور پھر عمران کو گھورتی ہوئی باہر چلی گئی تھی۔

"خاصی دلکش ہے....!" سعدیہ نے تموتھی کی طرف دیکھ کر کہا لیکن وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں تو وہ لین دین کی بات تھی۔ تم نے مس تموتھی سے قرض لیا تھا کہیں جوا کھیلتے وقت۔!"

عمران نے سعدیہ سے کہا تھا اور پھر اس نے محسوس کیا تھا کہ دونوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی ہیں۔

"تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی سعدیہ....!"

"قطعی غیر متعلق بات تھی۔!"

"ہرگز نہیں.... اب میں کہہ رہا ہوں کہ یہ معاملہ بھی اسی کیس سے متعلق ہے۔ مجھے بتاؤ وہ اسٹیمر کہاں لنگر انداز ہوتا ہے جس پر جوا ہوتا ہے۔!" سعدیہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے تموتھی کی طرف دیکھا تھا وہ جلدی سے بولی۔

"میں بتاؤں گی.... یہ سعدیہ اسٹیمر کے لئے ٹکٹ فروخت کرتی تھی۔!"

"ٹکٹ فروخت کرتی تھی....!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... اور یہ ٹکٹ صرف جانے پہچانے آدمیوں کو دیئے جاتے تھے۔!"

"دلچسپ....!" عمران سعدیہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ وہ اب بھی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ عمران سے نظر نہیں ملا رہی تھی۔

"صرف یہی نہیں.... کئی دوسری عورتیں بھی ٹکٹ فروخت کرتی ہیں۔ اپنی جان پہچان والوں میں.... لمبا جوا ہوتا ہے۔ یہاں سے مخصوص لانچیں جواریوں کو اسٹیمر تک پہنچاتی ہیں اور وہ اسٹیمر ہمیشہ ایک ہی جگہ لنگر انداز نہیں ہوتا ہے۔ سنیچر اور بدھ کی رات کو کھیل ہوتا ہے۔!"

"اوہو.... آج تو بدھ ہی کی رات ہے.... آج کہاں لنگر انداز ہوگا۔!"

"اب جبکہ میں یہاں ہوں مجھے کس طرح معلوم ہو سکے گا کہ وہ کہاں لنگر انداز ہوگا۔!" سعدیہ مردہ سی آواز میں بولی۔ "لیکن یہ ضرور بتا سکوں گی کہ اسٹیمر کا نام ایس۔ ایس راجپوت ہے اور وہ ان دونوں راتوں کو ایک پڑوسی ملک سے آتا ہے۔ تین بڑی لانچیں جواریوں کو اس تک لے جاتی ہیں۔ لانچوں کے نام شاہین، داؤد اور مونیکا ہیں۔ پرنس داؤد اس کاروبار میں ایس ایس راجپوت والے کا حصہ دار تھا۔!"

"بس تو پھر آج جوا نہیں ہوگا....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تمہارے غائب ہو جانے کے بعد وہ محتاط ہو جائیں گے۔!"

پھر عمران انہیں وہیں چھوڑ کر باہر آگیا تھا اور بلیک زیرو کو فون پر ہدایت کی تھی کہ وہ شاہین ،داؤد اور مونیکا نامی لانچوں کے بارے میں بھی چھان بین کرے۔!

"صفدر کا کیا حال ہے....؟" اس نے پوچھا۔

"اب بہتر ہے۔!" بلیک زیرو کی آواز آئی۔"اس نے لیڈی داؤد کے یہاں سے واپسی کے وقت جزیرے ہی کے ایک کیفے میں کافی پی تھی اس کے بعد کا اسے ہوش نہیں۔ پھر نامعلوم آدمیوں ہی میں اس کی آنکھ کھلی تھی اور اس پر اس لئے تشدد کیا گیا تھا کہ اس نے اپنا پتہ بتانے سے انکار کردیا تھا۔!"

"خیر دیکھیں گے....!" عمران نے کہا اور کال کا سلسلہ منقطع کردیا۔ وہ دوبارہ سعدیہ کے پاس آیا تھا اور تین عورتوں کے نام اور پتے نوٹ کئے تھے جو ٹکٹ فروخت کرتی تھیں۔

ایک گھنٹے بعد بلیک زیرو نے مطلع کیا تھا کہ تینوں لانچیں ساحل پر کہیں بھی لنگر انداز نہیں ہیں۔

"نظر رکھنا...!" عمران بولا۔ "ہوسکتا ہے کہ وہ مخصوص اوقات ہی میں ساحل سے لگتی ہوں۔!"

پھر اس نے اسے ان تینوں عورتوں کے نام اور پتے لکھوا کر اُن سے متعلق بھی ہدایات دی تھیں۔

ان عورتوں سے متعلق ہدایات تو دے دی تھیں لیکن اسے یقین تھا کہ اب ان کا سراغ ملنا بھی مشکل ہی ہوگا۔ ہوسکتا ہے ان لانچوں کے رنگ اور نام بھی بدل دیئے گئے ہوں۔

یہ اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔ کم از کم تینوں عورتوں کے بارے میں تو اسے جلد ہی معلوم ہوگیا کہ وہ اپنے ٹھکانوں پر نہیں ملی تھیں۔ انہوں نے وہ مکانات ہی خالی کردیئے تھے۔ پڑوسیوں سے ان کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہوسکا۔ اب صرف لیڈی داؤد ہی سامنے تھی۔ وہ ایک بار پھر اس سے ملنا چاہتا تھا۔ شاہد سے متعلق مزید پوچھ گچھ کے لئے۔ اس رات بہتیری باتیں رہ گئی تھیں اور یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ اب بھی لیڈی داؤد کے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھی جارہی ہے یا نہیں۔

اس بار اس نے دیدہ و دانستہ کھل کر سامنے آنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ عمران ہی کی حیثیت سے داؤد کے جزیرے کی راہ لی تھی۔ البتہ وہ تنہا نہیں تھا اس کے چار ماتحت بھی اس کے آس پاس ہی رہے تھے۔

لیڈی داؤد تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ ویسے وہ اسے پہچان نہ سکی۔ کیونکہ اس رات وہ ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔

"تم پوچھ گچھ کرنے آئے ہو....!" لیڈی داؤد نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں....!" عمران نے جواب دیا تھا اور چہرے پر بکھری ہوئی حماقت دوچند ہوگئی تھی

"کیا پوچھو گے....؟"

"یہی کہ آپ کونسا منجن استعمال کرتی ہیں آپ کے دانت تو موتیوں کو شرماتے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ اسے گھورنے لگی تھی۔

"آپ کے جواب پر تفتیش کی گاڑی آگے بڑھانے کا ارادہ ہے۔!"

"خفیہ پولیس سے تعلق ہے تمہارا....؟"

"جی ہاں.... اسی لئے اتنا خفیہ سوال کیا ہے۔!"

"کیا تم جیسے بیوقوف رکھے جاتے ہیں خفیہ پولیس میں....!"

"جی.... وہاں تو ہیجڑے بھی رکھے جاتے ہیں۔ اسی لئے کہلاتی ہے خفیہ پولیس....!"

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔!"

"لیکن میں صرف بیوقوف ہوں.... وہ نہیں ہوں جو آپ سمجھ رہی ہیں۔!"

"دھکے دلوا کر نکلوادوں گی۔!"

"محترمہ آپ میری شکل کیوں دیکھ رہی ہیں۔ میرے سوال کا جواب دیجئے۔!"

"منجن کا اس معاملے سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔!"

"خفیہ پولیس تعلق پیدا کرلیتی ہے۔!"

"کیا میں سر سلطان کو فون کروں کہ ایک پاگل آدمی میرا وقت ضائع کررہا ہے۔!"

"انہوں نے مجھے پاگل ہی سمجھ کر بھیجا ہے۔ صحیح الدماغ آدمیوں کا حلیہ بھی قابل شناخت نہیں رہ جاتا یہاں آکر....!"

"اوہ.... اس بے چارے کا کیا حال ہے....!"

"پندرہ دن تک بستر سے نہیں اٹھ سکے گا۔!"

"مجھے افسوس ہے۔!"

"پرنس کی زندگی میں بھی شاہد کبھی کبھی یہاں قیام کرتا رہا ہوگا۔!"

"کیوں نہیں....! جب بھی جزیرے میں آتا تھا ہمارے ہی ساتھ رہتا تھا۔!"

"اسی کمرے میں....؟"

"ہاں....وہ کمرہ اسی کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔!"

"اس دوران میں آپ نے کوئی نیا ملازم تو نہیں رکھا۔!"

"نہیں.... لیکن شاہد سے تم نے ملازم پر کیوں چھلانگ لگائی۔!"

"بس یونہی.... ہم ایسے ہی بے ربط سوال کرتے ہیں۔ میں وہ کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔!"

"چلو....!"

وہ اسے اس کمرے میں لائی تھی جہاں شاہد قیام کیا کرتا تھا۔

"اگر میں اس کمرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دوں تو آپکو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟" عمران نے پوچھا۔

"آخر کس چیز کی تلاش ہے....!"

"کسی تہہ خانے کے راستے کی....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... ہماری عمارت میں تہہ خانے نہیں ہیں۔ سب جدید ترین عمارات ہیں۔ وہ زمانہ تو نہیں رہا تھا جب گرمیوں میں لوگ دھوپ اور لو سے بچنے کے لئے تہہ خانوں میں پناہ لیا کرتے تھے۔ اب تو ایئر کنڈیشننگ کا دور دورہ ہے۔!"

"اس کے باوجود بھی میں تلاش کروں گا....!"

"اپنا اور میرا وقت برباد کرو گے....!"

ذرا ہی سی دیر میں عمران نے کمرے کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا اور لیڈی داؤد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ تہہ خانے کا راستہ مسہری کے نیچے موجود تھا۔

"خدا گواہ ہے.... میں نہیں جانتی تھی۔!" وہ خوف زدہ سی آواز میں بولی۔ "خدا جانے نیچے کیا ہو.... پرنس مرحوم شاہد جیسے دغابازوں کے بزنس پارٹنر تھے۔!"

"ضروری نہیں.... کہ ایک بیوی اپنے شوہر سے پوری طرح واقف ہو....!" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اب میں کیا کروں....!" لیڈی داؤد کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔

"خود کو سنبھالئے اور میری ساتھ نیچے چلئے....!"

"نن.... نہیں.... پتا نہیں وہاں کیا ہو....!"

"آپ تنہا تو نہیں ہیں میں ساتھ ہوں....!"

"دو ایک ملازموں کو بھی ساتھ لے لیں....!"

"گویا آپ ایسے گواہ بنانا چاہتی ہیں جو پل بھر میں سارے زمانے میں بات پھیلا دیں۔!"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو میری عقل ٹھکانے نہیں رہی۔!"

"حوصلہ کیجئے محترمہ....!"

"اچھا.... اچھا.... چلو.... لیکن ٹھہرو میں ٹارچ لاتی ہوں۔!"

"ٹارچ ہے میرے پاس....!"

اٹھارہ سیڑھیاں طے کر کے وہ نیچے پہنچے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا زمین دوز ہال تھا۔ جہاں چاروں طرف بہت بڑے بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے۔

"اوہ.... اچھا میں سمجھ گئی.... ان صندوقوں میں غیر ملکی شرابیں ہوں گی۔ پرنس شراب بھی تو امپورٹ کرتے تھے۔!"

"حالانکہ شراب کا بزنس نہیں تھا۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے آگے بڑھ کر ایک صندوق کا ڈھکن اٹھایا تھا۔

"خدا کی پناہ....!" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا۔

"کیا ہے....!" وہ اچھل پڑی۔

"قریب آکر دیکھئے....!"

صندوق میں رائفلیں بھری ہوئی تھیں.... لیڈی داؤد بُری طرح کانپنے لگی۔ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "اسلحہ کا بزنس بھی نہیں تھا۔!"

اسی طرح دوسرے صندوقوں میں ٹامی گنیں، ریوالور، سب مشین گنیں اور ان کے ایمونیشن موجود تھے۔ دستی بم بھی وافر مقدار میں ملے۔

"شائد کسی مسلح بغاوت کا خواب دیکھا جا رہا تھا۔!" عمران بولا۔

"میں تصور نہیں کر سکتی.... خداوندا یہ سب کیا ہے۔!"

"تمہارا شوہر کسی غیر ملک کا ایجنٹ تھا لیڈی داؤد....!"

"خدا غارت کرے شاہد کو.... داؤد ایسا نہیں تھا۔ اسے بہکایا گیا تھا۔!"

"کچھ بھی ہو.... آپ اپنی زبان قطعی بند رکھیں گی۔ ایک محب وطن کی طرح ہم سے پورا تعاون کریں گی۔ جب تک کہ اصل مجرم ہاتھ نہ آجائیں۔ ہمیں بھی خاموشی ہی اختیار کرنی پڑے گی۔!"

"میں اپنے وطن کے لئے جان دے سکتی ہوں تم مطمئن رہو.....!" لیڈی داؤد نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ اپنے اعصاب پر قابو پاچکی تھی۔

"آہا.... ٹھہریئے.... وہ دیکھئے.... ادھر بھی ایک دروازہ موجود ہے۔!" عمران نے بائیں جانب اشارہ کیا تھا۔

"اب دیکھو.... ادھر کیا نکلتا ہے۔!" لیڈی داؤد دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"ٹھہریئے.... !" عمران نے کہا۔ "پھر خود اسی نے آگے بڑھ کر دروازے کو دھکا دیا تھا۔

دونوں پاٹ کھلتے چلے گئے لیکن یہ کوئی خوشگوار منظر نہیں تھا۔ سامنے ہی تین آدمی ٹامی گنیں لئے کھڑے دکھائی دیئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور لیڈی داؤد کے پیچھے آکھڑا ہوا۔

"چلو....!" وہ غرایا تھا۔

بہر حال انہیں تعمیل کرنی پڑی تھی۔ ذرا سی بے احتیاطی بھی انہیں موت سے ہم آغوش کرسکتی تھی۔

"یہ ایک طویل سرنگ نما راستہ ثابت ہوا۔!"

"آخر ہم کہاں جارہے ہیں.....!" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔

"جہنم میں.....!" جواب ملا تھا۔ "خاموشی سے چلتے رہو۔ ورنہ چھلنی کرکے رکھ دیں گے۔!"

یہ سرنگ نما راستہ قریباً ایک فرلانگ طویل ضرور رہا ہوگا۔ پھر انہیں آسمان دکھائی دیا تھا لیکن اب وہ ایک پتھریلی دراڑ کے درمیان چل رہے تھے۔ دونوں جانب پندرہ سولہ فٹ اونچی چٹانیں تھیں۔

عمران کے چاروں ماتحت عمارت کے باہر ہی ٹھہرے تھے۔ لہٰذا ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوسکا ہوگا کہ عمران پر کیا گذری۔

وہ چلتے رہے۔ حتیٰ کہ انہیں لہروں کے شور کے ساتھ آبی پرندوں کی بھی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔

پھر اچانک وہ عین سمندر کے ساحل پر بالکل کھلے میں آنکلے سامنے ہی ایک بڑی لانچ لنگر انداز تھی۔ اس کے علاوہ دور دور تک کوئی دوسری لانچ نہیں دکھائی دیتی تھی۔

"چلو.... لانچ پر.....!" ایک مسلح آدمی غرایا۔ عمران کی کمر سے ٹامی گن کی نال آلگی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے لانچ پر پہنچا تھا۔ لیڈی داؤد کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ لانچ پر اسٹرو کر کے علاوہ دو اور آدمی بھی پہلے ہی سے موجود تھے۔ انہیں ساتھ لانے والے مسلح آدمیوں میں سے ایک لانچ ہی پر رک گیا تھا اور دوسرے واپس چلے گئے تھے۔

انہیں ایک چھوٹے سے کیبن میں بند کردیا گیا۔ ساتھ ہی آگاہ بھی کیا گیا کہ مسلح آدمی کیبن کے دروازے پر موجود رہے گا۔ اگر انہوں نے گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو انجام بخیر نہ ہوگا۔

"خدا غارت کرے ان کو.... پتا نہیں کیا جال بچھایا ہے۔!" لیڈی داؤد دانت پیس کر بولی۔

"عمران خاموش تھا۔ وہ پھر بولی۔!" میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تنہا نہ اترنا چاہئے تہ خانے میں۔!"

"بار بار کہتی رہیئے.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا مطلب.....؟"

"ارے اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ آپ نے کچھ کہا تھا اور میں نے اس پر عمل نہیں کیا۔!"

"آخر یہ ہم کو کہاں لے جارہے ہیں۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ سفر ایک گھنٹے تک جاری رہا تھا۔ پھر لانچ کہیں لنگر انداز ہوئی تھی۔ مزید پندرہ منٹ گذر گئے لیکن کسی نے بھی ان کی خبر نہ لی۔

"کیا تم مسلح نہیں ہو.....!" لیڈی داؤد نے پوچھا۔

"نہیں محترمہ.....!"

"بڑی عجیب بات ہے.... ایسی مہمات سے دوچار رہتے ہو.... اور غیر مسلح رہتے ہو.....!"

عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اور تم فکر مند بھی نہیں معلوم ہوتے۔!"

"فکر مندی جیسی بیماریاں مجھ سے ہمیشہ دور رہتی ہیں۔!"

"ایسے حالات میں بھی.....؟"

"ایسے ہی حالات نے مجھے بے فکر بنادیا ہے محترمہ۔ کچھ نہ کچھ تو ہو کر ہی رہے گا۔ پھر فکر مندی کیسی....!"

"یا تم بالکل بیوقوف ہو یا بہت زیادہ چالاک....!"

"یا ہم زندہ رہیں گے یا مار ڈالے جائیں گے۔ اس لئے دیکھا جائے گا۔!"

"کیا دیکھا جائے گا۔!"

"بس اب کچھ نہ کہئے....!"

"مشورہ دے رہے ہو یا فیصلہ صادر کیا ہے۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ایک کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں سوت کی موٹی ڈور کا لچھا۔ ٹامی گن کے زد لے کر ان کے ہاتھ باندھے گئے تھے اور کیبن سے نکلنے کو کہا گیا تھا۔

وہ عرشے پر آئے۔ لانچ کسی ویران ساحل پر لنگر انداز ہوئی تھی ان دونوں کو خشکی پر اتارا گیا۔ لانچ کے عرشے پر کھڑا ہوا آدمی انہیں ٹامی گن سے کور کئے ہوئے تھا۔

دوسرے نے صرف لیڈی داؤد کے ہاتھ کھول دیئے اور پھر لانچ پر واپس چلا گیا۔

لانچ کا انجن جاگا تھا.... اور وہ تیزی سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔

"یہ... یہ... تو... کوئی ویران جزیرہ معلوم ہوتا ہے۔!" لیڈی داؤد کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"بڑے کمینے معلوم ہوتے ہیں۔!" عمران نے کہا۔ "آپ کے ہاتھ کھول دیئے اور مجھے یو چھوڑ گئے۔!"

"میں کھولے دیتی ہوں.... لیکن اب کیا ہوگا۔!"

اس نے عمران کے ہاتھ کھول دیئے اور وہ زمین پر اکڑوں بیٹھتا ہوا بولا۔ "میری تو مٹی پلید ہوگئی۔!"

"کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"شائد ہم اس ویران زمین کے آدم و حوا کہلائیں گے۔!"

"کیا بکواس....!"

"یہاں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں معلوم ہوتا مائی لیڈی....!"

"آخر اس حرکت کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔!"

"خدا جانے....!"

"اٹھو.... اس طرح کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔!"

"اٹھ کر ہی کیا کر لوں گا۔!" عمران کراہتا ہوا اٹھا تھا۔

"تہہ خانے میں داخل ہونے سے پہلے تم نے کہا تھا کہ میری حفاظت کرو گے۔!"

"بیوقوف لوگ حفاظت کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتے ہیں۔!"

دفعتاً عجیب قسم کا شور سنائی دیا تھا اور وہ چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے تھے۔

"یہ کیا ہے....؟"

"کسی بہت پرانے موڈل کی گاڑی معلوم ہوتی ہے۔!"

پھر انہیں وہ گاڑی دکھائی دے گئی تھی۔ جسے ایک جانی پہچانی شکل والا آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"شش.... شاہد....!" لیڈی داؤد ہکلائی۔

"معلوم ہوتا ہے.... اس نے شاہد کے کئی خول بنوار کھے ہیں۔!"

پچھلی سیٹ پر دو آدمی تھے جنہوں نے مشین پستول سنبھال رکھے تھے۔ شاہد نے انجن بند کیا اور چھلانگ مار کر گاڑی سے اتر آیا۔

"اخاہ.... تو آپ ہیں....!" عمران پر نظر پڑتے ہی چہکارا تھا۔

عمران جہاں تھا وہیں رک گیا۔ دونوں مسلح آدمی بھی گاڑی سے اتر آئے۔

"تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیا کرتے پھر رہے ہو....!" لیڈی داؤد نے شاہد کو مخاطب کیا تھا۔

"میں آپ کا وہی پرانا خادم ہوں لیڈی داؤد....!"

"میں تمہاری اصلیت جاننا چاہتی ہوں....!"

"میرا باپ اسی فکر میں دنیا سے چل بسا تھا۔ آپ ان فضولیات میں پڑ کر وقت نہ ضائع کیجئے۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں تک کیسے پہنچیں....!"

"کیا تم نہیں جانتے۔!" لیڈی داؤد نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں.... میں نہیں جانتا....!"

"ہم اس تہہ خانے سے گذر کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ جہاں تم لوگوں نے اسلحہ کا ذخیرہ کر رکھا ہے۔!"

"میں ایسے کسی تہہ خانے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔!"

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "پیدا ہو کر سیدھے یہیں چلے آئے ہیں۔!"

"شٹ اپ.....!" شاہد دہاڑا۔

"پھر اور کیا کہوں پیارے بھائی.....!"

"اب میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ داؤد کے قاتل تم ہی ہو۔ تم نے پہلے اسے ورغلا کر اپنا کام نکالا۔ پھر راستے ہی سے ہٹا دیا۔!"

"تم بہت ذہین ہو لیڈی داؤد.....!"

"لیکن تم اس وہم میں نہ رہنا کہ خود بچے رہو گے۔!"

"شائد اسی لئے عمران کو ساتھ لئے پھر رہی ہو.....!"

"عمران..... کون عمران.....؟" لیڈی داؤد چونک پڑی۔

"بننے کی ضرورت نہیں!" شاہد نے سخت لہجے میں کہا۔ "یہ تم دونوں کی زندگی کا آخری دن ہے۔!"

وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ پھر اس نے اگلی سیٹ پر سے چمڑے کا ہنٹر اٹھایا تھا اور عمران کی طرف دیکھ کر بولا تھا۔ "تمہارا بھی وہی حشر ہو گا ورنہ بتادو کہ ایکس ٹو کون ہے۔!"

"اس ایندھن کو کہتے ہیں جس سے بچے راکٹ اڑاتے ہیں۔!"

"اچھی بات ہے..... یہ لو.....!" شاہد نے ہنٹر سے ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن عمران صاف بچ گیا تھا۔

"ٹھہرو.....! میری بات کا جواب دو.....!" لیڈی داؤد ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "تم نے آخر میرے مکان کو اسلحے کا گودام کیوں بنا رکھا ہے۔!"

"میں کیوں بنانے لگا۔ مکان تمہارا ہے۔ تم جانو۔ داؤد کسی قبرستان کا مجاور تو نہیں تھا۔ اسمگلر تھا اسمگلر.....!"

لیڈی داؤد دانت پیس کر رہ گئی۔

شاہد نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ "تم عمران کی تلاشی لینے کے بعد اسکے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔!"

شاہد کے ساتھی نے مشین پستول ایک طرف رکھ دیا تھا اور عمران کی جامہ تلاشی لینے کے لئے اس کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک عمران بہت زور سے چیخا۔ پھر اس پل بھر کے تعطل

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے مشین پستول کے لئے چھلانگ لگائی تھی۔ دوسرے آدمی کے مشین پستول سے گولیاں نکلی تھیں۔ لیکن عمران تو کبھی کا اس جگہ کو چھوڑ چکا تھا جہاں گولیوں نے ریت اڑائی تھی۔ دوسرے حملے کی نوبت نہ آسکی کیونکہ عمران نے بھی ٹریگر پر زور ڈالا تھا۔ حملہ آور نے قلابازی کھائی اور پھر نہ اٹھ سکا۔

"اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا تم دونوں.....!" عمران نے شاہد اور اس کے ساتھی کو کور کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرا بندر پن ابھی دیکھ ہی چکے ہو۔!"

"پستول زمین پر ڈال دو..... ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے۔!" دفعتاً عقب سے آواز آئی۔ عمران تو جہاں تھا کھڑا ہی رہ گیا تھا۔ لیکن لیڈی داؤد تیزی سے مڑی تھی۔ ٹیلے پر ایک آدمی ٹامی گن چھپائے کھڑا نظر آیا۔

"پستول زمین پر ڈال دو.....!" پھر آواز آئی۔ اس بار عمران نے بے چوں وچرا وہی کیا جس کے لئے کہا گیا تھا۔

شاہد وحشیانہ انداز میں مشین پستول کی طرف جھپٹا تھا۔ پستول اٹھا کر اس نے اس کا دستہ عمران کے شانے پر رسید کرتے ہوئے اونچی آواز میں کہا تھا۔ "راٹھور..... وہ آدمی ہاتھ لگ گیا ہے جس کی تمہیں تلاش تھی۔ یہ عمران ہے یہی بتائے گا کہ ایکس ٹو کون ہے اور کہاں ہے۔!"

نووارد ٹیلے سے اتر کر قریب آگیا تھا اور لیڈی داؤد کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"تو یہ ہے عمران۔!" اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"نہیں وہ لیڈی داؤد ہیں..... عمران تو میں ہوں جناب.....!" عمران نے کہا۔

"انہیں اسٹیمر پر لے چلو.....!" راٹھور نے شاہد سے کہا۔

"عمران کو لے جاؤ..... لیڈی داؤد میرے ساتھ جائیں گی۔!" شاہد بولا۔

"نہیں..... پہلے اسٹیمر پر جائیں گی۔!" راٹھور بولا۔

"یہ ناممکن ہے.....!" شاہد کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

"یہی مناسب ہے.....!" راٹھور لاپرواہی سے بولا۔

"لیڈی داؤد کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔!"

"نہ ہو.....!" راٹھور نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن اب یہ ایک خطرناک گواہ ثابت ہو سکتی ہے۔!"

"اور کیا.... یہ تو قاعدے کی بات ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم خاموش رہو....!" شاہد دہاڑا۔

"غصے میں نہ آؤ شاہد....!" راٹھور نرم لہجے میں بولا تھا۔

"اچھا تو تم بھی اسے شاہد ہی سمجھتے ہو....!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"چوپ رہو....!" شاہد حلق پھاڑ کر چیخا تھا اور پھر بڑھ کر عمران کے پیٹ پر ٹھوکر ماری تھی۔

عمران دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے بیٹھتا چلا گیا۔

"تم سچ مچ کتے ہو....!" لیڈی داؤد غرائی تھی۔

"خبردار.... وہیں ٹھہرو.... جہاں کھڑی ہو۔!" شاہد نے مشین پستول کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ کچھ اور بھی کہتا لیکن ٹھیک اسی وقت عمران نے دونوں مٹھیوں سے ریت اچھالی تھی۔ ایک مٹھی راٹھور کی آنکھوں میں جھونکی تھی اور دوسری شاہد کی آنکھوں میں پھر راٹھور کی ٹامی گن پر قبضہ کرنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ ساتھ ہی گولیوں کی بوچھاڑ تیسرے آدمی پر پڑی جس نے عمران پر فائر کرنا چاہا تھا۔

"اب مشین پستول پھینک دو شاہد....!" عمران غرایا۔ "تمہارا یہ آدمی بھی ختم ہو گیا ٹھیک لیڈی داؤد.... آپ دونوں پستول اٹھا لیجئے....!"

لیڈی داؤد نے خاصی پھرتی دکھائی تھی۔ ان دونوں کی آنکھیں بھنچی ہوئی تھیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔

"اب کیا خیال ہے مسٹر شاہد....!" عمران بولا۔ "یہ کھیل کب تک جاری رہے گا۔!"

"تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے۔!" شاہد دہاڑا۔

"وہ تو میں بعد میں دیکھوں گا.... وہ عورت ہمارے قبضے میں ہے جسے تم نے بیگم ایکس ٹو بنایا تھا۔ سعدیہ بہت کچھ اگل چکی ہے۔ اسلحے کا ذخیرہ بھی لیکن ٹھہرو.... تمہیں تو میں پہچانتا ہوں۔ یہ راٹھور کون ہے۔!"

شاہد کچھ نہ بولا۔ راٹھور بھی خاموش تھا۔ دونوں کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔

"لیڈی داؤد.... کیا آپ شاہد کا چہرہ دیکھنے کی کوشش نہیں کریں گی۔ ویسے میں تو اس خول کے باوجود بھی اسے پہچان چکا ہوں۔!"

"ضرور دیکھوں گی اچھے دوست....!" وہ آگے بڑھتی ہوئی بولی اور عمران نے کہا تھا۔ "شاہد جھک جاؤ....!"

شاہد جھکا تھا.... لیکن حکم کی تعمیل میں نہیں.... بلکہ کسی ارنے بھینسے کی طرح جھپٹ کر عمران کے سینے پر ٹکر مارنی چاہی تھی۔ لیکن اسی ہی لمحے میں عمران کی ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ بے ہنگم سی آواز کے ساتھ الٹ گیا۔

"بس اب اسی طرح پڑے رہنا.... ورنہ ٹامی گن کی بوچھاڑ تمہیں چاٹ جائے گی۔ لیڈی داؤد جلدی کیجئے۔!"

لیڈی داؤد اس کے بال پکڑ کر زور لگانے لگی تھی۔ ادھر شاہد نے مضبوطی سے اپنی گردن پکڑ رکھی تھی۔

"چھوڑیئے.... کیا فائدہ.... شکل دکھانا نہیں چاہتا تو نہ سہی.... میں بتائے دیتا ہوں.... یہ نادر چنڈولا ہے۔!"

"نہیں....!" راٹھور اور لیڈی داؤد کی زبانوں سے بیک وقت نکلا تھا۔

"وہی ہے.... چہرے پر خول چڑھا سکتا ہے۔ لیکن انگلیوں کے نشانات کا انتظام اس کے بس میں نہیں ہے۔!"

"میں تجھے مار ڈالوں گا۔!" شاہد لیڈی داؤد کو ایک طرف جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ کسی پاگل ہی آدمی کی طرح عمران پر ٹوٹ پڑا تھا۔

"ہٹ جاؤ....!" بیگم داؤد چیخی۔ "ورنہ مارتی ہوں گولی۔!"

لیکن یہ دھمکی بھی کارگر نہ ہوئی۔ شاہد کو غالباً ٹامی گن بھی یاد نہیں رہی تھی۔ عمران نے لیڈی داؤد سے کہا۔ "یہ ٹامی گن بھی اپنے ہی قبضے میں رکھئے.... نادریوں نہیں مانے گا۔!"

لیڈی داؤد راٹھور کو کور کئے کھڑی رہی۔ ساتھ ہی کہتی جا رہی تھی۔ "تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے ان حربوں کا استعمال نہیں آتا۔ زندگی عزیز ہے تو ہاتھ اٹھائے کھڑے ہی رہنا....!"

ادھر نادر دیوانوں کی طرح جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا۔ اسی دوران میں چمڑے کا وہ ہنٹر بھی عمران کے ہاتھ آ گیا جو خود اس کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ اس نے ٹھوکر مار کر شاہد کو دور اچھال دیا اور پھر چابک والا ہاتھ گھوما تھا۔ شڑاپ.... شڑاپ.... شڑاپ.... پے در پے کئی

ہاتھ شاہد پر پڑ گئے اور اب عمران اچھل کود کر اتنا فاصلہ برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ چابک کو بخوبی استعمال کر سکے۔ اسی دوران میں ایک بار وہ راٹھور اور لیڈی داؤد کے درمیان آ گیا تھا۔ راٹھور نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نکل جانا چاہا لیکن لیڈی داؤد اس سے زیادہ پھرتیلی ثابت ہوئی تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے اپنی پوزیشن تبدیل کی اور راٹھور پر فائرنگ شروع کر دی۔

وہ چیختا ہوا ڈھیر ہو گیا تھا۔ کئی گولیاں اس کی پشت میں اُتر گئی تھیں۔

ادھر عمران پر جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ شاہد کو چمڑے کے چابک سے پیٹے ڈال رہا تھا۔

پھر شاہد بھی گر پڑا اور عمران نے لیڈی داؤد سے پوچھا۔

"کیا راٹھور ختم ہو گیا....؟"

"بالکل.... کئی گولیاں لگی ہیں....!"

"بُرا ہوا... وہ ایک پڑوسی ملک کا اسمگلر تھا۔ خیر اب آیئے اور نادر چنڈولا کے درشن بھی کر لیجئے۔!"

اس نے جھک کر شاہد کے چہرے سے خول اتار دیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ پلکیں بھی جھپکا رہا تھا۔ لیکن جنبش کرنے کی سکت اس میں نہیں رہ گئی تھی۔

"یہ مردود.... معقول معاوضے پر آدمیوں کو بھی اسمگل آؤٹ کر دیتا تھا۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "پتا نہیں کتنے بھولے بھالے لوگ اس کی وجہ سے عرب کے ریگستانوں میں ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔!"

لیڈی داؤد کچھ نہ بولی۔

عمران سیدھا کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"یہ میرے ہی جزیرے کا شمالی ویران ساحل ہے۔!" وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "اس لانچ کے لوگوں نے ہمیں دھوکے میں رکھنے کیلئے پورا ایک گھنٹہ صرف کر دیا تھا۔ عمران میں تمہاری مشکور ہوں۔ ساری زندگی تمہیں اپنا بہترین دوست تصور کرتی رہوں گی اور یہ حرامزادہ اسکے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اسے لوگ فرشتہ سمجھتے تھے۔ اور یہ دوہرا کردار ادا کرتا رہا تھا۔"

نادر چنڈولا لمبے کاروبار والا ثابت ہوا تھا۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایک پڑوسی ملک کے بہت بڑے اسمگلر کے ایجنٹ کی حیثیت سے بھی کام کر رہا تھا۔ منشیات اور آدمیوں کا اسمگلر تو تھا ہی لیکن ان

دنوں تخریب کاروں کے لئے اسلحہ کی سپلائی بھی اپنے ذمے لے لی تھی۔ راٹھور اسی بڑے اسمگلر کا نمائندہ تھا اور ان دنوں اس لئے یہاں موجود تھا کہ اپنے آقا کے احکامات کے مطابق عمران اور ایکس ٹو کو تلاش کر کے ٹھکانے لگوا دے۔

نادر چنڈولا نے ہوش میں آنے کے بعد مزید کئی ایسی جگہوں کی نشاندہی کی تھی جہاں اسلحہ کے ذخیرے موجود تھے۔ پرنس داؤد اس کا شریک کار تھا۔ لیکن لیڈی داؤد اس سے لاعلم تھی۔ وہ تو سمجھتی تھی کہ وہ قانونی طور پر نادر کا شریک کار ہے۔!

بہر حال وہ عمران کی بے حد ممنون تھی۔

سعدیہ درانی پر بھی فرد جرم عائد کر دی گئی تھی اور اسے جیل بھیج دیا گیا تھا۔ البتہ تمو تھی سرکاری گواہ کی حیثیت سے ہسپتال میں زیر علاج تھی۔

نادر خود اپنے نائب کی حیثیت سے بشکل شاہد اپنے آدمیوں کے ہاتھ بھی بٹاتا تھا اور ان پر کڑی نظر بھی رکھتا تھا۔ کچھ دوسری شکلوں کے خول بھی اس کی قیام گاہ سے برآمد ہوئے تھے۔ جنہیں وہ وقتاً فوقتاً استعمال کرتا رہتا تھا۔

صفدر کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی اور وہ اسپیشل وارڈ کے ایک آرام دہ کمرے میں لیٹا ہوا بڑی محبت سے عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"او بھائی۔!" عمران گڑبڑا کر بولا۔ "نرس باہر گئی ہے۔ یہ میں ہوں تمہارا خادم عبدالمنان۔!"

"آپ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے۔!" صفدر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"آہستہ....!" عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "کہیں کوئی نامحرم نہ سن لے۔!"

"آپ ناقابلِ تسخیر ہیں۔!"

"اب تو تم نے لونڈیوں کی سی باتیں شروع کر دیں۔!"

صفدر نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

﴿ تمام شد ﴾

عمران سیریز نمبر 82

شہباز کا بسیرا

(مکمل ناول)

پیشرس

"شہباز کا بسیرا" ملاحظہ فرمایئے۔ کتاب کسی قدر دیر سے آپ تک پہنچ رہی ہے۔ بے حد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کراچی کے موسم کو نہ عمران کی خوش فعلیوں سے دلچسپی ہے اور نہ فریدی کے دھاکڑپن سے۔ جہاں گرم اور خشک ہوا چلی فریدی اور عمران کے خالق صاحب پٹخنی کھا گئے۔ دماغ شل اور روح بوجھل، بہت زیادہ جھونجھل میں آئے تو آس پاس کے لوگوں سے اس طرح الجھنا شروع کر دیا جیسے فن ناول نویسی پر تو احسان کر رہے ہیں ورنہ پیشہ آبا سپہ گری تھا۔

اسلام آباد والی بھتیجی اور بھتیجے کو شکایت ہے کہ موجودہ دور کی کہانیاں ذہن پر کوئی خاص اثر نہیں چھوڑتیں۔ کتاب ختم کی اور ذہن صاف، یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ نہ تکدر نہ ملال (کہانی کے سلسلے میں) ورنہ پیسوں کے ضائع ہونے کا ملال تو ہوتا ہی ہوگا۔ ویسے یہ

دوسری بات ہے کہ سال بھر بعد آپ کو یہی کہانیاں بہت اچھی لگیں گی۔ یہ بھی ایک تجربہ ہے، دیدہ و دانستہ ایسا کر رہا ہوں۔ فلم "دھماکہ" میں بھی میں نے یہی تجربہ کیا تھا۔ دیکھنے والے کہتے تھے "دیکھتے وقت بڑا مزہ آتا ہے، لیکن ہال سے باہر نکلو تو یاد ہی نہیں آتا کہ کیا دیکھا تھا۔" کتنی اچھی بات ہے۔ آپ تفریح کی خاطر فلم دیکھنے گئے تھے، جب تک دیکھتے رہے ذرہ برابر بھی بوریت محسوس نہیں کی۔ صاف ستھرا ذہن لے کر گھر پہنچے.... یہ تو نہیں کہ پڑے کروٹیں بدل رہے ہیں بستر پر اور سوچ رہے ہیں "ہائے کیسی بپتا پڑی تھی بیچاری پر۔ پہلے باپ مرا۔ پھر ماں مری۔ پھر سارے بہن بھائی بھی مر گئے۔ بالکل اکیلی رہ گئی۔ بیچاری۔ اور وہ بھی تو نہ ہوا اپنا جسے اپنا سمجھتی تھی۔ سہیلی کو لے بھاگا بدبخت.... وغیرہ وغیرہ۔"

سعودی عرب سے ایک اسٹور کیپر صاحب نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ اگر پیسہ ہی کمانا ہے تو آلو چھولے بیچا کروں۔ بھائی! آپ تو پیسہ کمانے کے سلسلے میں وطن تک کو خیرباد کہہ بیٹھے ہیں اور مجھے اتنا آسان مشورہ دے رہے ہیں۔ دو روپے والی کتاب اگر آپ کو وہاں تین ریال میں ملتی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ یہاں دو روپے والے تو بہت خوش ہیں مجھ سے۔ آپ بھی واپس آجائیے اور یہیں دو روپے کی خرید کر پڑھیے۔ مزہ نہ آئے تو دو روپے واپس

کر دوں گا۔"

بہت دنوں سے فرمائش جاری تھی کہ عمران کو ایک بار پھر "شکرال" لے جایا جائے۔ سو آپ اس کہانی (شہباز کا بسیرا) کے اختتام پر اس کو شکرال ہی کے راستے پر پائیں گے۔ لیکن خدارا ابھی سے آپ خود ہی کوئی پلاٹ نہ بنانا شروع کر دیجئے گا۔ ورنہ پھر یہی ہوگا کہ "واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔" ویسے میرا دعویٰ ہے کہ محض "ریشوں کی یلغار" نام کی بناء پر آپ کوئی پلاٹ نہ بنا سکیں گے۔

یہ "بیگم ایکس ٹو" نہیں ہے۔ "کیا سمجھے؟"

بہرحال میں زندہ اور آپ کی جان لیوا تنقید باقی۔

والسلام

ابن صفی

۱۶/اپریل ۱۹۷۵ء

اگر اس نے طیارے سے اتر کر فضائی کمپنی ہی کی گاڑی سے پہنچنے کا ارادہ کیا ہوتا تو شائد اتنی آسانی سے ان لوگوں کے ہتھے نہ چڑھ جاتا۔ ٹیکسی خود ہی اس کی طرف آئی تھی اور ڈرائیور نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں جائے گا اور وہ اسے پتہ بتا کر پچھلی نشست پر بیٹھ گیا تھا اس کی پاس ایک بریف کیس کے علاوہ اور کوئی سامان نہیں تھا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے جناب....!" ڈرائیور بولا۔ "بس یہ میرا آخری ٹرپ ہے اور مجھے بھی اُدھر ہی جانا ہے۔!"

ٹیکسی حرکت میں آگئی تھی۔ وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ اسے یہاں کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے بہت زیادہ احتیاط کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ ویسے وہ احمق بھی نہیں تھا۔ اپنے ساتھیوں میں اول درجے کا ذہین اور پھرتیلا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ۔

جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

اگر اپنے ملک میں وہ کسی مہم پر نکلا ہوتا تو اتنا بے خبر نہ ہوتا کہ ایک گاڑی نے اس کی ٹیکسی کا تعاقب اسی وقت شروع کر دیا تھا جب وہ ایئر پورٹ سے شہر کی طرف روانہ ہوئی تھی۔

وہ نشست کی پشت گاہ میں ٹیک لگائے سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ کسی قدر غنودگی بھی اس پر طاری تھی۔

وہ یہاں پہلی بار آیا تھا۔ صرف ایک نام اور پتا تھا اس کے پاس۔ پتا اُس نے ٹیکسی ڈرائیور کو بتا دیا تھا اور اسے یقین تھا کہ کسی دشواری کے بغیر منزل مقصود تک پہنچے گا۔ اُسے اس کا بھی علم نہ

کہ جن لوگوں تک اسے پہنچنا ہے وہ اس کی آمد کے متوقع ہوں گے لیکن دن اور وقت کا تعین نہیں کیا گیا تھا اور نہ انہی میں سے کوئی ایئر پورٹ پر اُس کا منتظر ہوتا۔

بہر حال وہ تو یہ نہیں جانتا تھا کہ یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور اتنی اچھی اور بامحاورہ انگلش نہیں بول سکتے جتنی یہ ٹیکسی ڈرائیور بولتا رہا تھا۔

قریباً پندرہ یا بیس منٹ بعد ٹیکسی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر پورچ میں جا رکی تھی۔

"کیوں...؟" وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا حیرت سے بولا۔ "یہ وہ عمارت تو نہیں معلوم ہوتی۔!"

"وہی ہے....!" ٹیکسی ڈرائیور مسکرا کر بولا۔

"تم مجھے غلط جگہ لے آئے ہو.... وہ کوئی بڑی عمارت ہے۔ کئی منزلہ جس کے ایک فلیٹ میں مجھے جانا ہے۔!"

"اتنے میں وہ گاڑی بھی پیچھے آرکی جو ایئر پورٹ ہی سے تعاقب میں رہی تھی۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ پھر ڈرائیور کی طرف مڑا ہی تھا کہ اس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر طویل سانس لی۔ آنے والی گاڑی سے دو آدمی اترے تھے اور انہوں نے بھی ریوالور نکال لئے تھے۔ وہ سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔

"اترو....!" باہر سے ایک آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔

"مم.... میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے.... تم تلاشی لے سکتے ہو۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"نیچے اتر کر بات کرنا....!" ڈرائیور نے اپنے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

"ب.... بریف کیس....!"

"بریف کیس.... اٹھالو.... اور نیچے اُتر جاؤ....!"

"بہت.... بہت اچھا.... تم دیکھو گے کہ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ بریف کیس میں ایک سلیپنگ سوٹ اور سگریٹ کے پیکٹوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔!"

"میں نے کہا تھا نیچے اتر کر بات کرو۔!" ڈرائیور نے سرد لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے....!" اس نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اترنے لگا تھا۔ انداز سے بوکھلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ دونوں ٹانگیں آپس میں الجھ گئیں اور وہ بریف کیس سمیت

گھٹنوں کے بل نیچے آپڑا.... پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کا بریف کیس پورچ میں لگے ہوئے بلب کی طرف اچھلا تھا اور ہلکے سے دھماکے کے ساتھ وہاں اندھیرا چھا گیا تھا۔

وہ کسی چھپکلی کی طرح دوسری گاڑی کے نیچے رینگ گیا۔

"خبر دار.... گولی ماردی جائے گی۔!" کسی نے چیخ کر کہا تھا لیکن اتنی دیر میں وہ لان پر پہنچ چکا تھا۔

مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے گہرا اندھیرا تھا۔ ورنہ وہ سیدھا کھڑا ہو کر دوڑ نہ لگا سکتا۔ ویسے اُس نے دو فائروں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ پھاٹک کی طرف جانے کی بجائے وہ بائیں جانب مڑ گیا۔ اتنا اندازہ تو اسے ہو ہی گیا تھا کہ وہ اس چہار دیواری کو کسی بھی جگہ سے پھلانگ سکے گا۔

دوبارہ روشنی کا انتظام ہونے سے قبل ہی وہ اس عمارت کی حدود سے نکل جانا چاہتا تھا۔

دونوں ہاتھ اٹھا کر اچھلا اور دیوار کا سرا تھامے ہوئے اٹھتا چلا گیا۔

دوسری طرف اترتے وقت اُس نے خاصی احتیاط سے کام لیا تھا۔ زمین مسطح اور سخت تھی۔

آس پاس اور کسی عمارت کے آثار نہ دکھائی دیئے۔ تو یہ قریب قریب ویرانہ ہی تھا۔ پھر سمت کا تعین کئے بغیر اس نے ایک طرف دوڑ لگادی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے مڑ کر دیکھا تھا بہت دور دو متحرک ٹارچیں نظر آرہی تھیں۔ اس نے رفتار اور تیز کردی۔ ٹارچوں کے حیطۂ انعکاس سے دور ہی رہ کر محفوظ رہ سکتا تھا۔ انتہائی کوشش کررہا تھا کہ بے آواز دوڑتا رہے۔ بد حواسی کے عالم میں بھی اسے اس کا احساس رہا تھا۔

پھر ٹارچ کی روشنی بہت پیچھے رہ گئی تھی اور اب وہ اتنی تیزی سے دوڑ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اب وہ لمبی لمبی گھاس کے درمیان تھا۔

دوڑ کے اختتام پر اس نے محسوس کیا تھا کہ اب دم لینا ضروری ہے۔ دوڑتے وقت تو ذرہ برابر تھکن نہیں معلوم ہوئی تھی مگر اب وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

نامعلوم حملہ آور اندھیرے میں نہ جانے کہاں بھٹکتے پھر رہے ہوں گے اور اب تو ٹارچ کی روشنی بھی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

وہ رک گیا اور کھڑا آگے پیچھے جھولتا ہوا ہانپتا رہا۔ لیکن سوال تو یہ تھا کہ اب جائے کہاں۔ نہ تو کوئی ویرانہ تھا اور وہ بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان کے نیچے سمتوں کا تعین بھی نہیں کرسکتا تھا۔

دس منٹ گذر گئے لیکن بدستور سناٹا طاری رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلنے لگا تھا۔ جلد ہی اونچی گھاس کے الجھیڑوں سے نجات مل گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ایسے میں بارش شروع ہوگئی تو کیا ہوگا؟ کچھ دور چل کر ڈھلان شروع ہوگئی تھی اور وہ بہت احتیاط سے قدم اٹھانے لگا تھا۔

ابھی ڈھلان کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ بڑی بڑی بوندیں آگئیں اور اس نے غیر ارادی طور پر پھر دوڑنا شروع کردیا۔

اس بار وہ منہ کے بل قد آدم جھاڑیوں میں گرا تھا۔ بوکھلا کر اٹھا تو ایسا لگا جیسے ان جھاڑیوں کی دوسری طرف کوئی عمارت موجود ہو۔

اور وہ سچ مچ ایک چھوٹی سی عمارت ہی تھی۔ وہی نہیں وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی عمارتیں تھیں۔ وہ جھپٹ کر قریبی عمارت کے برآمدے میں جا پہنچا۔ یہاں بھی اندھیرا تھا۔

بارش جس زور و شور سے شروع ہوئی تھی اُسی طرح اچانک تھم بھی گئی اور وہ دیوار سے ٹکا کھڑا سوچتا رہا۔ آخر اب کیا کرے۔

پھر اچانک اُسے کتوں کا شور سنائی دیا تھا۔ آوازیں دور کی تھیں لیکن بتدریج قریب ہوتی جارہی تھیں اس نے سوچا کیوں نہ اس عمارت کے مکینوں کو جگا کر اُن سے مدد طلب کی جائے ٹیکسی ڈرائیور کی فریب دہی کی کہانی مناسب رہے گی۔ اس کے سفری کاغذات تو اس کی جیب ہی میں تھے۔ اُن لوگوں کو مطمئن کیا جاسکے گا۔

یہی مناسب ہے ورنہ اگر آوارہ کتوں کے ہتھے چڑھ گیا تو شکل بھی نہ پہچانی جاسکے گی۔

وہ دیوار ٹٹولتا ہوا دروازے تک پہنچا تھا اور پھر دستک دینے ہی والا تھا کہ ہاتھ اس قفل سے ٹکرایا جو دروازے پر لٹک رہا تھا۔

اوہ.... تو عمارت مقفل ہے.... اس کا یہ مطلب ہوا کہ خالی ہے۔

کتوں کی آواز کچھ اور قریب ہوگئی تھی۔

ایک نئے خیال نے اس کے ذہن میں سر اٹھایا۔ ہوسکتا ہے عمارت خالی نہ ہو۔ بلکہ اس کے مکین کہیں اور گئے ہوں اور یہاں ٹیلی فون ڈائرکٹری بھی موجود ہو۔ ڈائریکٹری میں وہ اپنے میزبان کا فون نمبر تلاش کرسکتا تھا جس کا علم اسے نہیں تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے پرس نکالا اور اس کے ایک خانے میں انگلی ڈال کر کچھ تلاش کرتا رہا پھر وہ

باریک سا اوزار قفل کے سوراخ میں رینگ گیا تھا۔ جو اُس کے پرس سے برآمد ہوا تھا۔

قفل کھلنے میں دیر نہ لگی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ دائیں بائیں سوئچ بورڈ تلاش کرنے کے لئے ہاتھ ہلائے تھے۔ بائیں جانب سوئچ بورڈ تھا لیکن وہ فوری طور پر روشنی کردینے کا خطرہ نہیں مول لینا چاہتا تھا۔ جیب سے ماچس کی ڈبیا نکال کر ایک تیلی جلائی۔ کھڑکیوں پر پردے موجود تھے۔ لیکن اتنے دبیز بھی نہیں معلوم ہوتے تھے کہ لائٹ جلانے کے بعد باہر سے کھڑکیاں روشن نہ نظر آئیں۔

ماچس کی تیلیوں ہی کی روشنی پر قناعت کرنی پڑی۔ تین کمروں کے اس چھوٹے سے مکان میں اُسے وہ چیز بالآخر مل ہی گئی جس کی اُسے تلاش تھی۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری اور فون بھی موجود تھا۔ اُس نے جھک کر اس کے نمبر معلوم کرنے چاہے لیکن ساکٹ میں نمبر کارڈ موجود نہیں تھا۔ کمرہ ایسی جگہ واقع تھا کہ اس کی روشنی باہر نہیں جاسکتی تھی۔ اس نے بلب روشن کیا اور ڈائریکٹری کی ورق گردانی کرنے لگا۔ دفعتاً اس کے چہرے پر تازگی نظر آنے لگی۔ شائد وہ نمبر مل گیا تھا جس کی اُسے تلاش تھی۔

فون سرہانے ہی رکھا تھا جیسے ہی گھنٹی بجی وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر پہلے آنکھ لگی تھی۔ ریسیور اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ “ہیلو....!”

“کیا آقائے علی عمران کی اقامت گاہ ہے۔!” دوسری طرف سے آواز آئی۔

“ہے تو....!” عمران کی غنودگی رفوچکر ہوگئی۔

“ہفتم الف....!” دوسری طرف سے کہا گیا۔ “آپ کون ہیں....؟”

“علی عمران.... لیکن تم کہاں سے بول رہے ہو۔!”

“میں دشواری میں پڑ گیا ہوں جناب ٹیکسی ڈرائیور کو آپ کا پتہ بتایا تھا لیکن وہ کہیں اور لے گیا۔ دو آدمی اور آگئے.... وہ مجھے پکڑنا چاہتے تھے۔ لیکن نہ پکڑ سکے۔ البتہ میرا بریف کیس وہیں رہ گیا۔ وہ عمارت کسی ویران جگہ پر ہے.... میں بھاگ نکلا اب ایک مکان کا قفل کھول کر اس میں داخل ہوا ہوں۔ یہاں فون تو موجود ہے لیکن اس پر نمبر کا کارڈ نہیں ہے۔!”

“تم نے ایئرپورٹ ہی سے فون کیوں نہیں کیا تھا....!”

“مجھے صرف آپ کا پتہ بتایا گیا تھا... فون نمبر نہیں دیئے گئے تھے۔ یہ تو میں نے ڈائریکٹری سے تلاش کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس وقت کہاں ہوں۔!”

“اسی طرح بولتے رہو.... میں ابھی معلوم کئے لیتا ہوں۔ اگر بولنے کے لئے کچھ نہ ہو تو حافظ کی کوئی عمدہ سی غزل شروع کردو....!”

“میں سمجھ گیا....!”

“ٹھیک ہے....!” عمران نے کہا اور ریسیور میز پر ڈال دیا۔

پھر وہ اس کمرے میں آیا جہاں ایکس ٹو والا فون تھا۔ اس پر سائیکو مینشن کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر بولا۔ “عمران کے ذاتی فون پر کہیں سے کال ہو رہی ہے۔ ایکس چینج سے دوسری طرف کا نمبر اور پتہ معلوم کر کے مجھے مطلع کرو....!” اس نے ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں گفتگو کی تھی۔ ریسیور رکھ کر وہ پھر خواب گاہ میں آیا۔ میز سے ریسیور اٹھایا.... دوسری طرف سے حافظ کی غزل بصد خوش الحانی جاری تھی۔ غزل کے اختتام پر عمران نے کہا۔ “تم تو اچھے خاصے گلوکار ہو۔!”

“بظاہر ٹی وی کا فنکار بھی ہوں جناب....!”

“اب کوئی فلمی گانا بھی ہو جائے تاکہ معیار کا اندازہ لگا سکوں۔ ہمارے یہاں تو پیار دُمبہ دُمبہ ہوتا ہے۔!”

“میں نہیں سمجھا جناب....!”

“ایک فلمی گیت کا مکھڑا ہے۔!”

“مگر دُمبہ دُمبہ....!” دوسری طرف سے بصد حیرت پوچھا گیا۔

“ہاں ہاں.... گھوڑوں گدھوں کا گیت ہے۔!”

“میں نے حال ہی میں آپ کے یہاں کی ایک فلم دیکھی تھی۔ کیا نام تھا۔ ہاں یاد آیا.... کھوتے دا پتر گکڑ....!”

“اچھا.... اچھا.... ہاں اسے نیشنل ایوارڈ مل چکا ہے۔!”

“اب کیا بولوں جناب....!”

“شادی شدہ ہو....؟”

"جی ہاں....!"

"بیوی کے والدین زندہ ہیں....؟"

"جی ہاں....!"

"تب پھر تم کیوں زندہ ہو....!"

"نہیں سمجھا جناب....!"

"کیا تمہاری بیوی تمہارے اصل بزنس سے واقف ہے....؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر معلوم ہو جائے تو فوراً طلاق کا مطالبہ شروع کر دے گی۔ بھلا کون عورت پسند کرے گی کہ اس کا شوہر پیشہ ور قاتل ہو۔ وہ تو مجھے فلمی ہیرو بنانے کے خواب دیکھ رہی ہے۔!"

"عمر کیا ہے تمہاری....؟"

"ستائیس سال....!"

"کتنی بار زخمی ہوئے ہو....!"

"گیارہ مرتبہ....!"

"خیر جیسے ہی میں کہوں کہ اب سلسلہ منقطع کر دو.... ریسیور رکھ کر باہر برآمدے میں نکل آنا اور مکان کو دوبارہ مقفل کر سکو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ورنہ اگر ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی دھر لئے گئے تو جیل بھجوا دیئے جاؤ گے اس کے برعکس اگر برآمدے میں پائے گئے تو بارش سے بچنے کا بہانہ بھی چل جائے گا۔!"

"میں یہی کروں گا جناب....!"

اتنے میں ایکس ٹو کے فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران اسے ہولڈ آن کئے رکھنے کا مشورہ دے کر دوسرے کمرے میں چلا آیا تھا۔

سائیکو مینشن کے آپریٹر نے اسے فون کے نمبر اور مکان کے پتے سے آگاہ کر دیا سلسلہ منقطع کر کے وہ خواب گاہ میں آیا اور ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔

"اب سلسلہ منقطع کر کے برآمدے میں آجاؤ.... ہم پہنچ رہے ہیں۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا تھا۔ پھر جولیا کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ تین بار ڈائیل کرنے کے بعد دوسری طرف سے جولیا کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی تھی۔

"یس سر....!"

"پہلے تم پوری طرح بیدار ہو جاؤ....!" عمران ایکس ٹو کی آواز میں بولا۔

"میں بیدار ہوں جناب....!"

"صفدر، خاور، چوہان اور صدیقی کو مطلع کر دو کہ انہیں پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر کینٹ کراسنگ پر پہنچنا ہے۔ عمران وہاں ان کا منتظر ہے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

سلسلہ منقطع کر کے عمران لباس تبدیل کرنے لگا۔ پھر دس منٹ کے اندر ہی اندر وہ اپنی ٹوسیٹر میں نظر آیا تھا اور ٹوسیٹر کینٹ کراسنگ کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

پھر ان چاروں سے پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ ایک ایک کر کے وہ لوگ سات آٹھ منٹ کے اندر اندر کینٹ کراسنگ پر آموجود ہوئے تھے۔

"فرمایئے سرکار.... کیا کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔!" خاور نے ہنس کر عمران کو مخاطب کیا تھا۔

"تمہارے چوہے نے دیکھا ہوگا خواہ مخواہ میری نیند برباد کرا دی۔!"

"کیا قصہ ہے....؟"

"ملایار بر فیکٹری تک چلنا ہے۔!"

پانچ عدد گاڑیوں کا یہ قافلہ منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا۔ تین میل کی مسافت منٹوں میں طے ہوئی تھی۔ عمران سب سے آگے تھا۔ وہ اپنی گاڑی اسٹاف کوارٹرز کی طرف لیتا چلا گیا۔ ٹارچ کی روشنی میں اس نے ایک کوارٹر کا نمبر دیکھا تھا اور پھر گاڑی سے اتر کر پیدل ہی آگے چلا گیا تھا۔ آخری کوارٹر کے سامنے پہنچ کر اس نے آہستہ سے آواز دی۔ "ہفتم الف پلیز....!"

آواز کے ساتھ ہی کوئی برآمدے سے اتر کر اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ بقیہ لوگ اپنی گاڑیوں سے نہیں اترے تھے۔

"آؤ....!" عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

سیٹ پر بیٹھ جانے کے بعد اس نے پوچھا تھا۔ "کیا تم مجھے اس عمارت تک پہنچا سکو گے؟"

"کیوں نہیں..... لل..... لیکن موسیو علی عمران کہاں ہیں۔!"

"تمہارے برابر ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔!"

اس نے بے ساختہ قسم کی ہنسی کے ساتھ گرمجوشی سے مصافحہ کیا تھا۔

"ذرا ایک منٹ..... میں ابھی آیا۔!" وہ گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔

اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ کر انہیں وہیں منتظر رہنے کو کہا تھا اور دوبارہ اپنی گاڑی کی طرف پلٹ آیا تھا۔

"تم تو سڑک سے گذر کر اس کوارٹر تک نہ پہنچے ہوگے۔!"

"نہیں موسیو.....! میں عمارت کے عقب سے اس طرف آیا تھا۔!"

"اچھا تو اب ہم سڑک ہی سے مغرب کی سمت جائیں گے۔!"

"اگر یہ مغرب ہے تو یہی سمت ہے۔!" وہ ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ٹھیک ہے.....!" عمران نے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ "ادھر صرف ایک ہی بڑی عمارت ہے۔ پھر بھی اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔!"

گاڑی سڑک پر آکر مغرب کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

کچھ دیر بعد نووارد نے کہا۔ "یہی عمارت ہے موسیو.. شائد پورچ میں دوسرا بلب لگا دیا گیا ہے۔!"

گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دور جا کر پھر پلٹائی گئی تھی۔

صفدر وغیرہ وہیں عمران کے منتظر تھے جہاں اس نے انہیں چھوڑا تھا۔

واپسی پر اس نے نووارد کو صفدر کے حوالے کیا تھا۔

"اسے رانا پیلس میں پہنچا دو.....!"

"اور آپ.....؟"

"میں کچھ وقت یہیں گذارنا چاہتا ہوں۔!" اس نے کہا تھا اور اپنی ٹوسیٹر میں جا بیٹھا تھا۔ انجن اسٹارٹ ہوا اور گاڑی پھر اسی عمارت کی طرف مڑ گئی تھی۔

عمران کسی گہری سوچ میں تھا۔ اسے علم تھا کہ ایک پڑوسی دوست ملک کا سیکرٹ ایجنٹ اس کے لئے کچھ اہم اطلاعات لانے والا ہے لیکن دن اور وقت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ وہ ایئر پورٹ

پر اترتا ہے اور ایسے لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جو اسے پکڑنا چاہتے تھے۔ کیوں.....؟ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اس کی آنکھوں کے سامنے چکرانے لگا تھا۔

گاڑی کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی اور عمارت کے قریب پہنچنے سے قبل ہی کچھ اور سست ہو گئی کیونکہ سامنے ہی بیچ سڑک پر سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس پڑا دکھائی دے رہا تھا۔

عمران نے گاڑی اس سے اتنے فاصلے پر روکی تھی کہ وہ روشنی ہی میں رہے۔ مشین بند کئے بغیر وہ گاڑی سے اتر کر بریف کیس کی طرف بڑھا۔ اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ کر جھکا تھا اور داہنا کان اس کی اوپری سطح پر رکھ کر کچھ سننے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ پھر اسے بہت احتیاط سے اٹھا کر گاڑی کی چھت پر رکھ دیا۔ اگنیشن سے کنجی نکال کر ڈکی کھولی اور بریف کیس کو اس میں بند کر دیا۔ دوبارہ انجن اسٹارٹ کرنے سے قبل وہ کچھ سوچتا رہا تھا۔ پھر اس نے گاڑی شہر کیطرف موڑ دی تھی۔ پوری طرح ہوشیار تھا۔ خصوصیت سے اس پر توجہ تھی کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا تھا۔

اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد سائیکو مینشن پہنچا تھا اور اپنی ٹوسیٹر کی ڈکی سے وہ بریف کیس نکالا تھا، جو سڑک پر پڑا ملا تھا۔ ہینڈل پکڑ کر اٹھائے ہوئے سائیکو مینشن کی لیبارٹری میں داخل ہوا۔

"آیئے..... آیئے جناب.....!" لیبارٹری انچارج مسکرا کر بولا۔ عمران کے مداحوں میں سے تھا اور اتفاق سے اس وقت وہی ڈیوٹی پر تھا۔

"یہ بریف کیس دھماکے کے ساتھ پھٹ بھی سکتا ہے۔!" عمران نے اسے احتیاط سے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹائم بم.....؟"

"نہیں..... میرا خیال ہے کہ اس قفل کو چھیڑنے سے دھماکہ ہو سکتا ہے۔!"

"تو پھر ڈھکنے کا قبضہ نکالا جائے۔!"

"نہیں..... یہ بھی نہیں۔ کارروائی کرنے والے دوسری طرح بھی سوچ سکتے ہیں۔!"

"پھر کیا خیال ہے.....!"

"پچھلا حصہ کاٹ دو.....!"

"بہت بہتر.....!"

ذرا ہی سی دیر میں عمران کے مشورے پر عمل ہو گیا۔

"واقعی قبضہ نکالنا بھی خطرناک ثابت ہوتا۔!" انچارج نے طویل سانس لی۔ اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔

قفل کھولنے یا قبضہ نکالنے کی کوشش اس چھوٹے سے بم کا سیفٹی کیچ ہٹا دیتی جو بریف کیس میں رکھا ہوا تھا۔

"کیا آپ کو یقین تھا بم کی موجودگی کا....!" اس نے عمران سے سوال کیا۔

"صرف شبہ تھا....!"

"بہر حال....! اس کے سلسلے میں لاپروائی اور ہوشیاری دونوں ہی خطرناک ثابت ہوتیں۔" انچارج بولا۔ "بم بے حد طاقت ور معلوم ہوتا ہے۔"

"اسے ضائع کردو....!"

"بہت بہتر....!"

یہاں سب اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ انچارج نے عمران سے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کس کا بریف کیس تھا اور عمران کے ہاتھ کیسے لگا تھا۔

بریف کیس میں اس بم کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ خالی جگہوں کو پر کرنے کے لئے ردی کاغذ کی وافر مقدار استعمال کی گئی تھی۔

"یہ میرا ہی بریف کیس ہے۔!" غیر ملکی مہمان نے کہا۔ "لل... لیکن....اسے کیا ہوا ہے۔!"

"مجبوراً ہوا ہے....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اگر قفل میں کنجی لگائی جاتی تو یہ دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتا۔!"

"نہیں....!" مہمان اچھل پڑا۔

"اور اس میں اس بم اور ردی کاغذ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔!"

اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کچھ کہنا چاہا تھا لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس میں تمہاری ضروریات کی اشیاء کے علاوہ اور کچھ بھی نہ رہا ہوگا۔!"

"میں یہی کہنا چاہتا تھا....!"

"میرے لئے جو کاغذات لائے ہو وہ کہاں ہیں....؟"

"میرے کوٹ کے استر میں....!"

"گڈ... تو اب یہ کوٹ اتار دو....!"

"بریف کیس مل جانے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اُن میں سے کوئی آپ کے ہاتھ لگ گیا ہے۔!" اس نے کوٹ اتارتے ہوئے کہا۔

"نہیں.... یہ بریف کیس مجھے سڑک پر پڑا ہوا ملا تھا....!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا....!"

"فی الحال کچھ مطلب نہیں ہوا۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اُس نے اس سے کوٹ لیا اور دوسرے کمرے میں چلا آیا تھا۔

"اس کا استر ادھیڑ کر کاغذات نکالو....!" اس نے بلیک زیرو کی طرف کوٹ اچھالتے ہوئے کہا اور خود فون کی طرف متوجہ ہو گیا جس کی گھنٹی دفعتاً بجنے لگی تھی۔

"ہیلو....!" وہ ایکس ٹو کی آواز میں بولا۔

دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی تھی۔ "اس عمارت کے مکین نے پچھلی رات ایک نامعلوم آدمی کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے جو بارش سے بچنے کے بہانے کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا اور ریوالور دکھا کر مالک مکان کا پرس چھین لے گیا جس میں قریباً ڈیڑھ ہزار کے بڑے نوٹ تھے۔!"

"حلیہ درج کرایا ہے....!" عمران نے سوال کیا۔

"جی ہاں.... رنگت سرخ سفید.... بال سنہرے گھونگھریالے اور بائیں نتھنے کے قریب ابھرا ہوا بڑا سا ڈارک براؤن تل.... ٹھوڑی میں گڑھا.... کشادہ پیشانی.... ستواں ناک۔!"

"ٹھیک ہے....!" عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر وہ بلیک زیرو کی طرف مڑ کر بولا۔ "میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ اس کے خلاف ڈاکے کی رپورٹ درج کرائی گئی ہے۔!"

"لیکن وہاں کون رہتا ہے۔!"

"ایک سیاسی لیڈر....!"

"اگر اس سے پہلے ہی خود اسی کی طرف سے رپورٹ کرادی جاتی تو....؟"

"سیکرٹ ایجنٹ رپورٹ درج نہیں کرایا کرتے۔!"

"احمقانہ خیال تھا۔ معافی چاہتا ہوں جناب۔!" بلیک زیرو جلدی سے بولا اور پھر استر ادھیڑنے لگا۔

"میرے فلیٹ والی عمارت کی نگرانی بھی شروع ہو گئی ہے۔ تین آدمی ہیں۔!"

"بہر حال خصوصیت سے آپ پر توجہ نہیں ہے۔!"

"اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو صرف عمارت کا نام اور پتہ بتایا تھا....!"

بلیک زیرو کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔"لیکن جیسے ہی وہ فلیٹ کے مکینوں کے بارے میں چھان بین شروع کریں گے۔!" جملہ ادھورا چھوڑ کر کچھ سوچنے لگا۔ بلیک زیرو سر اٹھا کر مسکرایا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور عمران نے بائیں آنکھ دباتے ہوئے کہا۔"شہر میں اونٹ بدنام۔!"

"مگر سوال تو یہ ہے کہ اس کی آمد کے صحیح وقت سے آپ کو مطلع کیوں نہیں کیا گیا۔!" بلیک زیرو بولا۔

"شائد اس کا باس اپنے محکمے کی کالی بھیڑوں کا پتہ لگانا چاہتا ہے۔ مجھے اس کی آمد کا صحیح وقت معلوم نہیں لیکن حملہ آور جانتے تھے۔ بہر حال اس واقعے کی بناء پر اُسے اندازہ ہو جائے گا کہ اس کے محکمے راز، راز نہیں رہتے۔!"

"پھر بھی میری دانست میں یہ کچا ہی کام تھا۔ اگر وہ لوگ اس پر قابو پا ہی لیتے تو کیا صورت ہوتی۔ کس طرح اندازہ ہوتا....؟"

"یہ بات تم میرے ماتحت ہونے کی حیثیت سے کہہ رہے ہو کیونکہ میں اپنے کسی آدمی کو قربانی کا بکرا بنانے کا قائل نہیں۔ ایجنٹ ہفتم الف کی موت سے بھی اس کا باس وہی اندازہ لگا لیتا جو اس کی رپورٹ فراہم کرتی۔!"

بلیک زیرو نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔

کوٹ کے استر سے ایک لفافہ برآمد ہوا۔ سیلڈ لفافہ......سیل توڑ کر عمران نے کاغذات نکالے تھے اور اس کی تہہ کھولتے ہی بے ساختہ مسکرا پڑا تھا۔

بلیک زیرو کی توجہ اسی کی طرف تھی۔

"چار عدد قطعی سادہ ورق.... یہ دیکھو....!" اس نے کاغذات بلیک زیرو کی طرف بڑھا

دیئے۔ اس نے انہیں الٹ پلٹ کر دیکھا تھا اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"صد فیصد قربانی کا بکرا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ہو سکتا ہے.... یہ اوراق حقیقتاً سادہ نہ ہوں۔!" بلیک زیرو بولا۔

"میجک انک....؟"

"جی ہاں.... ممکن ہے....!"

"یہ بھی کر کے دیکھ لو.... جتنے نسخے ہیں تمہارے پاس آزما لو.... اگر حروف ابھر آئیں تو مجھے گولی مار دینا....!"

"تجربہ تو کرنا ہی چاہئے۔!"

"ضرور.... ضرور.... جاؤ....!"

بلیک زیرو کمرے سے چلا گیا۔ عمران کھڑا کچھ سوچتا رہا تھا پھر فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

"ہیلو...!" دوسری طرف سے جوزف کی آواز آئی جسے فلیٹ ہی تک محدود رہنے کو کہہ آیا تھا۔

"کیا خبر ہے....؟"

"اوہ باس.... ہر تین چار منٹ بعد کوئی تمہیں فون پر مسلسل کال کئے جا رہا ہے لیکن کوئی پیغام دینے پر تیار نہیں ہے کہتا ہے کہ تمہی سے بات کرے گا۔!"

"اس سے کہو.... تین چار تین پر رنگ کرے۔!"

"بہت اچھا باس.... کچھ دیر پہلے ایک عورت آئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہرگز نہیں تھی جو خود کو ظاہر کر رہی تھی۔"

"تفصیل....!"

"کسی نئی جراثیم کش دوا ساز کمپنی کی نمائندہ تھی۔ فلیٹوں کا سروے کرتی پھر رہی تھی۔ دواء کی شہرت کے لئے بعض علاقوں کی عمارتوں میں مفت دوا چھڑکی جائے گی۔ میرا خیال ہے باس کہ وہ اس بہانے فلیٹوں میں کسی کو تلاش کر رہی ہے۔ میں نے سلیمان کو اس کی نگرانی پر لگا دیا ہے۔ اگر دو چار فلیٹوں کے بعد کھسک گئی تو میں سمجھوں گا کہ اصل ٹارگٹ ہمارا ہی فلیٹ تھا۔!"

"تجھ پر میری محنت ضائع نہیں ہوئی.... بس یہ دیکھنا کہیں وہ سلیمان کا بچہ اُسے دوپہر کا

کھانا نہ کھلا دے.... اور نمبر یاد ہے.... جو ابھی بتایا تھا۔!"

"ہاں باس.... تین چار تین....!"

"ٹھیک ہے....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

دس منٹ بعد بلیک زیرو کمرے میں داخل ہوا تھا اور اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی۔

عمران نے ریسیور اٹھالیا تھا۔ اس کی نظر بلیک زیرو پر تھی جس کے ہاتھ میں سادہ کاغذ کے وہ چاروں شیٹ تھے جنہیں کچھ دیر پہلے وہ تجربے کے لئے لے گیا تھا۔!

"ہیلو.... عمران اسپیکنگ....!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"چہارم الف....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ.... اچھا کیا خبر ہے....!"

"ہفتم الف آپ تک پہنچا یا نہیں....!"

"مجھے اس تک پہنچنا پڑا تھا.... بخیریت ہے....!"

"پچھلی رات ہم نے اس کا سراغ کھو دیا تھا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"وہ محفوظ ہے....!"

"تو پھر کاغذات آپ کو مل گئے ہوں گے۔!"

"اور میں اصل کاغذات کا منتظر ہوں....!" عمران نے کہا۔

"وہ آپ تک پہنچ جائیں گے۔!"

"فلیٹ میں نہیں.... میں فلیٹ میں نہیں مل سکوں گا۔!"

"تو پھر....؟"

"نو بجے شب.... ٹپ ٹاپ نائٹ کلب.... تم اپنے کوٹ کے کالر میں گل داؤدی کے تین پھول لگاؤ گے اور میرے آدمی کے شناختی الفاظ "مرحبا یا اخی" ہوں گے۔!"

"بہت بہتر.... ہفتم الف کو اپنے پاس ہی روکے رکھئے.... کاغذات ملنے کے بعد وہ آپ کے لئے کار آمد ثابت ہو گا۔!"

"بہت اچھا....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔

"کیا رہی....؟" اس نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

"آپ کا خیال درست تھا....!" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"اصل کاغذات آج رات کو نو بجے ٹپ ٹاپ میں ملیں گے اور تمہی جا کر لاؤ گے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"میں غلط سمجھا تھا.... وہ قربانی کا بکرا نہیں تھا۔ جنرل اسفندیار کے کسی آدمی نے اس پر یہاں نظر رکھی تھی اگر وہ پکڑا گیا ہوتا تو وہ اس کے لئے کچھ کرتا۔ لیکن اس کے بچ نکلنے کے بعد سے اس دوسرے آدمی نے اس کا سراغ کھو دیا تھا۔!"

"تو کیا یہ کال اسی دوسرے آدمی کی تھی۔!"

"ہاں اسی نے مجھے پہلے بھی اطلاع دی تھی کہ جنرل کا کوئی آدمی کچھ اہم کاغذات کے ساتھ مجھ تک پہنچنے والا ہے۔!"

"ان لوگوں کے لئے کیا اسکیم ہے جنہوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تھی۔!"

"فی الحال انہی کو میرے خلاف کوئی اسکیم تیار کرنے دو۔ میرے فلیٹ کی تلاشی تک لی جاچکی ہے۔!" عمران نے کہا اور جوزف سے ہونے والی گفتگو سے متعلق بتانے لگا۔

* * *

گیارہ بجے شب کو کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔ سلیمان نے دروازہ کھولا تھا اور وہ دونوں اُسے دھکا دیتے ہوئے اندر گھس آئے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

سلیمان نے حیرت سے پلکیں جھپکائی تھیں۔

"عمران کہاں ہے....؟" ریوالور والے نے کڑک کر پوچھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے.... تم اس طرح کیوں گھس آئے۔!" سلیمان دہاڑا تھا۔

"خاموش رہو.... یہ کھلونا نہیں ہے....!" ریوالور والے نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "میرے سوال کا جواب دو ورنہ پیشانی میں سوراخ ہو جائے گا۔!"

"میں نہیں جانتا وہ کہاں ہیں۔ بتا کر نہیں جاتے۔!" سلیمان نے کہا اس نے کنکھیوں سے جوزف کو دیکھا تھا جو پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنے کمرے سے نکلا اور بے آواز چلتا ہوا دونوں کے پیچھے آکھڑا ہوا تھا۔

"اچھی بات ہے.... ہم یہیں ٹھہریں گے۔!" ریوالور والے نے کہا۔

"اور میں تمہیں کافی بنا بنا کر پلاؤں گا۔!" سلیمان ہنس کر بولا۔

"بکواس مت کرو....!"

ٹھیک اسی وقت جوزف کا ایک ہاتھ اس کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑا تھا اور گردن دوسرے بازو اور کلائی کے درمیان آگئی تھی۔ بائیں ٹانگ برابر کھڑے ہوئے دوسرے آدمی کے پہلو پر پڑی تھی۔ وہ اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا جس کو دوسرے ہی لمحے میں سلیمان دبوچ بیٹھا تھا۔

اُدھر ریوالور والے کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ بازو اور کلائی کے درمیان بھنچی ہوئی گردن حلق سے خرخراہٹیں بلند کرنے لگی تھیں اور ریوالور تو کبھی کا ہاتھ سے نکل کر دروازے کے قریب جا پڑا تھا۔

سلیمان نے اپنے شکار کے بال پکڑے تھے اور دھڑا دھڑ اس کا سر فرش سے ٹکرانے لگا تھا۔

ادھر جوزف کی گرفت میں آئے ہوئے آدمی نے بچ نکلنے کے لئے جدوجہد تیز کردی تھی لیکن کسی طرح بھی اپنی گردن چھڑا لینے میں کامیاب نہ ہو سکا بالآخر کچھ دیر بعد دونوں ہی فرش پر بیہوش پڑے تھے اور جوزف سلیمان کو گھورے جا رہا تھا۔

"ابے تو کیا اب مجھے کھا جائے گا۔!" سلیمان آنکھیں نکال کر بولا۔

"یہ لوگ اندر کیسے آیا....؟"

"دروازہ کھٹکایا تھا میں نے کھول دیا....!" سلیمان نے کہا۔

"بس کھول ڈیا....!" وہ ہاتھ نچا کر بولا۔ پھر اس نے سلیمان ہی کی سکھائی ہوئی ایک گندی سی گالی اُسے دی تھی اور آگے بڑھ کر دروازہ بولٹ کردیا تھا۔ پھر رومال سے پکڑ کر ریوالور اٹھایا تھا اور رومال ہی میں لپیٹ کر اسے احتیاط سے الماری میں رکھ دیا تھا۔

"ابے یہ تو نے مجھے کیوں گالی دی....!"

"اور کس کو ڈیتا.... سالا ایسے کھولتا ڈروازہ.... پہلے پوچھو کون ہے.... پھر کھولو ڈروازہ....!"

"میں پولیس کو فون کرنے جا رہا ہوں۔!"

"نہیں.... ہم پہلے باس کو فون کرے گا.... تم ان کا ہاٹ پیر باندھو....!"

جوزف کو علم تھا کہ عمران رانا پیلس ہی میں مل سکے گا اُس نے وہاں کے نمبر ڈائیل کئے اور تھوڑی دیر بعد عمران کی آواز سنی۔

جلدی جلدی اس نے اُسے اس واقعے سے آگاہ کرنے کے بعد پوچھا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔

"سلیمان کو ریسیور دو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایک منٹ باس.... وہ دوسرے آدمی کے ہاتھ باندھ رہا ہے۔!"

"تم نے ریوالور کو تو ہاتھ نہیں لگایا....!"

"نہیں باس....! اسکے لئے میں نے رومال استعمال کیا تھا اور رومال ہی میں لپیٹ کر احتیاط سے رکھ دیا ہے۔ انگلیوں کے نشانات ضائع نہیں ہوں گے۔!"

"شاباش.... بہت اچھا جا رہا ہے....!"

"یہ سلیمان ہے.... بات کرو باس....!" جوزف نے کہا اور ریسیور سلیمان کی طرف بڑھا دیا۔

"میں کیا کروں....!" سلیمان جھنجھلا کر بولا۔

"بات کرو سالا....!"

"جی.... سلامیلکم....!" سلیمان نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"وعلیکم السلام.... فرمائیے.... مزاج بخیر ہیں....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"آٹا ختم ہو گیا ہے....!"

"آٹے کے بچے.... تم نے کیا سمجھ کر دروازہ کھول دیا تھا۔!"

"سلیم صاحب کے باورچی کی بھتیجی سمجھ کر....!"

"کیا مطلب....؟"

"زعفرانی قورمے کی ترکیب بتانے آجایا کرتی ہے کبھی کبھی....!"

"بارہ بجے رات کو....؟"

"بارہ بجے رات ہی کو پکتا ہے زعفرانی قورمہ.... اس سے پہلے رنگت نہیں آتی۔!"

"ابے کیوں ذلت کرائے گا پڑوس میں....!"

"پہلے ہی کون سے بڑے عزت دار ہیں۔ لچے لفنگے آئے دن دھاوا بولتے رہتے ہیں اور جو یہ دو عدد اس وقت لٹار کھے ہیں مولوی صاحبان تو نہیں ہیں۔!"

"بکواس بند.... تو افلاطون کا کھانا نہیں پکاتا۔ زعفرانی قورمے کی ترکیب کے لئے اُسے کہیں اور لے جایا کر....!"

جوزف نے بڑے غصیلے انداز میں سلیمان کے ہاتھ سے ریسیور جھپٹ لیا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "یہ جھوٹ بولتا باس.... اُدھر کوئی بھتیجی نہیں آتا.... میں کھڈ اس کا گردن توڑدے.... اگر آئے۔!"

"اچھا.... اچھا.... اب تم کیپٹن فیاض کو فون کر کے اس واردات کے متعلق بتاؤ۔ اس سے کہہ دینا کہ باس کے خیال کے مطابق شائد کسی خاص سلسلے کے لوگ ثابت ہوں۔!"

"بہت اچھا باس....!"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

"اب تو بھتیجیوں کی فوج آئے گی یہاں دیکھتا ہوں تو کیا کرلیتا ہے۔!" سلیمان اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"بک بک مت کرو....!" جوزف نے کہا اور کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ فیاض شائد گھر پر موجود نہیں تھا۔ جوزف نے کال ریسیو کرنے والے کو عمران کے نمبر لکھوائے تھے اور کہا تھا کہ وہ جس وقت بھی آئیں ضرور رنگ کرلیں۔

سلیمان اس دوران میں اُسے بُرا بھلا کہتا رہا تھا۔

"اٹھاؤ...ان کو.... اُدھر لے چلو....!" جوزف بیہوش آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"تم خود اٹھاؤ.... میں تو نہیں اٹھاتا....!"

"ٹم سالا نہیں سمجھتا.... اُدھر اور آدمی بھی ہوگا۔ وہ آسکتا.... پوچھ سکتا۔!"

"میں جارہا ہوں سونے.... تم سالے ٹھہرے تیس مار خاں۔ خود ہی سمجھتے بوجھتے رہنا۔"

سلیمان سچ مچ چلا گیا تھا۔ جوزف نے بھی خاموشی اختیار کرلی تھی۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر بیہوش آدمیوں کو وہاں سے کہیں اور منتقل کرنے کی بجائے خود وہیں بیٹھ گیا تھا۔ قریباً دس منٹ بعد سلیمان پھر واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں کافی کی پیالی تھی۔

"لو پیو.... بیٹا.... رحم آگیا تمہاری حالت پر....!" وہ اس کی طرف پیالی بڑھاتا ہوا بولا۔

جوزف کے دانت نکل پڑے تھے اور وہ پیالی لیتا ہوا اُسے آنکھ مار کر بولا تھا۔ "ٹم لڑکی ہوتا تو

م شادی بناتا....!"

"میں لڑکی ہوتا تو تم جیسے صورت حراموں سے مجھے کیا لینا ہوتا اور نہ یہاں جھک مار رہا ہوتا۔!"

"سالا ٹم پیارا بھی لگتا....!"

"چل بے.... مکھن نہ لگا.... جلدی سے پی لے.... نہیں تو انہیں بھی پلانی پڑے گی۔ اگر الے ہوش میں آگئے پتا نہیں کون ہیں اور کیا چاہتے تھے۔!"

جوزف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے کافی کی پیالی میز پر رکھ کر ریسیور ٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"کیپٹن گھر پر موجود نہیں ہے باس....!" جوزف نے کہا۔

"اچھا تو میرے حوالے سے حلقے کے تھانے میں فون کرو۔ جو آفیسر ڈیوٹی پر ہو اُسے پورا اقعہ بتا کر کہو کہ وہ حملہ آوروں کو لے جائے۔!"

"او کے باس.... میں بھی نہیں چاہتا کہ وہ دیر تک یہاں پڑے رہیں.... ہوسکتا ہے کہ ان ے کچھ اور ساتھی بھی انہیں تلاش کرتے ہوئے پہنچ جائیں۔!"

"اس کی فکر نہ کرو.... اب کوئی بھی فلیٹ میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔!" دوسری طرف سے واز آئی اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

کافی پی چکنے کے بعد جوزف نے عمران کے مشورے پر عمل کیا تھا.... آدھے گھنٹے کے اندر اندر فورس آئی تھی اور بیہوش حملہ آوروں کو ریوالور سمیت لے گئی تھی۔

❖

عمران بڑے انہماک سے کاغذات کا جائزہ لے رہا تھا۔ بالآخر اس نے ایک طویل سانس لی اور اٹھا کر بولا۔ "سب کچھ چوپٹ ہوگیا۔!"

بلیک زیرو میز کی دوسری جانب خاموش بیٹھا تھا۔ کچھ دیر قبل طے شدہ پروگرام کے مطابق اُسی نے ٹپ ٹاپ کلب میں ایک ایسے شخص سے یہ کاغذات وصول کئے گئے تھے جس کے ٹ کے کالر میں گل داؤدی کے تین پھول کچھ اس انداز میں لگے ہوئے تھے جنہیں پہلی ہی نظر ں شمار کیا جاسکتا۔

"کیا چوپٹ ہوگیا جناب....!" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے کاغذات کی نوعیت کا علم نہیں تھا ورنہ ان دونوں کو ہرگز تھانے نہ بھجواتا جنہیں جوزف نے پکڑا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا....!"

"اب وہ شخص پوری طرح چوکنا ہو جائے گا جس کے وہ بھیجے ہوئے تھے۔!"

"آخر یہ کیسے کاغذات ہیں....!"

"اس میں ایک ایسے مقامی لیڈر کی نشاندہی کی گئی ہے جو عرصہ سے مفقود الخبر تھا۔ حد ہو گئی حماقت کی.... مجھے جنرل اسفندیار نے بے خبر رکھا لیکن خود اس کے محکمے کی کسی کالی بھیڑ کو کاغذات کی نوعیت تک کا علم تھا تبھی تو ایجنٹ ہفتم الف کے اغواء کی کوشش کر ڈالی گئی تھی۔ بہر حال اب صورتحال یہی ہو سکتی ہے کہ....!"

عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا.... کچھ سوچنے لگا تھا۔ بلیک زیرو بات پوری ہونے کا منتظر رہا۔

"کچھ نہیں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "دیکھا جائے گا۔!"

"کیا اُن دونوں نے بتا دیا ہے کہ وہ کس کے بھیجے ہوئے تھے۔!"

"نہیں ان کا بیان ہے کہ وہ پچھلی رات بہت زیادہ نشے میں تھے۔ انہیں یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا انہیں اس سے بھی انکار ہے کہ وہ عمران نامی کسی آدمی سے واقف ہیں۔ اب انہیں صرف اسی الزام کے تحت روکا جا سکتا ہے کہ ان کے پاس سے بغیر لائسنس کا ریوالور برآمد ہوا تھا۔!"

"آپ کسی مفقود الخبر لیڈر کی بات کر رہے تھے۔!"

"ختم کرو....!" عمران گردن جھٹک کر اٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد اس نے ہفتم الف والے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔

دروازہ کھلنے میں دیر لگی تھی۔ سوتے سے اٹھا تھا۔ ویسے بھی نصف سے زائد رات گذر چکی تھی۔

"خ.... خیریت....!" وہ ہکلایا۔

"تمہیں.... شادی کرنی ہی پڑے گی۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ عمران کو گھورتا ہوا پیچھے ہٹا تھا۔

"جنرل نے یہی لکھا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا....!"

"آرڈر از آرڈر.... اگر انکار کرو گے تو گولی مار کر جہاں دل چاہے گا دفن کرا دوں گا۔!"

"یا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا آپ پاگل ہو گئے ہیں۔!"

"کیوں.... کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے۔!"

"قطعی ہو چکی ہے۔!"

"اور تمہاری بیوی تمہارے پیشے سے واقف ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا....!"

"تمہاری ہم قوم ہے....؟"

"نہیں.... جرمن ہے۔!"

"کوٹ کے استر میں لفافہ کس نے رکھا تھا۔!"

"میں نہیں جانتا.... کوٹ مجھے جنرل سے ملا تھا۔!"

"بیوی کرسچین ہے....!"

"نہیں.... آخر یہ سب کچھ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اوہ.... میں سمجھا۔ جی ہاں وہ یہودن ہے لیکن جو کچھ آپ سوچ رہے ہیں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔!"

"کیوں نہیں کر سکتے....؟"

"وہ نہیں جانتی کہ میرا اصل پیشہ کیا ہے۔!"

"اُسے کیا بتایا ہے....!"

"ایک فرم کا ٹریولنگ ایجنٹ ہوں اور یہ جھوٹ بھی نہیں ہے.... میں باقاعدہ طور پر اس فرم کا بھی ملازم ہوں۔ ویسے موسیو علی عمران میں اس قسم کی گفتگو کا عادی نہیں ہوں۔!" دفعتاً ہفتم الف کا لہجہ ناخوشگوار ہو گیا تھا۔

عمران نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور اُسے اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "تم جنرل اسفندیار کے حکم سے میرے چارج میں دیئے گئے ہو۔ یہ رہا حکم نامہ....!"

ہفتم الف نے اُسے دیکھا تھا.... ایک طویل سانس لی تھی اور مستفسرانہ نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا تھا۔

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا ہوگا....؟" اس نے بالآخر پوچھا۔

"دوسری شادی....!"

"کیا آپ سنجیدہ ہیں موسیو عمران....؟"

"میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں میرے دوست....!"

"میں احتجاج کرتا ہوں....!"

"پہلی والی نہ تمہارے اصل پیشے سے واقف ہے اور نہ دوسری شادی سے واقف ہو سکے گی۔!"

"ضمیر.... موسیو....!"

"تم ایک پیشہ ور قاتل ہو لیکن تمہاری بیوی تمہیں ایک شریف آدمی سمجھتی ہے۔ کیا کہتا ہے تمہارا ضمیر اس معاملے میں۔!"

"وہ اور بات ہے....!"

"تمہاری شادی ہو کر رہے گی۔!"

"کیا جنرل یہی چاہتے ہیں....؟"

"میں چاہتا ہوں.... اس وقت تم صرف میری ذمہ داری ہو۔!"

دفعتاً ہفتم الف کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے سختی سے جبڑے بھینچے تھے اور عمران کو قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا تھا۔

"میں دو عورتوں کا بار نہیں اٹھا سکتا۔!" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"دوسری کا بار مجھ پر ہوگا.... تم صرف شوہر رہو گے۔!"

"کیا بات ہوئی....؟"

"بس اب سو جاؤ.... صبح کو بتاؤں گا کہ کیا بات ہوئی۔!"

"موسیو عمران....!"

"ہاں.... ہاں.... میں سن رہا ہوں۔!"

"خود میں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ اگر میں خود بھی اس سازش میں ملوث ہوتا تو اپنا وہ کوٹ وہیں اتار کر پھینک آتا جس کے استر میں کاغذات پوشیدہ تھے۔!"

"ہائیں.... ہائیں.... میں نے کب کہا کہ تم ذاتی طور پر کسی سازش میں ملوث ہو۔!"

"تو پھر یہ شادی وادی کا کیا چکر ہے....!"

"موت کے منہ سے بچ نکلنے کے بعد فوراً شادی کرنی چاہئے۔!"

"وہ تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔!"

"ناکافی تھی.... اسی لئے تو دوبارہ موت کے منہ میں پہنچے تھے۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ دو بیویوں کے شوہر سے موت بھی دور بھاگتی ہے۔!"

"پتہ نہیں میں پاگل ہو گیا ہوں.... یا آپ موسیو علی عمران....!"

"میں ہی پاگل ہوں کہ ابھی تک ایک بھی شادی نہ کر سکا....!" عمران منہ سکھا کر بولا۔

عمران چلا گیا تھا اور ایجنٹ ہفتم الف نے بڑی بے چینی سے رات گذاری تھی۔ یہ شخص اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ صورت سے احمق ترین نظر آتا تھا۔ کبھی انتہائی عقل مندی کی باتیں کرتا اور کبھی بالکل گھامڑ معلوم ہوتا۔ لیکن بہر حال کوئی ذمہ دار ہی آدمی معلوم ہوتا تھا ورنہ اس کا چیف اُسے اس کے پاس کیوں بھیجتا۔ اُس نے اس کی بیہودن بیوی کا ذکر بھی چھیڑا تھا۔ اگر وہ کاغذات کو بچانہ لایا ہوتا تو شائد خود اس کا چیف بھی یہی سمجھتا کہ وہ بھی اس سازش میں شریک ہے۔

دوسری صبح عمران پھر اس کمرے میں آیا تھا اور دو عدد پاسپورٹ سامنے ڈال دیئے تھے۔

"تمہارا اور تمہاری بیوی کا پاسپورٹ....!"

اس نے خاموشی سے دونوں کا جائزہ لیا تھا اور اکتائے ہوئے انداز میں بولا تھا۔ "نہ یہ میرا پاسپورٹ ہے اور نہ میری بیوی کا....!"

"تم اس کی فکر نہ کرو... آؤ میرے ساتھ...!" عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ وہ اسے دوسرے کمرے میں لے گیا تھا... اور پاسپورٹ والی تصویر کے مطابق اس کا میک اپ کرنے لگا تھا۔

"آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی....؟" ہفتم الف نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ اس کے بغیر تم شہر سے باہر قدم نہ نکال سکو گے۔ یہ جو تمہارا تل ہے ناک کے نیچے۔ کل اس کی تلاش میں ایئر پورٹ پر ایک زخمی آدمی کے چہرے کی پٹی کھلوا دی گئی تھی۔ میں اسے گھنی مونچھوں میں چھپاؤں گا۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا....!"

"ایک سیاسی پارٹی کے لیڈر نے تمہارا حلیہ وہی درج کرایا ہے جو اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کا تھا۔!"

"لل.... لیکن پہلے توڈاکے کی رپورٹ تھی۔!"

"نامکمل اطلاع تھی.... اس نے لکھوایا ہے کہ تم نے اس پر پے در پے دو فائر کئے تھے۔ بس اتفاقاً بچ گیا۔!"

"اور آپ اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔!"

"فی الحال کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا۔!"

"کیا وہ برسرِ اقتدار پارٹی کا کوئی لیڈر ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

اس کے بعد ایجنٹ ہفتم الف نے خاموشی اختیار کرلی تھی اور عمران خاصی دلجمعی سے اس کے چہرے پر اپنے فن کے نقوش بٹھاتا رہا تھا۔ پورا ایک گھنٹہ صرف ہو گیا اور پھر جب اس نے آئینے پر نظر ڈالی تھی تو ہنسی روکنا محال معلوم ہونے لگا تھا۔

"یہ کوئی پیر روشن ضمیر معلوم ہوتا ہے موسیو عمران۔!" اس نے قد آدم آئینے کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

عمران نے اس طرح سر کو جنبش دی تھی جیسے کچھ اور سوچتا رہا ہو۔

"اب کیا کرنا ہے۔!"

"پولیس کو تمہاری تلاش ہے اور لیڈر کے گرگے مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس لئے مجھے بھی اپنے حلیے میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔!"

"تو کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے۔!"

"یقیناً.... ورنہ تم اپنی بیوی کا تابوت تنہا کیسے لے جاؤ گے۔!"

"کیا مطلب....؟" ہفتم الف بوکھلا گیا۔

"دوسری بیوی کا تابوت....!" عمران بائیں آنکھیں دبا کر بولا۔ "مجھے بے حد افسوس ہے کہ تمہارے نکاح میں آنے سے قبل ہی بے چاری اللہ کو پیاری ہو گئی۔!"

"میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گا۔!"

"مجھے سرحد پار کرا دینے کے بعد تمہیں کھلی چھٹی ہو گی خواہ پاگل ہو جاؤ خواہ سچ مچ دوسری شادی کر لو....!"

وہ عمران کو تیکھی نظروں سے دیکھتا رہا۔ عمران نے پاسپورٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس پاسپورٹ کے مطابق تمہارا نام خرم خان ہے اور تابوت والی فرزانہ خانم تھی۔ تم اسے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے۔ اتفاقاً وہ مر گئی اور اب تم اس کی لاش لے جا رہے ہو تاکہ اپنے آبائی قبرستان میں دفن کر سکو۔!"

"کیا وہ سچ مچ مر گئی ہے۔!"

"دیکھو دوست کوئی زندہ عورت کبھی تابوت میں لیٹنا پسند نہ کرے گی۔!"

"خدا جانے.... میں خود کو بالکل احمق محسوس کر رہا ہوں۔!"

"ایک ہفتے کے اندر اندر میں تمہیں احمقوں کا تاجدار بنا دوں گا۔ فکر نہ کرو۔!"

"تابوت کہاں ہے....؟"

"روانگی کے وقت ساتھ ہو جائے گا۔!"

عمران نے اپنا میک اپ شروع کر دیا تھا۔

✡

تابوت کا ڈھکنا ہٹایا گیا.... وہ کفن میں لپٹی ہوئی تھی صرف چہرہ کھلا ہوا تھا۔ ایجنٹ ہفتم الف نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"اگر زندہ ہوتی تو تم شادی سے انکار نہ کر سکتے۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"ایسی حسین عورتیں میں نے کم ہی دیکھی ہوں گی۔ یہ کون تھی موسیو....؟ میرا مطلب ہے حقیقتاً کون تھی۔!"

عمران نے کوئی جواب دیئے بغیر ڈھکنا بند کر دیا اور قریب ہی کی میز پر ایک نقشہ پھیلاتے ہوئے اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

"جنرل اسفندیار کے خیال کے مطابق اس ملک کے ویران حصے تمہارے دیکھے بھالے ہیں۔!"

"جی ہاں۔!"

"اور شمالی سرحد کے قریب ہی کہیں تم نے اپنا ٹھکانا بھی بنا کر رکھا ہے۔!"

"یہ بھی درست ہے....!"

"اور یہاں کے باشندوں کی زبان بالکل انہی کے لہجے میں بول سکتے ہو۔!"

"جی ہاں....!"

"بس تو پھر ہم اسی جگہ سے سرحد پار کریں گے۔!" عمران نے نقشے پر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"اوہو.... آپ نے باقاعدہ نشانات لگا رکھے ہیں۔!"

"یہ نقشہ انہی کاغذات میں تھا جو تم لائے ہو۔!"

"اچھا.... تو اس میں تو اس جگہ بھی نشان لگا ہوا تھا جہاں میرا قیام ہوتا ہے۔!"

"ہم سرحد پار کر کے سیدھے وہیں چلیں گے۔ پورا سفر دو دن میں طے ہو گا۔!"

"کیا بذریعہ طیارہ نہیں ہو گا۔!"

"مصلحتاً نہیں ہو گا.... ہم لاری ہی سے تابوت لے چلیں گے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا....!"

"کیا نہیں سمجھ سکتے....؟"

"کیا اس سفر کے لئے تابوت ضروری ہے۔!"

"اشد ضروری ہے....!"

"لیکن دو دن میں لاش کا کیا حال ہو گا۔!"

"اس کا انتظام بھی کر لیا گیا ہے کہ لاش خراب نہ ہونے پائے۔!"

"ایسے عجیب حالات سے پہلے کبھی دوچار نہیں ہوا۔!"

عمران نے اس کے اس ریمارک کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ لیکن شائد ہفتم الف خاموش نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ "اور یہ بھی پہلی بار ہوا ہے۔!"

اس نے اپنے میک اپ کئے ہوئے چہرے کی طرف انگلی اٹھائی تھی۔

"کیا اس سے تمہیں کوئی تکلیف ہو رہی ہے....؟"

"نہیں......لیکن الجھن ضرور ہو رہی ہے۔!"

"تھوڑی دیر بعد عادی ہو جاؤ گے اور ہاں اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم یہاں صرف اسی

لئے بھیجے گئے ہو کہ اس ملک میں میری راہنمائی کر سکو۔ ورنہ کاغذات تو دوسرے ذرائع سے بھی پہنچ سکتے تھے۔!"

"میں سمجھ گیا.... لیکن تابوت ابھی تک سمجھ میں نہیں آسکا....!"

"انگریزی کی اسپائی فلمیں دیکھتے ہو....؟" عمران نے پوچھا۔

"کبھی.... کبھی....!"

"سیکرٹ ایجنٹ کے ساتھ ایک عورت ضرور ہوتی ہے۔!"

"اوہ....!" وہ ہنس پڑا۔

"زندہ عورت اسلئے ساتھ نہیں رکھتا کہ بکواس بہت کرتی ہے۔ زندہ.... عورت سے محبت بھی کرنی پڑتی ہے اور اس کی محبت برداشت کرنے کے لئے دماغ کو کباڑ خانہ بنانا پڑتا ہے۔ بسا اوقات کوئی ایسی بھی مل جاتی ہے کہ شادی کئے بغیر نہیں مانتی جیسا کہ تمہارے ساتھ ہوا تھا۔!"

"آپ کیا جانیں....؟" ہفتم الف اچھل پڑا۔

"سب کی کہانی ایک ہی ہے۔ میرے دوست.... فطرت آدم زاد بھی ایک ہی ہے۔ صرف نام بدلے ہوئے ہوتے ہیں کرداروں کے۔!"

"کیا آپ سچ مچ غیر شادی شدہ ہیں....؟"

"الحمدللہ... میں اپنی بیوی کو کسی طرح باور نہ کرا سکوں گا کہ ترکاریوں کی آڑھت کرتا ہوں۔!"

"آپ کے ساتھ وقت بہت اچھا گذرے گا موسیو عمران....!"

شام تک ان کی روانگی ہو گئی تھی۔ گاڑی پر صرف چار افراد تھے۔ ایک ڈرائیور ایک کلینر اور یہ دونوں.... تابوت پچھلے حصے میں رکھا ہوا تھا۔

"آپ کا ملک بہت خوبصورت ہے۔!" ہفتم الف نے کہا۔

"شکریہ....! مجھے بھی تمہارا ملک بہت پسند آیا تھا....!"

"کیا آپ وہاں کبھی نہیں گئے....؟"

"گیا ہوں.... لیکن صرف شہروں تک محدود رہا تھا۔ غیر آباد جگہوں سے واقف نہیں ہوں۔!"

"پورا ملک میرا چھانا ہوا ہے۔!"

"اسی لئے جنرل اسفندیار نے تمہیں اس مہم کے لئے منتخب کیا ہے۔!"

"کیا قصہ ہے۔!"

"ابھی سے ذہن کو نہ الجھاؤ.... وہیں پہنچ کر دیکھا جائے گا۔!"

"اس بیچاری عورت کے اصل شوہر کو اس پر آمادہ کرنے میں خاصی دشواری پیش آئی ہوگی۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ ہفتم الف سمجھ گیا کہ وہ اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا لہٰذا اس نے بھی خاموشی اختیار کرلی۔

سفر رات بھر جاری رہا تھا۔ نصف شب کے بعد عمران نے ڈرائیور سے آرام کرنے کو کہا تھا اور خود اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔

دوسری صبح عمران نے گاڑی سڑک سے اتار کر ایک گاؤں کی طرف موڑ دی۔ وہاں انہوں نے ناشتہ کیا تھا۔ ہفتم الف حیرت سے آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھتا رہا پھر خوش ہو کر بولا۔ "وہی ہے۔!"

"کیا....؟" عمران چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"وہی جگہ ہے.... صد فیصد وہی جگہ....!"

عمران بدستور مستفسرانہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا!

"میں آپ کے یہاں کی فلمیں اکثر دیکھتا رہتا ہوں۔ وہ شائد یہیں فلمائی جاتی ہیں۔ مجھے اس کنوئیں پر لے چلئے جہاں سے ہیروئن پانی بھرتی ہے اور بہت سی لڑکیاں اسکے گرد رقص کرتی ہیں۔!"

عمران نے رونی صورت بنائی اور کراہ کر بولا۔ "بھائی وہ گاؤں تو صرف چھپن چھری اسٹوڈیو میں پایا جاتا ہے۔ یہ حاجی چودھری اللہ رکھا کا پنڈ ہے۔ حاجی صاحب کنوئیں پر ناچنے والیوں کے اباؤں کو ڈنڈے مار مار کر ہلاک کر دیں۔!"

"اوہ....!" ہفتم الف کے لہجے میں مایوسی تھی۔ "آپ لوگ بہت مذہبی ہیں۔!"

"بہت نہیں.... صرف بیس فیصد.... اگر پچاس فیصد بھی ہو جائیں تو ساری دنیا میں کوئی ہم سے آنکھ نہ ملا سکے۔!"

پھر وہ خاموشی سے ناشتہ کرتے رہے تھے۔ ہفتم الف تو شروع ہی سے فکر مند نظر آتا تھا۔ ناشتے کے اختتام پر اس نے عمران سے کہا۔ "لیکن اس حلیے میں تو وہاں نہیں جاسکوں گا۔ جہاں اپنا ٹھکانا بنا رکھا ہے۔!"

"یہ حلیہ صرف سرحد پر چیکنگ کے لئے ہے آگے بڑھتے ہی سب کچھ ختم ہو جائے گا۔!"

"اور یہ تابوت....؟"

"میری وہ قیام گاہ کسی ویرانے میں نہیں ہے.... آس پاس کچھ اور بھی رہتے ہیں اور مجھے ایک اسکالر کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ شہر کی رہائش سے اکتا کر میں اس گوشۂ عافیت کا رخ کرتا ہوں۔!"

"وہاں یہ میری بیوی کا تابوت بن جائے گا۔ تم قطعی فکر نہ کرو.... مردہ عورتیں میرے کان نہیں چاٹ سکتیں۔!"

اس رات کو وہ سفر جاری نہیں رکھ سکے تھے کیونکہ اچانک بادل گھر آئے تھے اور گرج چمک کے ساتھ بارش شروع ہوگئی تھی اور ہوا بھی تیز تھی۔ لاری سڑک سے اتار کر ایک میدان میں کھڑی کر دی گئی۔ کھڑکیوں کے شیشے چڑھا دیئے گئے۔ ایجنٹ ہفتم الف بہت خوش نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا۔

"موسیو عمران کیا آپ مرطوب موسم میں بھی نہیں پیتے....!"

"پینے پلانے کا موسم سے کیا تعلق....!"

"کچھ لوگ کیف برشگال کو دوبالا کرنے کے لئے شوقیہ بھی پی لیتے ہیں۔!"

"یار مجھے کبھی کسی چیز کا شوق نہیں رہا۔!"

"چلتی پھرتی مشین ہیں آپ....!"

"تم پینا چاہو تو پی سکتے ہو.... مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

ہفتم الف نے تھیلے سے بوتل نکالی تھی اور پلاسٹک کے گلاس میں انڈیلنے لگا تھا۔ دفعتاً اس نے ہاتھ روک کر کہا۔ "یہ میں کیا کرنے لگا ہوں۔ ہمارے ساتھ ایک جنازہ بھی ہے۔!"

"جنازے کی پرواہ نہ کرو.... مرنے کے بعد بھی جو عورت ساتھ چھوڑنے پر تیار نہ ہو اس کا کہاں تک خیال رکھا جائے گا۔!"

"تو پھر پی لوں....؟"

عمران کچھ نہ بولا۔ ہفتم الف ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "مجھے بار بار اس کا چہرہ یاد آرہا ہے۔ بڑی دلکش عورت رہی ہوگی۔!"

"ہاں تھی تو.... کیا خیال ہے.... اگر زندہ ہوتی تو تم شادی کر لیتے۔!"

"بات دراصل یہ ہے موسیو عمران کہ ہر عورت چھ ماہ بعد مجھے بُری لگنے لگتی ہے۔!"

"تو تم اپنی بیوی سے پوری طرح متنفر ہو چکے ہو گے۔!"

"ہاں.... لیکن چونکہ بیوی ہے اس لئے چھٹکارا ناممکن ہے۔!"

"کبھی کبھی نفرت کا اظہار بھی کرتے ہو گے۔!"

"سب سے بڑی ٹریجڈی یہی ہے کہ ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اُسی زبان سے اس کی محبت کے گیت گا چکا ہوں۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ محبت نفرت میں کیوں بدل گئی۔!"

"جب تک شادی نہیں ہوتی محبوبائیں تصویر بنی رہتی ہیں اور شادی ہو جانے کے بعد کفن پھاڑنے لگتی ہیں۔ خدا انہیں غارت کرے۔!"

"ضرور.... ضرور....!"

"تو آپ مجھ سے متفق ہیں....!"

"دوسرے گلاس کے اختتام پر بالکل متفق ہو جاؤں گا۔!"

"آپ کو متفق ہونا ہی پڑے گا۔ میں غلط نہیں کہتا۔ مگر آپ کیا جانیں آپ نے شائد کبھی محبت بھی نہ کی ہو۔!"

"اس کے لئے کوالیفائیڈ نہیں ہوں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"میرا معدہ کبھی خراب نہیں ہوا....!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"معدے میں پیدا ہونے والی بعض ناقص رطوبتیں محبت کا قوام بناتی ہیں۔!"

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔!"

"طبی حقیقت ہے....!"

"سارا قصور میری ماں کا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"بچپن میں مجھے مار مار کر کیسٹر آئیل پلایا کرتی تھی۔!"

"تب تو معدہ باقی ہی نہ بچا ہو گا۔!"

"خدا جانے....!" اس نے دوسرے گلاس کا آخری گھونٹ لیا تھا۔

رات انہوں نے اسی میدان میں گذاری تھی۔ باری باری سے سوتے جاگتے رہے تھے۔ پھر صبح ناشتے کے بعد پھر سفر شروع ہوا تھا۔

"تو آپ مجھے اس عورت کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔!" ہفتم الف نے عمران سے کہا۔

"تدفین سے پہلے نہیں۔!"

"کہاں دفن کریں گے....؟"

"جہاں بھی موقع مل گیا۔!"

"تو کیا اس بے چاری کی قبر گمنام ہی رہے گی۔!"

"اس کا انحصار بھی قبر بننے یا نہ بننے پر ہو گا۔!"

ہفتم الف نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور اونگھنے لگا۔

✡

سرحد پار کرنے سے قبل عمران نے اپنی طرف کے محافظوں کو کاغذات دکھا کر مطمئن کر دیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی تھی۔

دوسری طرف کی سرحدی چوکی پر تابوت کا ڈھکنا اٹھا کر لاش بھی دکھانی پڑی تھی اور زات پر خانہ پُری کے بعد سفر جاری رکھنے کی اجازت مل گئی تھی۔

"اب تم ہمیں اپنی یہاں کی قیام گاہ والے راستے پر ڈالو گے۔!"

"مزید پندرہ میل آگے بڑھنے کے بعد....!"

"کیا تم اس بستی میں اپنی اصلی صورت ہی سے پہچانے جاتے ہو۔!"

"جی ہاں....!"

"تب تو ہمیں راستے میں کہیں رکنا پڑے گا۔ کوئی معقول سا غار مل سکے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ ان کی بناوٹ بتا رہی ہے کہ غار بکثرت ہوں گے۔!"

ہفتم الف کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اچھی بات ہے۔!"

دور تک بھورے رنگ کے ننگے پہاڑوں کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے اور ان پر چمکنے والی دھوپ آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔

"تم بہت فکر مند نظر آنے لگے ہو۔!" دفعتاً عمران نے ہفتم الف کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اس بستی میں سبھی ان پڑھ نہیں ہیں۔ ایک گھرانہ ایسا بھی ہے جہاں کے کئی افراد مغربی ممالک سے بیچلرز ڈگری لے آئے ہیں۔!"

"کاٹنے تو نہیں دوڑتے....!" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ انہوں نے مجھے ہمیشہ تنہا دیکھا ہے۔!"

"کہو تو میں عورت کا میک اپ کرلوں۔ اپنی بیوی کی حیثیت سے مجھے متعارف کرادینا۔!"

"موسیو عمران.... پلیز....!"

"تم اسکالر ہو.... مجھے اپنے حاشیہ بردار کی حیثیت دے دینا۔ یہ ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔!"

"دیکھا جائے گا....!" اس نے طویل سانس لی۔

گاڑی دشوار گذار راستوں پر بہت احتیاط سے چلائی جارہی تھی۔ اسلئے رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔

کچھ دیر بعد ہفتم الف نے کہا۔ "اسطرف گاڑی کا گذر نہ ہو سکے گا جہاں غار پائے جاتے ہیں۔!"

"اُف.... فوہ....!" عمران اپنے سر پر دوہتھڑ چلاتا ہوا بولا۔ "رک رک کر اطلاعات فراہم کررہے ہو۔ میں نے سوچا تھا کہ تابوت کو کہیں احتیاط سے رکھ دیں گے۔ شائد پھر کبھی کام آئے لیکن اب یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اُسے ضائع کردینا پڑے گا۔!"

"اور لاش کا کیا ہوگا....؟"

"ابھی بتاتا ہوں....!" عمران نے کہا اور ڈرائیور کو گاڑی روک کر سڑک کی بائیں جانب اتار لینے کی ہدایت دی۔

"کیوں....؟ کیا بات ہے....!" ہفتم الف نے حیرت سے پوچھا۔

"اٹھو.... چل کر لاش کو ٹھکانے لگادیں۔!"

"یہاں....؟"

"ہاں.... یہیں....!"

اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار پھر سے عود کر آئے تھے گاڑی سے اتر کر وہ پچھلے حصے کی طرف آئے اور تابوت کے قریب جاکھڑے ہوئے۔ عمران نے ڈھکنا اٹھایا اور پھر لاش کے بال مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا مارا تھا۔

"ارے.... ارے....!" ہفتم الف بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔

لاش کا سر گردن سمیت اکھڑ کر عمران کے ہاتھ میں آگیا تھا۔

"یہ... یہ...!" ہفتم الف کے لہجے میں احتجاج بھی تھا اور کسی قدر خوف زدگی بھی شامل تھی۔!"

"پلاسٹک کا ہے....!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

"نہیں....!" ہفتم الف بے ساختہ ہنس پڑا۔ لیکن انداز میں شرمندگی بھی تھی۔ پھر اس نے اُسے ٹٹولتے ہوئے کہا تھا۔ "کمال ہے.... ہاتھ لگائے بغیر اندازہ نہیں ہوسکتا کہ یہ گوشت پوست کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔!"

"اور اب آؤ.... لاش کے بقیہ حصوں کی طرف....!" عمران نے کہتے ہوئے کفن کے بند کھول دیئے۔ اس بار ہفتم الف نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

کفن کے اندر سے ایک ٹامی گن، ایک مشین پستول، ایک سائیلنسر لگا ہوا پستول اور ان کا ایمونیشن برآمد ہوا تھا۔ یہ سارا سامان دو سوٹ کیسوں میں منتقل کردیا گیا اور سوٹ کیسوں کا سامان تھیلوں میں پیک کرنے کے بعد عمران نے کہا۔ "تابوت کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نیچے ڈھلان میں پھینک دیں گے مجھے جو مہم درپیش ہے اس کے لئے اسلحہ ضروری تھا۔!"

ہفتم الف کچھ نہ بولا۔

"میرے خیال سے گاڑی کو چلتے ہی رہنا چاہئے۔!" عمران نے کہا۔ "تابوت کے سارے ٹکڑے ایک ہی جگہ نہ پھینکے جائیں۔!"

"جیسی آپ کی مرضی....!" ہفتم الف نے خالی الذہنی کے سے انداز میں کہا۔

گاڑی کے حرکت میں آجانے کے بعد عمران نے تابوت کے تختے الگ کرنا شروع کیا تھا۔ ذرا سی دیر میں یہ کام بھی اختتام کو پہنچ گیا۔ تختے ایک ایک کرکے پھینک دیئے گئے تھے۔

پھر عمران نے نقشہ نکالا اور اسے فرش پر پھیلاتے ہوئے ہفتم الف کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔

"یہی.... وہ مقام ہے نا جہاں ہمیں قیام کرنا ہے....؟" اس نے ایک نشان پر انگلی رکھتے

ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں.... یہی ہے۔!"

"اب اس نشان کو دیکھو....!"

"دیکھ رہا ہوں....!"

"دونوں کے درمیان اندازاً کتنا فاصلہ ہوگا....؟"

"پیمانہ کیا ہے....؟"

"یار عقل کے ناخن لو.... اگر مجھے پیمانہ معلوم ہوتا تو تمہیں کیوں زبان ہلانے کی زحمت دیتا۔ خود ہی ناپ لیتا فاصلہ۔ یہ نقشہ تم ہی لائے تھے۔ اس کے پیمانے سے متعلق کوئی نوٹ منسلک نہیں تھا۔!"

"ٹھہریئے....!" ہفتم الف کچھ سوچتا ہوا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں فاصلہ بتا سکوں گا۔ عرض البلاد اور طول البلاد کی مدد سے۔ ہمارا اپنا طریق تفہیم ہے یہ یہاں.... ٹھیک ہے۔ اس جگہ "بلندا" ہی ہو سکتا ہے لیکن....!"

"لیکن کیا....؟"

"میری قیام گاہ سے شائد بارہ تیرہ میل کے فاصلے پر ہوگا۔ انتہائی دشوار گذار۔ گاڑی یا کسی قسم کی سواری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"یہ بارہ تیرہ میل تین چار دن کھا جائیں گے۔!"

"مجھے یہیں پہنچنا ہے.... نشان کے گرد دائرہ دیکھ رہے ہو نا.... یہ تمہارے جنرل کا بنایا ہوا ہے۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ جنرل کی راہنمائی میں کہیں پہنچنا چاہتے ہیں۔!" اس نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"یہی بات ہے اور جنرل کی نمائندگی تم کرو گے اس سلسلے میں....!"

"آخر وہاں کیا ہے....؟"

"کیا تمہارا یہ سوال مناسب ہے۔!" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"اوہ.... مجھے افسوس ہے.... بہر حال یہاں تک پہنچنے کے لئے باقاعدہ طور پر پلاننگ کرنی پڑے گی۔ لہٰذا میری قیام گاہ تک پہنچنے کے بعد ہی اس پر تفصیلی گفتگو کیجئے گا۔!"

"اچھی بات ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

وہ بڑی پُر فضا جگہ تھی۔ دور دور تک چاروں طرف باغات کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے اور چھوٹی بڑی متعدد عمارتوں پر مشتمل یہ بستی ہر اعتبار سے خوشحال لوگوں کی بستی کہلائی جا سکتی تھی۔ پھلوں کے باغات ہی یہاں کے باشندوں کا ذریعہ معاش تھے۔

یہاں پہنچنے سے قبل ہفتم الف اپنی اصلی شکل میں آگیا تھا.... لیکن عمران کا میک اپ بدستور برقرار رہا تھا۔

بستی کے لوگوں نے کھلے دل سے ہفتم الف کی پذیرائی کی تھی۔ وہ یہاں پروفیسر دارا کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ عمران کا تعارف اس نے ایک شاگرد کی حیثیت سے کرایا تھا۔

یہ چھوٹا سا خوبصورت مکان ہفتم الف ہی کی ملکیت تھا.... اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی دیکھ بھال ایک مقامی آدمی کرتا تھا۔

"میں یہاں دس ماہ بعد آیا ہوں....!" ہفتم الف یا پروفیسر دارا نے عمران کو بتایا۔

"بس اب کام کی بات کرو....!"

"میں اس جگہ کے بارے میں مقامی لوگوں سے مزید معلومات فراہم کئے بغیر کچھ نہ بتا سکوں گا۔!"

"اس میں کتنا وقت صرف ہوگا۔!"

"اگر یہ کوئی اہم معاملہ ہے تو مجھے احتیاط سے کام لینا پڑے گا۔!"

"انتہائی اہم سمجھو....!"

"بس تو پھر میں براہِ راست قسم کے سوالوں سے گریز کروں گا۔ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ یہ طریق کار نتائج کے لحاظ سے غیر یقینی نہ سہی تو دیر طلب ضرور ہوتا ہے۔!"

"کمال ہے....!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "یہاں قدم رکھتے ہی تم نے مجھ سے بھی علمی زبان میں گفتگو کرنا شروع کر دیا ہے۔!"

"محض اس لئے کہ کہیں دوسروں کے سامنے بھی نہ بہک جاؤں۔!"

"احتیاط اچھی چیز ہے.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اچھا اب میں چلا.... آپ ذرا محتاط رہئے گا۔!"

"فکر نہ کرو.....!"

اس کے چلے جانے کے بعد عمران نے ایک بار پھر نقشہ نکالا تھا اور بغور اس کا جائزہ لینے لگا تھا۔ اسکیل سے کچھ فاصلے بھی ناپے تھے اور پُر تفکر انداز میں سر ہلاتا رہا تھا۔

پندرہ بیس منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اور ایک نوجوان لڑکی سامنے کھڑی نظر آئیں۔ دونوں اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

"پروفیسر دارا.....!" معمر عورت کی زبان سے نکلا۔

"وہ موجود نہیں ہیں محترمہ.....!" عمران نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہم انتظار کرلیں گے۔!" عورت بولی۔

"تشریف لائیے.....!" اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

وہ انہیں نشست کے کمرے میں لایا تھا۔ دونوں بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر خاموشی رہی تھی پھر معمر عورت نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "اس سے پہلے پروفیسر ہمیشہ تنہا ہی آتے رہے ہیں۔!"

"میں ان سے طب کا درس لے رہا ہوں۔ محترمہ.....!" عمران بولا۔ "یہاں مجھے اس لئے لائے ہیں کہ جڑی بوٹیوں کی پہچان کراسکیں۔!"

"تو کیا پروفیسر طب بھی پڑھاتے ہیں۔!"

"طب، فلسفہ اور ہیت تینوں کا درس دیتے ہیں۔!"

"بہت خوش مزاج آدمی ہیں۔!" لڑکی بولی۔

"جی ہاں.... بہت زیادہ.....!"

"کب تک واپسی کی توقع کی جائے۔!" معمر عورت نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں کچھ بھی عرض نہ کرسکوں گا۔!"

"ہوسکتا ہے جلد ہی آجائیں۔ کیوں نہ ہم انتظار کرلیں۔!"

بوڑھی عورت عمران کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً اس نے پوچھا۔ "کیا آپ علم نجوم میں بھی دخل رکھتے ہیں۔!"

"نہیں محترمہ.....! میں نے عرض کیا کہ صرف طب کا درس لیتا ہوں۔!"

"پروفیسر دارا علم نجوم میں بھی دست گاہ رکھتے ہیں۔!"

"جی ہاں.....!"

"آپ کو دلچسپی نہیں.....!"

"صرف اس حد تک کہ شائد دن میں بھی کبھی کوئی ستارہ دیکھ سکوں۔!"

"بے شمار فلمی ستارے دن میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔!" لڑکی بولی۔

عمران اس طرح ہنس پڑا تھا جیسے لڑکی نے حاضر جوابی کا ریکارڈ توڑ دیا ہو۔

"اس نے آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کی ہے۔!" عورت اُسے پیار سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"میرا بھی یہی اندازہ تھا.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "صاحب زادی کی تربیت بہت اچھی ہوئی ہے۔ غالباً انگلش کے علاوہ کچھ اور یوروپی زبانیں بھی جانتی ہوں گی۔!"

"نہیں.... مجھے وقت ہی نہیں مل سکا۔!" لڑکی بولی۔ "فرنچ اور جرمن سیکھنا چاہتی تھی۔!"

اتنے میں پھر کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

"معاف کیجئے گا۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"وہ صدر دروازے کی طرف آیا تھا۔ لیکن جیسے ہی دروازہ کھولا ہفتم الف اس پر آپڑا۔ شائد دروازے پر ہی زور ڈالے کھڑا رہا تھا۔

"کیا ہوا.....؟" عمران اسے سنبھالتا ہوا بولا۔ ویسے اسے پہلی ہی نظر میں پتہ چل گیا تھا کہ اس کا داہنا شانہ زخمی ہے۔ کوٹ کی آستین سے خون ٹپک رہا تھا۔

"وہ.... وہ.....!" اس کے علاوہ کچھ اور نہ کہہ سکا۔ بیہوش ہو کر عمران کے ہاتھوں میں جھول گیا۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اُسے سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے دروازہ بولٹ کرکے دونوں عورتوں کو آواز دی۔

شائد ان کیلئے یہ چیز غیر متوقع تھی۔ اسلئے دوڑتی ہوئی صدر دروازے کی طرف آئی تھیں۔

"ارے یہ کیا ہوا.....؟" دونوں نے بیک وقت کہا تھا۔

"زخمی ہیں.... پروفیسر اور یہ گولی ہی کی ضرب ہو سکتی ہے۔ کوٹ میں سوراخ ہو گیا ہے۔!"

"خداوندا یہ کیا ہوا....!" عورت کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی تھی اور پھر وہ تینوں ہی اُسے اٹھا کر کمرے میں لائے تھے۔

"یہیں.... فرش پر.... ٹھیک ہے۔!" عمران نے کہا۔

اُسے فرش پر ڈال دیا گیا۔ عورت اس کی نبض دیکھ رہی تھی۔

"اپنے پیروں ہی سے چل کر یہاں تک آئے ہوں گے۔!" عمران نے کہا۔ "اس لئے تشویش کی بات نہیں صرف بیہوشی ہے۔!"

"میں کہتی ہوں کہ ایسے شریف اور بے ضرر آدمی پر کس بدبخت نے گولی چلائی۔!"

"علم نجوم کا گھپلا معلوم ہوتا ہے۔!" عمران نے اس کا کوٹ اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "کسی کے لئے کوئی پیشگوئی غلط نکل گئی ہوگی۔!"

"صرف چند لوگوں کو معلوم ہے کہ پروفیسر۔ پیشگوئی بھی کرتے ہیں۔!"

عمران نے زخم دیکھا.... شانے کی ہڈی محفوظ تھی اور خون بھی جمنے لگا تھا۔

"کک.... کیا گولی اندر رہ گئی ہے۔!" لڑکی نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں.... کھال پھاڑتی ہوئی گذر گئی ہے.... ورنہ.... یہ یہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ زخم بھی معمولی ہے۔!"

"اللہ تیرا شکر ہے....!" عورت کراہ کر بولی۔

عمران نے اپنے سامان سے فرسٹ ایڈ بکس نکالا تھا اور لڑکی پانی گرم کرنے کے لئے کچن میں چلی گئی تھی۔

"آخر کون ہو سکتا ہے۔!" عورت نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"میں کیا عرض کروں محترمہ.... یہاں اجنبی ہوں.... پہلی بار اس طرف آنا ہوا تھا۔!"

"یہاں کوئی بھی تو ان کا دشمن نہیں ہو سکتا۔!"

"ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ کیا چکر تھا۔!"

لڑکی پانی گرم کر کے لائی تھی اور عمران پروفیسر دارا کا زخم صاف کرنے لگا تھا۔ ڈریسنگ کر دینے کے بعد اُس نے اُسے پھر اٹھایا اور دوسرے کمرے میں لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔

"اب یہ ہوش میں کیسے آئیں گے۔!" عورت نے پوچھا۔

"خدا ہی جانے.... ابھی میں نے اتنی زیادہ طب نہیں پڑھی۔!"

"کوئی خطرے کی بات تو نہیں....!"

"میری دانست میں تو خطرے سے باہر ہیں۔!"

"دنیا اچھے لوگوں کی قدر نہیں کرتی۔!"

"اور بُرے آدمیوں کو بھی گالیاں ہی دیتی رہتی ہے۔!"

"ہاں یہ بھی ہے۔!"

"تب پھر دنیا کا ذکر ہی فضول ہے۔!"

لڑکی اُسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً بولی۔ "میں شروع ہی سے ایک عجیب سی بات محسوس کر رہی ہوں۔!"

"وہ کیا محترمہ....؟"

"آپ پریشان نہیں ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی خاص بات ہی نہ ہوئی ہو۔!"

"گولی لگنا.... بھلا اس میں کیا خاص بات ہو سکتی ہے۔ خاص بات یہ ہوتی کہ پروفیسر بندوق کی نال چبا ڈالتے۔!"

"آپ عجیب آدمی ہیں۔!"

"جو دل چاہے سمجھئے۔ ہم پیدا ہوئے ہیں تو حادثات کا شکار بھی ہوں گے۔ ہمیں موت بھی آئے گی۔ بھلا واقعات میں کوئی خاص بات کہاں سے ہو سکتی ہے۔ خاص بات وہی کہلائے گی جو خلاف فطرت ہو۔!"

"کیا یہ ان باتوں کا وقت ہے....!" عورت بولی۔

"میں خود تو نہیں کر رہا تھا باتیں.... صاحب زادی نے چھیڑی تھیں۔!"

دفعتاً پروفیسر دارا کراہنے لگا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پپوٹے جنبش کر رہے تھے۔ ہونٹوں میں کھنچاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن آنکھیں نہیں کھلی تھیں۔ کراہنے کا انداز اسی طرح بدلتا جا رہا تھا جیسے ہوش میں آ رہا ہو۔

تھوڑی دیر تک وہ خاموش کھڑے رہے تھے۔ پھر عورت اُسے آوازیں دینے لگی تھی۔

"پروفیسر.... پروفیسر.... یہ میں ہوں.... خانزادی جمیلہ....!"
اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن ہلکی ہلکی کراہیں اب بھی جاری تھیں۔

"ابھی بولئے مت....!" عمران نے عورت سے کہا۔

پروفیسر دارا چند لمحے ویران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا تھا پھر یک بیک اٹھ بیٹھا تھا۔

"لیٹے رہئے پروفیسر....!" عمران اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"نن.... نہیں.... ہم خطرے میں ہیں۔!"

"یہ خواتین....!" عمران اونچی آواز میں بولا۔

"کون خواتین....؟" پروفیسر چونک پڑا اور اب ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے پہلی بار اُن دونوں کو دیکھا ہو۔

"اوہ.... آپ.... معاف کیجئے گا۔!"

"یہ آخر ہوا کیا پروفیسر....؟" عورت نے حیرت سے پوچھا۔

"کوئی نادیدہ دشمن.... اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ بظاہر میرا کوئی بھی دشمن نہیں ہے۔ اس لئے کوئی واضح نشاندہی بھی نہیں کی جاسکتی۔!"

"لیٹ جائیے جناب....!" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ "میرے جیتے جی کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔!"

"اوہ.... تم نہیں سمجھ سکتے۔!"

"ایک گھنٹہ گذر چکا ہے آپ کی بیہوشی کو.... ابھی تک تو کسی نے بھی ادھر کا رخ نہیں کیا۔!"

"اوہ.... اوہ....!" وہ کراہتا ہوا پھر لیٹ گیا۔

"ہمیں بے حد افسوس ہے پروفیسر....! آپ کی دیکھ بھال بے حد ضروری ہے۔ کیوں نہ آپ ہمارے ساتھ چلئے....!"

"ارے دیکھ بھال کی فکر نہ کیجئے.... میں جو یہاں ہوں۔ پروفیسر تنہا نہیں ہیں۔!"

"مرد کیا جانیں کہ دیکھ بھال کیسے کی جاتی ہے۔!" لڑکی نے کہا۔

"نہیں....! تکلیف نہ کیجئے۔!" پروفیسر نے کہا۔ "یہ بخوبی میری تیمارداری کر سکیں گے۔!"

"اچھا تو پھر یہی منظور کرلیجئے کہ رات کا کھانا ہم بھجوادیں۔ جب تک پوری طرح صحت یاب

نہ ہو جائیں۔ یہ خدمت ہمارے سپرد کر دیجئے۔!"

"جیسی آپ کی مرضی....!"

"شکریہ....!"

"شام کو ہم آئیں گے۔!" عورت بولی۔

"تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ دونوں چلی گئی تھیں۔ عمران انہیں رخصت کرنے کے بعد دروازہ بولٹ کر کے پروفیسر دارا کے پاس واپس آگیا۔ وہ بستر سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"یہ کیا....؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

"وہ ہمیں گھیر کر مار لیں گے۔!"

"دور دور تک کسی کا پتہ نہیں ہے۔ آخر یہ ہوا کیسے۔!"

"میں کچھ خریداری کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے باہر گیا تھا اور بلندا سے متعلق معلومات بھی فراہم کرنی تھیں۔ ایک ویران راستے سے گذر رہا تھا کہ اچانک بائیں جانب سے بے آواز فائر ہوا تھا۔ میں نے دائیں جانب والی چٹانوں کے پیچھے چھلانگ لگادی۔ اُدھر ایک خشک نالا ہے جس کے کنارے پر اونچی اونچی خاردار جھاڑیاں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ حملہ آور ایک سے زیادہ نہیں تھے۔ ورنہ میں بچ نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکتا۔!"

"اور اب ان دونوں عورتوں کی وجہ سے پوری بستی کو معلوم ہو جائے گا۔!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ وہ یہاں پہلے ہی سے موجود تھیں۔ میرے خدا.... میرا محکمہ.... اب کسی راز کو راز رکھنے کا اہل نہیں رہا۔!"

"یہ بات تو ہے.... تمہارے گھر کا بھیدی اتنا تیز معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی متعلقہ لوگوں کو علم ہو گیا۔"

"اب بھی اگر آپ مجھے اصل معاملے سے آگاہ نہ کریں گے تو یہ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔!"

"کیا تم یہاں اتنی دیر ٹھہرنا پسند کرو گے کہ میں پوری کہانی دہرادوں۔!"

"اوہ.... شائد میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔!" وہ پھر اٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھے رہو.... اب اتنی ہی دیر زندہ رہ سکو گے جتنی دیر اس چہار دیواری تک محدود رہتے ہو۔!"

"ہاں.... شائد آپ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔!"

"تمہارا ذہن کام نہیں کر رہا اس وقت لہٰذا صرف کہانی ہی سے دل بہلاؤ.... میرے ملک کا ایک لیڈر جو موجودہ حکومت سے اختلاف رکھتا تھا ایک دن پراسرار طور پر غائب ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد کسی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے اس کی تقریریں سنی جانے لگیں۔ وہ ایک خاص علاقے کے لوگوں کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کر رہا ہے۔ تمہارے چیف کو کسی طرح اس مقام کا علم ہو گیا ہے جہاں آج کل اس لیڈر کی رہائش ہے۔ بہر حال اس کے بارے میں پوری تفصیل انہی کاغذات میں موجود تھی جو تمہارے توسط سے مجھ تک پہنچے ہیں۔!"

"کتنی عجیب بات ہے....!" پروفیسر کراہا۔

"ہے نا عجیب بات کہ تمہیں تو علم نہیں تھا کہ وہ کاغذات کیسے ہیں لیکن دوسرا کوئی اس حد تک جانتا تھا کہ یہاں بھی تم محفوظ نہ رہ سکے۔!"

"جنرل کو اس کا علم ہونا چاہئے کہ ان کے محکمے میں کیا ہو رہا ہے۔!"

"بہت پہلے ہو چکا ہے۔ ورنہ کاغذات لے کر تم نہ آتے میرا ہی کوئی آدمی تمہارے ملک میں جنرل سے وصول کر لیتا۔!"

"اوہ.... تو کیا....!"

"زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ورنہ زخم مزید خون اگلنے لگے گا۔!" عمران نرم لہجے میں بولا۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

"بہت احتیاط سے۔!" پروفیسر آہستہ سے بولا۔

عمران دروازے کے قریب آیا تھا۔ بائیں جانب دیوار سے لگ کر کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے پوچھا تھا۔ "کون ہے....؟"

"دروازہ کھولو....!" باہر سے گونجیلی سی آواز آئی تھی۔ "ہم پروفیسر کی خیرت دریافت کرنے آئے ہیں۔!"

"دروازہ کھول دیجئے۔!" اس بار نسوانی آواز آئی اور یہ خان زادی جمیلہ کی بیٹی ہی کی آوز ہو سکتی تھی۔

عمران نے دروازہ کھول دیا۔ لڑکی کے پیچھے دو مسلح آدمی کھڑے ہوئے نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔

"یہ دونوں آپ لوگوں کی حفاظت کریں گے۔!" لڑکی نے کہا۔ "کیا میں پروفیسر کو دیکھ سکتی ہوں۔!"

"ضرور.... ضرور....!" عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ لڑکی نے ان دونوں سے کہا۔ "تم میں سے ایک دروازے پر ٹھہرے گا اور دوسرا مکان کے گرد چکر لگاتا رہے۔!"

پھر وہ عمران کے ساتھ پروفیسر کے کمرے میں آئی تھی۔

"پروفیسر....!" اس نے اسے مخاطب کیا۔

"اوہ.... بے بی....!" اس نے آنکھیں کھول کر اٹھنے کی کوشش کی تھی۔

"میں دراصل اسلئے آئی ہوں کہ آپ کو شمدار کے ہسپتال لے چلوں، باہر جیپ موجود ہے۔!"

"اس کی ضرورت نہیں۔!"

"ضرورت ہے پروفیسر.... بات پھیل گئی ہے۔ شمدار کے پولیس اسٹیشن پر بھی اطلاع دینی پڑے گی ورنہ پوری بستی دشواریوں میں مبتلا ہو جائے گی۔ آپ تو جانتے ہیں پولیس والوں کو۔!"

عمران نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "پولیس والوں کو فلسفے سے کوئی دلچسپی نہیں۔!"

عمران سختی سے ہونٹ بھینچ کر رہ گیا!

"لل.... لیکن میں اسے مناسب نہیں سمجھتا....!" پروفیسر بولا۔

"یہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں پروفیسر.... پولیس والوں کو فلسفے سے کوئی دلچسپی نہیں۔!" عمران بولا۔

"تو پھر.... تو پھر....؟"

"ہمیں شمدار چلنا پڑے گا۔!"

پل بھر کیلئے اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے تھے۔ پھر خود کو سنبھال لیا تھا۔

"فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی ساتھ چلوں گی۔!" لڑکی بولی۔

"میں آپ کا بے حد شکر گذار ہوں۔!"

"میرا فرض ہے.... اور پھر آپ کے ان شاگرد کی باتیں.. اور جھنجھلانے کو جی چاہتا ہے۔!"

"کیوں....؟ یہ میں کیا سن رہا ہوں.... عبدالمنان....!"

"آہا.... تو ان کا نام عبدالمنان ہے....!"

"ناموں میں کیا رکھا ہے۔ اگرچہ ہوا ہوا میں پیدا ہوتا تو نام "مچو تیاری" ہوتا۔!"

"خیر تو اب جلدی کیجئے....!" لڑکی نے کہا اور صدر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ کے اسلحہ کا کیا ہوگا....؟" پروفیسر نے آہستہ سے پوچھا۔

"سارا گھر پر نہیں ہے کچھ پہلے ہی باہر ایک مناسب جگہ پر چھپا دیا تھا لہٰذا ہماری عدم موجودگی میں اگر گھر کی تلاشی بھی لی گئی تو.... تو کوئی پرواہ نہیں۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ ہم اس طرح پھنس جائیں گے۔!"

"فکر نہ کرو....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "شمداد یہاں سے کتنی دور ہے۔!"

"چھ سات میل کے فاصلے پر....!"

"راستے ہی میں کہیں انہیں جل دے کر کسی طرف نکل چلیں گے۔ پولیس اسٹیشن پہنچنا قطعی مناسب نہ ہوگا۔ حملہ آور نے شائد دیدہ و دانستہ ایسے زاویئے سے فائر کیا تھا کہ تم بس معمولی طور پر زخمی ہو جاؤ.... ہوسکتا ہے اُسے یہ بھی معلوم رہا ہو کہ بستی کے دو افراد تمہارے گھر پر موجود ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!"

"بستی میں ہنگامہ کرنے کی بجائے وہ ہمیں شمداد کے راستے میں گھیرنا چاہتے ہیں۔!"

"یعنی اسی لئے مجھے صرف معمولی سا زخمی کیا ہے کہ ہم شمدار کی طرف روانہ ہوجائیں......!"

"باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ تیار ہو جاؤ اور ہو سکے تو لڑکی کو ساتھ چلنے سے باز رکھو.... دو مسلح آدمی اور جیپ ہی کافی ہے۔!"

"میں کوشش کروں گا.... آپ اُسے نہیں جانتے وہ بہت ضدی لڑکی ہے۔ اس کی ماں نے بھی اُسے روکنے کی کوشش کی ہوگی۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ پروفیسر روانگی کی تیاری کرنے لگا تھا۔ عمران نے دونوں سوٹ کیس اٹھائے۔ مکان کو مقفل کر کے وہ جیپ کے قریب پہنچے۔ دونوں مسلح آدمی اگلی سیٹ پر تھے۔ لڑکی پچھلی سیٹ پر ایک کنارے بیٹھی نظر آئی۔

روانگی سے قبل پروفیسر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اُسے اُن کے ساتھ نہ جانا چاہئے لیکن وہ نہیں مانی تھی۔

جیپ چل پڑی۔ مسلح آدمیوں میں سے ایک ڈرائیو کر رہا تھا۔ عمران نے کنکھیوں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ سوچ رہی تھی۔

❁

موٹر سائیکل تیز رفتاری سے پہاڑی سڑک پر اڑی جارہی تھی۔ سوار کو خطرناک ڈھلانوں کی پرواہ معلوم ہوتی تھی اور نہ دشوار گذار چڑھائیوں کی۔ ایک جگہ وہ سڑک کے نیچے اتری تھی اور ایک پتلے سے درے میں گھستی چلی گئی تھی یہاں سوار نے ہیڈ لیمپ روشن کردیا تھا پہیوں کے نیچے ایسی ہی سطح زمین تھی جیسے اُسے دست انسانی نے ہموار کیا ہو۔

ذرا دیر بعد وہ پھر کھلے میں نکل آئی تھی اور پھر ایک جگہ رک ہی گئی اور اس کا انجن بند کردیا گیا۔

بائیں جانب کی ایک چٹان کی دراڑ سے کسی نے سر نکال کر سائیکل سوار کو آواز دی تھی۔

موٹر سائیکل سوار ہاتھ ہلا کر چیخا۔ "سب کچھ توقعات کے مطابق ہوا ہے۔ وہ شمدار کی طرف جارہے ہیں۔ خانزادی اپنے دو سپاہیوں کے ساتھ انہیں لے جارہی ہے۔!"

دوسرا آدمی دراڑ سے نکل کر سائیکل سوار کی طرف چل پڑا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے کہا۔

"تم نے بہت بُری خبر سنائی۔ خانزادی کو اُن کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے تھا۔!"

"کیا فرق پڑتا ہے....!"

"ہم سے یہی کہا گیا تھا کہ بستی میں سنسنی پھیلائے بغیر اُن دونوں کو قابو میں کرلیں۔ مار ڈالنے کا بھی حکم نہیں دیا گیا!"

"بستی والے پروفیسر وارا کے ہمدرد ہیں۔!" سائیکل سوار بُرے لہجے میں بولا۔

"خیر چلو.... مجھے دیکھنا پڑے گا کہیں وہ لوگ بستی کے ان تینوں افراد پر بھی تشدد نہ کر بیٹھیں۔!"

وہ موٹر سائیکل کے کیریئر پر بیٹھ گیا تھا اور موٹر سائیکل دوبارہ اسٹارٹ ہوئی تھی اور جس راستے سے آئی تھی اسی راستے سے واپس ہوئی۔ سڑک پر پہنچ کر دوسرے آدمی نے کہا۔ "جتنی تیز رفتاری سے چل سکتے ہو چلو۔!"

قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچے تھے جہاں تین گاڑیوں نے سڑک گھیر رکھی تھی۔ انہیں رکنا پڑا۔

"آٹھ مسلح افراد سڑک پر ایک جیپ کو گھیرے کھڑے تھے۔ اس جیپ پر انہیں تین افراد نظر آئے ایک لڑکی تھی اور دو باوردی سپاہی۔ وردی نجی تھی۔ سرکاری نہیں۔!"

نیچے کھڑے ہوئے آٹھوں مسلح آدمیوں میں سے ایک تیز لہجے میں بولے جا رہا تھا۔

دفعتاً جیپ پر بیٹھی ہوئی لڑکی چیخی۔ "خاموش ہو جاؤ.... ورنہ میرے سپاہی نہیں دیکھیں گے کہ تم آٹھ ہو۔!"

"آٹھ نہیں.... دس کہئے خان زادی....!" موٹر سائیکل پر آنے والے دوسرے آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔

اُن آٹھوں نے مودبانہ انداز میں اسے راستہ دیا تھا۔

"آپ سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے خان زادی....!"

"میں نہیں جانتی تم کون ہو....!" خان زادی نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں تو آپ کو جانتا ہوں.... وہ دونوں کہاں ہیں....؟"

"مجھے خوشی ہے کہ تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو گئے....!"

"اس گاڑی پر ہمیں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ملا۔!" آٹھوں مسلح آدمیوں میں سے ایک نے کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے....!" موٹر سائیکل سوار بول پڑا۔ "میرے سامنے ہی روانہ ہوئے تھے۔!"

"دو کے لئے دس آدمی.... کیسی بزدلی ہے۔!" خان زادی نے نفرت سے کہا۔

"آخر وہ گئے کہاں....؟"

"میں نہیں جانتی....!"

"یہ تو آپ کو بتانا ہی پڑے گا۔!"

"ناممکن....!"

"ہمیں تشدد پر مجبور نہ کیجئے.... آپ کے یہ دونوں آدمی لمحے بھر کی بات ہیں۔!"

خان زادی فوراً ہی کچھ نہ بولی۔ اب وہ کسی قدر فکر مند نظر آنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس

نے اپنے ایک سپاہی سے کہا۔ "تم چاہو تو انہیں بتا سکتے ہو کہ کیا ہوا تھا۔!"

سپاہی چند لمحے انہیں گھورتا رہا تھا پھر بولا تھا۔ "یہاں پہنچ کر پروفیسر کو پیشاب کی حاجت ہوئی تھی اور ان کا شاگرد نیچے اتار لے گیا تھا۔ جب دیر تک واپسی نہیں ہوئی تو میں انہیں دیکھنے لگا۔ لیکن اُن کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ہم تینوں ہی انہیں تلاش کرنے لگے تھے۔ تھک ہار کر واپس آئے تو ان کے دونوں سوٹ کیس بھی غائب تھے۔!"

"اس میں کتنی سچائی ہے....؟" سپاہی سے سوال کیا گیا۔ اس پر خان زادی بپھر گئی تھی اور دونوں سپاہی بھی مارنے مرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قریب تھا کہ سچ مچ جھگڑا شروع ہو جاتا کہ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔

"بھاگو....!" کوئی چیخا۔ "دستی بم تھا۔!"

اور پھر وہ سب تتر بتر ہو گئے۔ ان کی گاڑیاں وہاں کھڑی رہ گئی تھیں۔ موٹر سائیکل سوار اور اس کا ساتھی بھاگ کر ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گئے تھے۔

پھر مزید دو دھماکے ہوئے تھے اور ان میں سے کسی کی بھی ہمت نہیں پڑی تھی کہ سڑک کی طرف رخ بھی کر سکتا۔

اس کے بعد کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی تھی اور سائیکل سوار کے ساتھی نے کہا تھا۔ "گئے.... نکل گئے.... اوہ.... یہ خان زادی! اب انہی تینوں کو تلاش کر کے لے چلنا پڑے گا۔ ورنہ شامت آجائے گی۔!"

"میرا خیال ہے وہ تینوں اپنی جیپ پر ہی بیٹھے رہ گئے تھے۔!" سائیکل سوار بولا۔

"نہیں.... وہ بھی بھاگے تھے.... میں نے دیکھا تھا۔!"

"آہستہ آہستہ وہ سب سڑک پر پہنچے تھے۔ دو گاڑیاں اب بھی موجود تھی۔ موٹر سائیکل بھی وہیں ملی جہاں کھڑی کی گئی تھی۔ البتہ دونوں گاڑیوں کا ایک ایک ٹائر بیکار کر دیا گیا تھا۔ غالباً بعد کے دو دھماکے انہی ٹائروں کے پھٹنے سے ہوئے تھے۔

"ارے.... وہ ہماری ہی ایک گاڑی لے گئے ہیں۔!" کوئی بولا۔

خان زادی اور اس کے دونوں سپاہی بھی واپس آگئے تھے۔

"خان زادی صاحبہ اب یہ کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کو اس اسکیم کا علم نہیں

تھا۔!" سائیکل سوار کے ساتھی نے کہا۔

"میں کسی سے بات کرنا نہیں چاہتی۔!" اس نے سخت لہجے میں کہا اور اپنے سپاہی سے بولی۔

"گاڑی کا ناکارہ پہیہ بدل دو....!"

سائیکل سوار کے ساتھی نے اپنے آدمیوں کو کسی قسم کا اشارہ کیا اور وہ سب دونوں سپاہیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کی رائفلیں چھین لیں۔

"اور اب تم تینوں کو ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔!" سائیکل سوار کا ساتھی خان زادی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "یہی میں نہیں چاہتا تھا۔ اگر وہ دونوں ہاتھ آجاتے تو ہمیں تم سے کوئی سروکار نہ ہوتا۔!"

خان زادی کچھ نہ بولی۔

"یہ اچھا نہیں ہوا....!" پروفیسر نے کہا۔ لیکن عمران کچھ نہ بولا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسٹیئرنگ کرتا رہا۔ گاڑی بہت تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔

"پھر گاڑی ہی لانی تھی تو خان زادی کی لاتے۔!"

"یار مت کان چاٹو....!" عمران بالآخر بولا۔ "گاڑی ہی سے تو ہم پتہ لگا سکیں گے کہ حملہ آور کون تھے اور مجھے کس سے نپٹنا ہے۔!"

"پتہ نہیں انہوں نے خان زادی کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو۔!"

"کون خان زادی....!"

"ارے.... ارے....!"

"تم اب اُدھر جانے کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ تمہارا وہ ٹھکانہ ختم ہو چکا اس لئے اب تم کسی خان زادی کو بھی نہیں جانتے۔ اپنے کام سے کام رکھو....!"

پروفیسر نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ "اب مشورہ دو کہ ہم فی الحال کہاں چلیں۔!"

"شمدار میں رکنا تو مناسب نہ ہوگا۔!"

"فیول انڈیکیٹر پر نظر رکھ کر جگہ کا تعین جلد سے جلد کر لو.... ہو سکتا ہے وہ ہمارا تعاقب

جاری رکھیں۔!"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔!" پروفیسر مضطربانہ انداز میں بولا۔

"دیکھا جائے گا۔!"

"آخر یہ دستی بم کہاں سے نکل آیا۔ آپ نے تو کہا تھا کہ اسلحہ آپ نے کہیں مکان کے قریب چھپا دیا ہے۔!"

"سب نہیں.... کچھ ان دونوں سوٹ کیسوں میں بھی موجود ہے۔!"

"ویسے مجھے اعتراف ہے کہ آپ بے حد پھرتیلے ہیں۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے اور آپ کے اندازے بھی غلط نہیں ہوتے۔!"

"سلیمانی تعویذ باندھ رکھا ہے بازو پر.... سب اس کی برکت ہے۔!"

پروفیسر نے اُسے غور سے دیکھا تھا۔ کچھ بولا نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "شمدار سے آگے ایک سرائے ہے۔ لیکن اس گاڑی کی وجہ سے ہم کہیں بھی چھپے نہ رہ سکیں گے۔ ایک موٹر سائیکل بھی تو تھی شائد۔ ہمارے لئے تو وہی مناسب رہتی۔!"

"اور یہ وزنی سوٹ کیس شائد ہم اپنے سروں پر اٹھاتے۔!" عمران بولا۔

"سوٹ کیس اتنے وزنی کیوں ہیں۔!"

"تم اتنے زیادہ زخمی بھی نہیں ہو کہ بچوں کی سی باتیں کرنے لگو۔ سوٹ کیسوں میں کس چیز کا وزن ہو سکتا ہے۔!"

"سارا اسلحہ....!"

"بس اب ختم بھی کرو.... ایسی جگہ سوچو جہاں گاڑی سمیت چھپے رہ سکیں۔!"

"مجھے ایسی جگہیں بھی معلوم ہیں۔ لیکن وہاں ہم بھوکے مر جائیں گے۔!"

"اچھا تو شائد تم گولی کھا کر مرنا چاہتے ہو۔ عقلمند آدمی فی الحال ہمیں فوری طور پر ایسی کوئی جگہ تلاش کرنی چاہئے جہاں کچھ وقت گذارنے کے بعد ہم آگے بڑھیں گے۔!"

"بس تو پھر کچھ دور اور چلئے.... ان اطراف میں ایک جگہ کا علم ہے مجھے۔ لیکن اس کی ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ہمیں وہاں تلاش نہ کر لیں گے۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو.... اسے میں دیکھ لوں گا۔!"

پھر خاموشی سے راستہ طے ہوتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر کی ہدایت کے مطابق عمران نے گاڑی ایک ناہموار راستے پر اتار دی تھی اور اپنی ڈرائیونگ کی مشاقی کے مظاہرے کرتا ہوا بالآخر ایسی جگہ گاڑی روکی تھی جو سڑک سے کافی فاصلے پر ہونے کی بناء پر محفوظ تھی۔ یعنی گاڑی کے سڑک پر سے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے....!" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "میں جلد ہی کوئی ایسی جگہ تلاش کرلوں گا جہاں سے سڑک پر بھی نظر رکھی جاسکے۔!"

گاڑی سے اتر کر اس نے وقت نہیں ضائع کیا تھا۔ سوٹ کیس سے ٹامی گن نکالی تھی اور ایک چٹان پر چڑھتا چلا گیا۔ پروفیسر جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔ اسے تو ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کوئی بندر اس اعتماد کے ساتھ چھلانگیں مارتا ہوا چٹان پر چڑھتا جارہا تھا کہ وہ ہر حال میں اپنا توازن برقرار ہی رکھے گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اوپر پہنچ گیا اور وہاں سے ہاتھ ہلا کر شائد اُسے مطمئن رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

پندرہ بیس منٹ گذر گئے۔ لیکن اس کی واپسی نہ ہوئی۔ پروفیسر کے شانے کی تکلیف بڑھ رہی تھی لیکن وہ پرسکون رہنے کی کوشش میں لگا رہا۔

ٹھیک پچیس منٹ بعد اس نے عمران کو واپس آتے دیکھا۔

"دونوں گاڑیاں شمدار ہی کی طرف گئی ہیں۔" اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے....!"

"کچھ دیر بعد بتاؤں گا.... تم ادھر لیٹ جاؤ لیکن ٹھہرو.... مجھے موٹر سائیکل کا تو دھیان ہی نہیں رہا تھا۔"

"اوہو....!" پروفیسر بوکھلا کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "موٹر سائیکل خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ موسیو عمران۔ ہوسکتا ہے وہ جیپ ادھر لانے کی جدوجہد سے جان چرائیں۔ لیکن موٹر سائیکل تو بہ آسانی....!"

"چلو آؤ.... جب تک یہ خطرہ باقی ہے ہمیں اس چٹان ہی پر قیام کرنا چاہئے۔ چاروں طرف نظر بھی رکھ سکیں گے۔!"

"میرا خیال ہے کہ زخم سے پھر خون رسنے لگا ہے۔!" پروفیسر ہانپتا ہوا بولا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے دوربین کے ذریعے گردوپیش کا جائزہ لینا شروع کردیا تھا۔

دفعتاً کسی آواز پر اُس نے کان کھڑے کئے تھے اور دوربین آنکھوں سے ہٹا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

"کیا بات ہے....؟" پروفیسر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آواز.... ہوسکتا ہے موٹر سائیکل ہی کی ہو۔ ابھی خاصی دور ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے وہاں ایک موٹر سائیکل بھی تھی۔!"

اور پھر وہ آواز پروفیسر نے بھی سن لی۔ لیکن سمت کا تعین نہ کرسکا۔

"اگر ان میں سے کوئی ہاتھ آجائے تو کیا کہنا....!" عمران بولا۔

"موٹر سائیکل کی آواز واضح طور پر سنائی دینے لگی تھی۔ لیکن سڑک کی جانب سے نہیں آرہی تھی۔!"

"وہ رہی....!" دفعتاً پروفیسر نے کہا۔

لیکن وہ اس راستے سے اس طرف نہیں آرہی تھی جس سے وہ آئے تھے۔ عمران دائیں جانب کی ڈھلان سے نیچے اترتا چلا گیا۔ پروفیسر کی پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ اس پر پوری طرح نظر رکھ سکتا۔ بہرحال اندازے سے یہی معلوم ہوا تھا جیسے وہ ٹھیک جیپ کے پاس آرکی ہو۔ اُسے اپنا دل کھوپڑی میں دھمکتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔ چوٹ کی بناء پر اس وقت جو اس کی کیفیت تھی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس سے قبل بھی ایسے حالات سے دوچار ہوچکا تھا۔ لیکن اتنی تشویش میں کبھی مبتلا نہیں ہوا تھا جتنا اس وقت تھا۔

اچانک اس نے ٹامی گن کا قہقہہ سنا تھا اور پھر عمران کی آواز سنائی دی تھی۔ "خبردار.... جہاں ہو وہیں ٹھہرو....!"

اس نے مقامی زبان استعمال کی تھی اور لہجے میں بھی اجنبیت نہیں تھی تو اس کی خواہش کے مطابق ان میں سے کوئی ہاتھ لگ ہی گیا۔ پروفیسر نے سوچا۔

"زمین پر اوندھے لیٹ جاؤ.... تمہارے ہاتھ سر پر ہونے چاہئیں۔ چلو چلو.... جلدی کرو.... ورنہ چھلنی کردوں گا۔!" پھر اس نے پروفیسر کو آواز دی تھی۔ "آجاؤ.... دو پرندے ہیں۔!"

پروفیسر بدقت نیچے پہنچا تھا۔ وہ دونوں زمین پر اوندھے پڑے تھے اور عمران نے انہیں ٹامی

گن سے کور کر رکھا تھا۔

"ان کی جامہ تلاشی لو....!" اس نے پروفیسر سے کہا۔

پھر ان دونوں کے پاس سے ایک چاقو اور دو ریوالور برآمد ہوئے تھے۔

"اب اٹھ بیٹھو.... اور بولنا شروع کردو....!" عمران نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے فوراً ہی تعمیل کی تھی۔ دونوں کے چہرے اُترے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں اپنی موت کی اطلاع مل گئی ہو۔

"چلو.... شروع ہو جاؤ....!"

"ہم کچھ نہیں جانتے....!" ایک بولا۔

"کیا نہیں جانتے....؟"

"نہیں جانتے کہ تم لوگ کون ہو.... ہمیں حکم ملا تھا کہ تمہیں پکڑ کر شہباز کے بسیرے تک لے جائیں۔!"

"یہ کیا بلا ہے.... میرا مطلب ہے شہباز کا بسیرا....!"

"ایک چھوٹی سی عمارت.... جو بلنداکی چوٹی پر واقع ہے۔!"

"کس کے حکم سے....؟"

"میجر جنزل کے حکم سے....؟"

"نام بتاؤ....!"

"ہم صرف میجر جنزل جانتے ہیں۔ نام نہیں معلوم....!"

"وہ وہیں رہتا ہے....!"

"یہ بھی ہمیں نہیں معلوم....!"

"تم نے اسے دیکھا ہے....؟"

"ہاں.... ہمیں براہِ راست احکامات ملتے ہیں۔!"

"پروفیسر پر گولی کیوں چلائی گئی تھی جبکہ صرف گرفتار کرنے کا حکم تھا۔!"

"میجر جنزل نہیں چاہتے تھے کہ بستی میں ہنگامہ ہو۔ اس لئے ہم تمہیں بستی سے نکالنا چاہتے تھے۔ حملہ قاتلانہ نہیں تھا صرف کسی قدر زخمی کرنا مقصود تھا....!"

"لڑکی کہاں ہے....؟"

"وہ اپنے آدمیوں سمیت وہیں پہنچادی گئی ہے جہاں تمہیں جانا تھا۔ اگر تم ہاتھ آجاتے تو ہم اُسے وہیں چھوڑ دیتے۔!"

"کیوں....؟"

"ہم اتنا ہی کرتے ہیں جتنا ہم سے کہا جاتا ہے....!"

"جب لڑکی کے بارے میں تمہیں کوئی حکم نہیں ملا تھا تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہئے تھا۔!"

"مجبوراً.... آخر ہمارے بیان کی تصدیق کون کرتا۔!"

عمران نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پروفیسر سے بولا۔ "بھئی.... ان کے ریوالور اور چاقو واپس کردو....!"

پروفیسر نے اُسے حیرت سے دیکھا۔

"اس طرح کیا دیکھ رہے ہو....!" عمران ہنس پڑا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔

"کسی غلط فہمی کی بناء پر دو محکمے آپس میں ٹکرا گئے ہیں۔ تم میجر جنزل کو نہیں جانتے۔!"

اب وہ دونوں بھی حیرت سے اُسے دیکھ رہے تھے۔

"اس طرح نہ دیکھو دوستو! ارے تم نے ابھی تک ان کا اسلحہ واپس نہیں کیا۔ خیر.... ہاں تو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ سب کچھ غلط فہمی کی بناء پر ہوا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میجر جنزل کے آدمیوں سے سابقہ ہے تو ہم خود ہی چلے چلتے۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ پروفیسر کے کسی ذاتی دشمن نے ہمارے لئے یہ جال پھیلایا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہہ رہے ہو....!" ان میں سے ایک بولا۔

"سرکاری راز ہے....!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "اب تم ہی بتاؤ.... کیا میجر جنزل کے علاوہ کوئی اور بھی تمہارے پیشے سے واقف ہے۔!"

"نہیں....!"

"کیا تمہیں پولیس گرفتار نہیں کرسکتی۔!"

"کرسکتی ہے....!"

"حالانکہ تم بھی سرکاری آدمی ہو۔ چاہو تو اپنی اصلیت ان پر ظاہر کرسکتے ہو۔ لیکن محکمے

کے قواعد کے مطابق تم ایسا نہیں کر سکتے۔!"

"یہ بات بھی درست ہے....!"

"لہٰذا میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ ہمارا تعلق کس محکمے سے ہے۔ بس تم ہمیں میجر جنرل کے پاس لے چلو....!"

"ٹھیک ہے....!" دوسرے نے پہلے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ہم سے یہی تو کہا گیا تھا کہ انہیں وہاں تک پہنچا دو....!"

پھر ذرا ہی دیر میں ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ چاروں ایک دوسرے کو عرصے سے جانتے ہوں۔ پروفیسر عش عش کر تا رہ گیا۔

پھر یہ طے پایا تھا کہ موٹر سائیکل آگے جائے گی اور جیپ پیچھے رہے گی۔

روانگی ہوگئی۔ عمران جیپ ڈرائیو کر رہا تھا اور وہ دونوں قریباً سو گز کے فاصلے سے آگے جا رہے تھے۔

سڑک پر پہنچ جانے کے بعد پروفیسر نے ہونٹ کھولے تھے۔

"میری تو کچھ سمجھ ہی میں نہ آسکا....!"

"دیکھو....اب باعزت طور پر جا رہے ہو۔!"

"کیا بات ہوئی....؟"

"اچھا بتاؤ.... میں ان دونوں کا کیا کرتا۔ خواہ مخواہ بھٹکتے پھرنے سے تو زیادہ مناسب یہی معلوم ہوا کہ کسی کی راہنمائی میں وہاں تک پہنچیں۔!"

"آپ حیرت انگیز طور پر حالات کا رخ موڑ دیتے ہیں۔!"

"جب مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ یہ دونوں ہماری اصلیت سے واقف نہیں ہیں تو میں نے اسکیم یکلخت بدل دی۔ تم دیکھ ہی رہے ہو۔!"

"اگلا قدم....؟"

"آئندہ حالات پر منحصر....!"

"یہ رویہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔!"

"ہم دعوتیں کھانے نہیں نکلے ہیں۔ پروفیسر صاحب....!"

"آپ کو سمجھنا بے حد مشکل ہے۔!"

"زخم کا کیا حال ہے....؟"

"شائد دوبارہ خون رسنے لگا ہے۔!"

"شمداد پہنچ کر دیکھیں گے۔ اب بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ یہی دونوں تمہاری مرہم پٹی کرائیں گے۔ دیکھ لینا۔!"

❂

خان زادی یہاں پیشی کے لئے لائی گئی تھی۔ اس کے دونوں سپاہی بھی ساتھ تھے اور اس طرح سر جھکائے کھڑے تھے جیسے خان زادی کا تحفظ نہ کر سکنے کی بناء پر شرمندہ ہوں۔ ان تینوں کے علاوہ مشین پستول سے مسلح ایک آدمی اور بھی تھا۔ خان زادی کے سپاہیوں کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ایک قد آور آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ مسلح سپاہی نے سلیوٹ کیا تھا۔ نووارد نے قیدیوں پر اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی تھی اور سامنے والی کرسی پر جا بیٹھا تھا۔ پھر اس نے خان زادی کی طرف اشارہ کر کے مسلح سپاہی سے کہا۔ "کرسی پیش کرو۔!"

اس نے فوری طور پر تعمیل کی تھی لیکن خان زادی کھڑی ہی رہی۔ نووارد نے ہاتھ ہلا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئی لیکن اُسے ایسی ہی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی جیسے موقع ملتے ہی جھپٹ پڑے گی۔

"وہ آدمی وہاں کب سے مقیم تھا....؟" نووارد نے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"کون آدمی....!"

"جسے تم شمداد لے جا رہی تھیں۔!"

"پروفیسر دارا.... انہوں نے بستی میں ایک مکان خریدا تھا اور کبھی کبھی تبدیلی کے لئے آیا کرتے ہیں۔!"

"مستقل قیام کہاں ہے....؟"

"یونیورسٹی میں....!"

"میری دانست میں وہاں کوئی ایسا معلم نہیں ہے جس کا نام دارا ہو۔!"

"کیا مطلب....؟"

"تم لوگ ابھی تک ایک غیر ملکی جاسوس کی اعانت کرتے رہے ہو۔!"

"تم کون ہو....؟"

"محکمہ کار خاص کا سربراہ....!"

"میں خان دوراں کی بھتیجی ہوں....!"

"مجھے معلوم ہے۔!"

"محکمہ کار خاص کے سربراہ کو جوابدہی کرنی پڑے گی۔ اگر وہ جاسوس بھی تھا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوا نہیں تھا۔!"

"ٹھیک ہے.... اسی لئے تمہیں اس وقت تک یہاں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ ہاتھ نہیں لگ جاتا۔!"

"اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلو تو بہتر ہے۔!"

"دوسرا آدمی کون تھا....؟"

"میں نہیں جانتی.... وہ پہلی بار پروفیسر کے ساتھ بستی میں آیا تھا۔ اس کا کوئی شاگرد ہے۔!"

"حلیہ بتاؤ....!"

خانزادی نے عمران کا میک اپ کیا ہوا حلیہ بیان کیا تھا اور بولی تھی۔

"سوال تو یہ ہے کہ محکمہ کار خاص اچانک کیوں جاگ پڑا۔ بستی میں پروفیسر کو متعارف ہوئے ایک عرصہ گذرا ہے۔!"

"اپنے کام سے کام رکھو.... تم کیا سمجھتی ہو۔ خان زادی دوراں کی بھتیجی ہونے کی بناء پر تمہارے ساتھ کوئی رعایت کی جائے گی۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی تھی۔

"انہیں لے جاؤ....!" نووارد نے مسلح آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"صرف ایک بات اور....!" خان زادی ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"کیا کہنا ہے....!"

"اگر وہ واقعی غیر ملکی جاسوس ہیں تو تم سے کہیں زیادہ چالاک معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کیا مطلب....!"

"انہوں نے اُسے ناکام حملہ نہیں سمجھا تھا بلکہ تمہاری اس چال کو بخوبی سمجھ گئے تھے ورنہ اس طرح مجھے دھوکہ دے کر فرار ہوجانے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔!"

"خان دوراں سمیت پورے خاندان کو بھگتنا پڑے گا۔!" نووارد غرایا۔ خان زادی مزید کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف مڑ گئی۔

وہ تینوں باہر لے جائے گئے تھے اور نووارد وہیں بیٹھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی تھی اور ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"شہباز کو بلاؤ....!" اس نے اس سے کہا۔

وہ آدمی چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وزنی قدموں کی آواز سنائی دی تھی اور ایک آدمی اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"بیٹھ جاؤ....!" اُس نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"شکریہ جنرل....!"

"مجھے جلدی ہے.... زیادہ دیر تک یہاں نہیں رک سکتا۔!" جنرل نے کہا۔ "لڑکی اس کا اعتراف نہیں کرتی کہ وہ پروفیسر دارا کی اصلیت سے واقف ہے۔!"

"تو پھر نہ ہوگی....!" شہباز اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"تم اس سے اعتراف کراؤ گے....!"

"اگر میں اسے نہ جانتا ہوتا تو ضرور کرالیتا....!" شہباز نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا مطلب....؟" جنرل کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

"وہ خان دوراں کی بھتیجی ہے۔!"

"میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں....!"

"دیکھو دوست....!" شہباز ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں نے تم سے اس لئے تعاون نہیں کیا ہے کہ تم حکومت کی آنکھوں کا تارا ہو۔ اس کی وجہ ہماری بچپن کی دوستی بنی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ میں تم سے ہر بات پر متفق ہو جاؤں گا۔ مجھ پر خان دوراں کے بہت

سے احسانات ہیں۔ لہٰذا میں دوغلا کتا کہلایا جانا پسند نہ کروں گا۔!"

میجر جنرل اسے خاموشی سے گھورتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "خیر اس دوستی کی بناء پر میں تم پر جبر نہیں کروں گا ورنہ تم جانتے ہو کہ میں کتنا بااختیار ہوں۔!"

"ہاں.... ہاں.... میں جانتا ہوں....!"

"لڑکی اور اُس کے دونوں آدمی یہیں رہیں گے۔!" جنرل نے کہا۔

"مہمانوں کی حیثیت سے....!"

"ہوں.... اچھا....!" جنرل اٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے ان دونوں کی فکر ہے۔!"

شہباز کچھ نہیں بولا تھا۔ جنرل باہر چلا گیا۔

شہباز وہیں بیٹھا رہا.... آنکھوں کی بناوٹ سے دلیر اور بیباک معلوم ہوتا تھا۔ اعضاء مضبوط تھے۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ جنرل ہی کی طرح قد آور تھا۔ جبڑے بھاری اور ہونٹ پتلے تھے۔

وہ تھوڑی دیر بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا پھر اٹھ گیا تھا۔ اس عمارت سے نکل کر مغرب کی سمت والی ڈھلان میں اترنے لگا۔ ایک چکر دار راستہ اسے دوسری عمارت تک لایا اور اسی عمارت میں اس کی ملاقات خان زادی سے ہوئی۔ اس کا غصہ فرو ہو چکا تھا۔ شائد جنرل سے گفتگو کر لینے کے بعد ہی یہ کیفیت ہوئی تھی۔ تیکھے خدوخال میں تفکر آمیز سنجیدگی کی جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں۔

"مجھے بے حد افسوس ہے بیٹی....!" شہباز بالآخر بولا۔

"آپ کون ہیں....؟"

"ہو سکتا ہے تم نے میرا نام سنا ہو....!"

"آپ بلندا کے خان شہباز تو نہیں ہیں۔!"

"تمہارا خیال درست ہے....!"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے.... بستی والوں کو علم نہیں تھا کہ پروفیسر کون ہے۔!"

"مجھے یقین ہے....!"

"تو پھر آخر مجھے یہاں روکے رکھنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔!"

"میں بھی نہیں چاہتا کہ ایسا ہو.... لیکن مجبوری.... حالات بدل چکے ہیں۔ میں اپنے

علاقے میں اتنا بااختیار بھی نہیں رہا کہ ان لوگوں سے اختلاف رائے کر سکوں لیکن میں نے یہ بات جنرل سے کھل کر کہہ دی ہے کہ خان داراں کی بھتیجی اور اس کے ملازم یہاں معزز مہمانوں کی حیثیت سے رہیں گے۔!"

"شکریہ خان....!"

"خان دوراں میرے بزرگ ہیں۔ مجھ سے زیادہ باحیثیت ہیں۔ لیکن اب میری ہی طرح مجبور۔ ہم جبراً سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے میں اس سے بھی متفق نہیں۔!"

"یہاں کیا ہو رہا ہے....؟"

"بلندا کو ایک پڑوسی ملک کے خلاف کارروائیوں کا مرکز بنایا گیا ہے۔ وہاں کے مفروروں کو بلندا میں پناہ دی جا رہی ہے اور یہ سب کچھ اس بڑی طاقت کے اشارے پر ہو رہا ہے جس کی مدد سے یہ لوگ برسر اقتدار آئے ہیں۔!"

"تو پروفیسر دارا اسی ملک کا جاسوس ہے جس کے خلاف یہاں کارروائیاں ہو رہی ہیں۔!"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔!"

دفعتاً ایک ملازم اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا بات ہے....؟"

"جنرل کے دو آدمی باریابی چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے ہم وہ ہیں جو پیچھے رہ گئے تھے۔!"

"اوہ.... اچھا....!" شہباز اٹھتا ہوا بولا۔

وہ اس کمرے میں آیا تھا جہاں دونوں بٹھائے گئے تھے۔ شہباز کو دیکھ کر وہ اٹھ گئے۔

"کیا بات ہے....؟" شہباز نے پوچھا۔

"وہ دونوں آگئے ہیں.... جناب....!" ایک بولا۔

"جنرل تو موجود نہیں....!" شہباز بولا۔ "وہ دونوں کہاں ہیں۔!"

"ہم انہیں بسیرے میں چھوڑ آئے ہیں۔ دراصل یہ سب کچھ غلط فہمی کی بناء پر ہوا ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"جب انہیں معاملات کا علم ہوا تو خود ہی ہمارے ساتھ چلے آئے ہیں۔ وہ دونوں بھی حکومت کے کسی خفیہ شعبے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔!"

"کمال ہے....!" شہباز اٹھتا ہوا بولا۔ "چلو.... میں دیکھتا ہوں۔!"

ایک بار پھر اُسی عمارت کی طرف جارہا تھا جہاں جنزل سے گفتگو ہوئی تھی۔ جنزل کے دونوں آدمی اس کے ساتھ تھے۔ لیکن عمارت میں پہنچ کر جنزل کے آدمی متحیر رہ گئے۔

اُن دونوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ یہ عمارت مختصر سی تھی اس لئے آن کی آن میں کھنگال ڈالی گئی۔ لیکن لاحاصل....!

"اوہ....!" شہباز مٹھیاں بھینچ کر غرایا۔ "بالآخر تم لوگ خود ہی انہیں یہاں لے آئے۔ ان اطراف کے غاروں اور دروں کو چھان ڈالنے کے لئے تمہاری آدھی فوج بھی ناکافی ہوگی۔!"

وہ دونوں خاموش کھڑے تھے۔

"جنزل تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔!"

"ہمیں بچالیجئے خان....!" دونوں گھگھیائے۔

"میں کیا کرسکتا ہوں....!"

"جنزل نہیں سمجھیں گے.... لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں ہم دونوں ان کے قابو میں تھے۔ چاہتے تو مار ڈالتے۔ لیکن جب انہیں اصلیت کا علم ہوا تو انہوں نے ہمارے ریوالور واپس کردیئے اور خود ہی تیار ہوگئے ہمارے ساتھ چلنے پر.... ایسے حالات میں زیرک ترین آدمی بھی دھوکا کھاسکتا ہے۔!"

شہباز کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ....!"

وہ انہیں اس عمارت کی طرف لے چلا تھا جہاں سے کچھ دیر پہلے یہاں آیا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگے تھے۔ اُن کے چہروں سے ظاہر ہونے والی سراسیمگی بڑی حد تک کم ہوگئی تھی۔

لیکن ان کی خوش فہمی اس عمارت میں پہنچتے ہی دور ہوگئی تھی۔

شہباز نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ انہیں پکڑ کر بند کردیں اور تاحکم ثانی بند ہی رکھیں۔

"خان.... خان....!" دونوں گھگھیائے۔

"میں کچھ نہیں کرسکتا....!" شہباز بولا۔

لو میاں پروفیسر دارا....!" عمران دونوں سوٹ کیس ایک طرف رکھتا ہوا بولا۔ "فی الحال یہیں ڈیرہ ڈال دو... اگر اس دہانے سے کوئی غار میں داخل ہوا تو ہم اس درے سے باہر نکل جائیں گے۔!"

"اب تو زبان ہلانے کی بھی تاب نہیں رہی۔!"

"لیٹ جاؤ.... اور آہستہ آہستہ سانس لینے کی کوشش کرو....!"

"اگر وہ شکاری کتے لے کر ادھر آگئے تو دشواری ہوگی۔!" پروفیسر بولا۔

"دیکھا جائے گا۔!"

"لیکن کھائیں گے کیا....!"

"خشکی کے مینڈک اور چھپکلیاں .... وٹامنز اور غذائیت سے بھرپور مونگ کی دال سے تو بہر حال بہتر ہوں گے۔!"

"قے ہوجائے گی مجھے.... ایسی باتیں نہ کیجئے....!"

"تو پھر پتھر چبانا....!"

وہ کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ "اچھا دوست.... اب ہمیں اپنے حلیے تبدیل کرلینے چاہئیں۔!"

"پروفیسر بدستور خاموش رہا۔ عمران نے اسی سے ابتداء کی۔ گھنی ڈاڑھی اور مونچھوں میں اس کے چہرے کے امتیازی نشانات چھپا دیئے اور اس کے لئے تو ریڈی میڈ میک اپ موجود ہی تھا۔ پھولی ہوئی بدنما ناک اور گھنی مونچھوں والا میک اپ....!"

"اور اب تم آرام کرو.... میں ذرا گرد و پیش کا جائزہ لوں گا۔ پوری طرح ہوشیار رہنا۔!"

"زخم کی تکلیف مجھے سونے نہیں دے گی۔ مطمئن رہئے....!"

عمران ایک پتلی سی دراڑ میں داخل ہوکر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ ایجنٹ ہفتم الف نے طویل سانس لی تھی اور خود بھی اس دراڑ کے قریب آبیٹھا تھا۔ آنکھیں غار کے دہانے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جس سے وہ اندر داخل ہوئے تھے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عمران... یہ خودسر آدمی کس طرح حالات کا مقابلہ کرسکے

گا۔ ادھر صرف دو افراد تھے اور اُدھر شائد پوری فوج ہو۔ دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں چھلانگ لگا دینا شائد اسی کو کہتے ہیں۔

قریباً آدھا گھنٹہ گذر گیا لیکن عمران کی واپسی نہیں ہوئی۔ ریوالور اس نے گود میں رکھ لیا تھا اور اس کے دستے کے گرد انگلیوں کی گرفت خاصی مضبوط تھی۔ اچانک اس نے قدموں کی چاپ سنی اور اچھل کر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہو گیا۔ اب نہ وہ دراڑ کی طرف سے دیکھا جا سکتا اور نہ غار کے دہانے کی طرف سے۔ قدموں کی چاپ کسی قدر فاصلے پر تھم گئی اور وہ پوری طرح تیار ہو گیا خود سے چھیڑ چھاڑ کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا۔ ورنہ آواز کی طرف کبھی کا فائر کر چکا ہوتا۔

"کہاں ہو....؟" یہ عمران کی آواز تھی۔ "کہیں فائر نہ کر بیٹھنا....!"

اس نے طویل سانس لی اور پتھر کی اوٹ سے نکل آیا۔ عمران بھیڑ کا ایک بچہ اٹھائے سامنے ہی کھڑا نظر آیا۔

"مینڈک تو ادھر دکھائی ہی نہیں دیتے تم خوش قسمت ہو۔!" عمران بولا۔

"یہاں کہاں سے ہاتھ لگا....!"

"تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چھوٹی سی چراگاہ ہے.... وہیں سے پار کر لایا ہوں۔ پار کر لانے پر تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔ صورت سے سعادت مند معلوم ہوتے ہو۔ ہو سکتا ہے والدین کی نصیحتیں اب تک یاد ہوں۔!"

"مجبوری ہر چیز کا جواز پیدا کر دیتی ہے۔!"

"میں نے بھی اسے کسی حد تک جائز کر لیا ہے۔ ایک بھیڑ کے گلے میں کچھ رقم باندھ آیا ہوں۔!"

وہ دونوں سر جھکائے کھڑے تھے اور شہباز ان کی کہانی دہرا رہا تھا۔ جنرل کی آنکھوں کی سرخی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ لیکن وہ روداد کے اختتام تک خاموش رہا تھا۔

شہباز چپ ہوا تو اُس نے نرم لہجے میں کہا۔ "بے چارے۔!"

دونوں نے سر اٹھا کر جنرل کی طرف حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن اب وہ دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اُن کے سر جھک گئے اور جنرل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ان بے چاروں کو حالات کا علم ہوتا تو ایسی غلطی نہ کرتے۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے....!" شہباز نے کہا۔

"جاؤ.... تم دونوں باہر میرا انتظار کرو....!" جنرل اُن کی طرف دیکھے بغیر بولا اور وہ کسی قدر خم ہو کر دروازے کی طرف مڑ گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد جنرل نے شہباز سے پوچھا۔ "لڑکی سے کچھ معلوم ہوا۔!"

"مجھے یقین ہے کہ بستی والے پروفیسر کی اصلیت سے لاعلم ہیں اور خان دوراں کا گھرانا بھی ...ے بارے میں کچھ نہیں جانتا ورنہ یہ لوگ اس کی جرأت نہ کرتے۔!"

"ہو سکتا ہے....!" جنرل نے پر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی اور چند لمحے خاموش رہ کر ...۔ "اور اب وہ دونوں آس پاس ہی کہیں موجود ہوں گے۔ پوری طرح ہماری مخبری ہوتی ہے ...اس طرف سے محتاط رہنا....!"

"اگر میں ان پہاڑوں کی بناوٹ سے واقف نہ ہوتا تو....!"

"مجھے علم ہے کہ سارے کے سارے اندر سے کھوکھلے ہیں۔!" جنرل نے اسے جملہ پورا ...نے کی زحمت سے بچا لیا۔

"ایسی صورت میں یہی کر سکتا ہوں کہ اپنی عمارات کے گرد پہرہ سخت کر دوں...!" شہباز نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے....!"

"لڑکی اور اس کے ملازم کو واپس ہی بھجوا دیتے تو بہتر تھا۔!"

"ابھی ٹھہرو.... اپنی رپورٹ مکمل کئے بغیر ایسا نہ کر سکوں گا۔ اُن سے مزید پوچھ گچھ کرنی ...ور آج رات بھر میں تمہارے کھوکھلے پہاڑ کھنگال ڈالے جائیں گے۔ تم مطمئن رہو....!"

"ایسی کوئی صورت پیدا ہو سکے تو کیا کہنا....!"

"نپولین ہی کی طرح میری ڈکشنری میں بھی لفظ "ناممکن" نہیں پایا جاتا......!"

"تم بچپن ہی سے ایسے ہو....!" شہباز مسکرا کر بولا۔

"اچھا اب میں چلوں گا.... اندھیرا پھیل رہا ہے.... فوراً ہی واپس بھی آنا ہے۔!"

...ہ باہر نکلا تھا.... اور اپنے ان دونوں آدمیوں کو آواز دی تھی.... جو پھاٹک پر اس کے ...تھے۔

...ہ دوڑتے ہوئے آئے اور جنرل نے کہا۔ "جیپ پر بیٹھ جاؤ....!"

انہوں نے چپ چاپ تعمیل کی.... اور پچھلی سیٹ پر جا بیٹھے تھے۔ جنرل اپنی جیپ زیادہ تر خود ہی ڈرائیو کرتا تھا۔!

پوری طرح اندھیرا پھیل گیا تھا.... اور جیپ کے ہیڈ لیمپ ویسے ہی کچھ زیادہ روشن معلوم ہوتے تھے۔

"دوسرے آدمی کا حلیہ بتاؤ....!" وہ جس کے اوپری ہونٹ پر تل نہیں تھا۔!" جنرل نے اونچی آواز میں کہا۔

"فرنچ کٹ ڈاڑھی، باریک مونچھیں چہرے پر کوئی امتیازی نشان نہیں ہے۔!"

جیپ تیزی سے آگے بڑھتی چلی جارہی تھی۔

جنرل تھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ "بہر حال تم سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ تم میں سے ایک کو ان کے پاس موجود رہنا چاہئے تھا۔ انہیں تنہا چھوڑ کر تم خان شہباز کو اطلاع دینے کیوں گئے تھے۔!"

وہ دونوں کچھ نہ بولے۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اپنی غلطی تسلیم کرتے ہو....!"

"ہمیں تسلیم ہے جناب....!" ایک بولا۔

"تم جانتے ہو کہ جرم ثابت ہو جانے پر سزا ضرور دیتا ہوں۔ تمہارا جرم فرائض کی صحیح طور پر ادائیگی سے غفلت ہے۔!"

وہ پھر کچھ نہ بولے۔

جنرل نے جیپ روک دی تھی لیکن انجن بند نہیں کیا تھا۔

"تم دونوں نیچے اتر کر جیپ کے آگے دوڑتے ہوئے چلو گے۔ یہی تمہاری سزا ہے۔!" اس نے کہا۔ "اور اس طرح دوڑو کہ شانہ سے شانہ ملا رہے۔!"

وہ دونوں چپ چاپ اتر کر جیپ کے آگے جا کھڑے ہوئے۔

"پوری قوت سے دوڑو....!" جنرل گونجیلی آواز میں بولا۔

دونوں شانے سے شانہ ملائے ہوئے دوڑ پڑے.... جیپ بھی حرکت میں آئی اور ان - صرف تین چار قدم کے فاصلے سے چلتی رہی۔ دونوں بے تحاشہ دوڑے جارہے تھے۔ شانے - شانہ ملائے رکھنے کی جدوجہد میں کبھی کبھی لڑکھڑاتے بھی تھے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جیپ کی

رفتار یکساں ہی رہے گی۔ لہٰذا انہیں دوڑتے ہی رہنا ہے اس طرح دوڑتے رہنا ہے کہ ان کے اور جیپ کے درمیان کسی قدر فاصلہ برقرار رہے۔ دوسری صورت میں جیپ ہرگز نہیں رکے گی۔

چاروں طرف گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور ان دونوں کو اس گھور اندھیرے میں جیپ کے ہیڈ لیمپ وادئ اجل کا راستہ دکھا رہے تھے۔

وہ دوڑتے رہے.... دوڑتے رہے.... اور بالآخر شانے سے شانہ ملائے رکھنے کی جدوجہد کرتے ہوئے ایک جگہ بیک وقت لڑکھڑائے اور جیپ کے سامنے ڈھیر ہوگئے۔ سیاہ اور بے حس پہئے انہیں کچلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے تھے۔ جنرل کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی آنکھیں ونڈ شیلڈ پر اس طرح جمی ہوئی تھیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

شائد تین یا چار فرلانگ گاڑی گئی ہوگی کہ ہیڈ لیمپس کی روشنی ایک نیم برہنہ آدمی پر پڑی جو چیختا ہوا اسی طرف دوڑا آرہا تھا۔ جنرل نے بریک لگائے۔

"بچاؤ.... بچاؤ.... مار ڈالیں گے.... مار ڈالا....!" نیم برہنہ آدمی چیخ رہا تھا۔ اس کے جسم پر ایک میلی سی جانگھیا تھی۔

"ٹھہر جاؤ....!" جنرل نے گونجیلی آواز میں حکم دیا۔

اور پھر وہ نیم برہنہ آدمی جیپ کے آگے آگرا تھا۔ اُس کے دائیں بازو پر ایک لمبی سی خراش تھی جس سے خون بہ رہا تھا۔

"تم کون ہو.... سیدھے کھڑے ہو جاؤ....!"

"اب مجھ میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں ہے جناب....!" وہ ہانپتا ہوا بولا اور زور زور سے ہانپنے لگا۔

"اچھا.... اچھا.... کیا بات ہے....!" دفعتاً جنرل کا لہجہ نرم ہوگیا۔

"انہوں نے مجھے لوٹ لیا.... میرے کپڑے اتار لئے.... سائیکل چھین لے گئے۔!"

"کون تھے....؟"

"دو آدمی تھے.... اندھیرے میں شکل نہیں دیکھ سکا.... چاقو مارا تھا۔!"

"کہاں....؟ کس جگہ....!"

"یہ دیکھئے....!" اس نے بازو کی خراش سامنے کر دی۔

"میں نے پوچھا تھا انہوں نے تمہیں کس جگہ گھیرا تھا۔!"

"اُدھر....!" اس نے اسی طرف ہاتھ اٹھادیا جس طرف سے بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"چلو.... گاڑی میں بیٹھ جاؤ.... جلدی کرو۔!" جنرل نے اسے بیدردی سے گھسیٹ کر اٹھایا تھا اور جیپ کی طرف کھینچ لے گیا تھا۔ اگلی سیٹ پر اپنے قریب ہی بٹھالیا اور جیپ پھر چل پڑی۔

"تم کہاں سے آرہے ہو....؟"

"کرماد سے حضور.... شیخادنہ جارہا تھا۔ وہیں رہتا ہوں۔ کرماد سے آٹا اور پنیر لایا تھا۔ کیریئر پر بندھا ہوا تھا۔ سب لے گئے۔ کپڑے تک اتروالئے۔"

"لہجے سے غیر ملکی معلوم ہوتے تھے....؟" جنرل نے پوچھا۔

"اتنا ہوش کہاں ہے حضور.... اُوہ.... دیکھئے.... یہیں حملہ کیا تھا.... میری ٹوپی.... وہ رہی.... بائیں طرف....!"

جنرل نے گاڑی روک دی اور اتر ہی رہا تھا کہ اجنبی بول پڑا "حضور ان کے پاس پستول بھی تھے۔!"

"اچھا نہیں ہوا کہ تم نے اُن کی شکلیں نہیں دیکھیں....!"

"اندھیرا تھا حضور....!"

"تو پھر پستول کیسے دیکھ لئے تھے....!"

"ارے پستول تو میری گردن پر تھا.... سینے پر تھا۔!"

جنرل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "تو اب تم کیا چاہتے ہو....؟"

"اپنے گھر جانا چاہتا ہوں.... حضور.... لیکن اس طرح کیسے جاؤں۔ ویسے جب بھی ہاتھ لگے انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

"اندھیرے میں....!" جنرل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"شکلیں نہیں دیکھیں تو کیا ہوا۔ ان کی آوازیں ہزاروں میں پہچان سکوں گا۔!"

"اچھی بات ہے.... میں تمہارے لئے کپڑوں کا انتظام کئے دیتا ہوں۔!"

"جنرل نے گاڑی کسی قدر ریورس میں لے کر پھر شہباز کے بسیرے کی طرف موڑ دی۔"

تین منٹ بعد ہیڈ لیمپ کی روشنی دونوں کی کچلی ہوئی لاشوں پر پڑی تھی اور اجنبی چیخ پڑا تھا "یہاں پڑے ہیں خنزیر کے بچے۔!"

"لیکن جنرل انہیں دوبارہ روندتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

"آپ نے.... دو.... دیکھا نہیں حضور....!" اجنبی ہکلایا۔

"بکواس مت کرو....!" جنرل غرایا اور اجنبی نے چپ سادھ لی۔ ویسے اس کے سارے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی تھی۔

جیپ کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز تھی اور وہ جلد ہی خان شہباز کی رہائشی عمارات کی حدود میں داخل ہوگئے تھے۔

جنرل نے اجنبی کو شہباز کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اسے بھی اپنی تحویل میں رکھو۔ کرماد میں رہتا ہے۔ اے کیا نام ہے تمہارا....!"

"ولی داد.... حضور....!"

پھر جنرل نے شہباز کو مختصراً اس کی کہانی سنائی تھی اور بالآخر بولا تھا۔ "میں مطمئن نہیں ہوں۔ بہر حال مجھے جلد ہی کچھ کرنا ہے۔ اس لئے اس معاملے کو صبح پر اٹھا رکھو....!"

جنرل چلا گیا تھا اور شہباز نے ولی داد کے لئے لباس منگوایا تھا اور بازو کے خراش کی مرہم پٹی کرائی تھی۔

اس کے بعد وہ اُسے ایک الگ تھلگ کمرے میں لایا تھا۔ چند لمحے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا تھا۔ "کیا یہ خودکشی نہیں ہے۔!"

"جج.... جی حضور....!"

"میں کون ہوں....؟"

"آپ خان شہباز ہیں حضور....!"

"لیکن میں تمہیں نہیں جانتا....!"

"مجھ غریب کو آپ کیا جانیں گے۔!"

"کرماد کے بچے بچے کو جانتا ہوں....!"

"میں صرف تین ماہ سے کرماد میں ہوں۔ وہاں جو ٹیوب ویل لگائے جارہے ہیں اسی کے عملے سے میرا تعلق ہے۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ جنرل صبح تک تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم کرلے گا اور

صبح سے پہلے ہی تمہارے دوسرے ساتھی کے بھی چیتھڑے اڑ جائیں گے۔!"

"میں نہیں سمجھا حضور کیا کہہ رہے ہیں۔!"

"اس کی تحویل میں پورے چار سو تربیت یافتہ بلڈ ہاؤنڈز ہیں۔ جو یہاں کے کھوکھلے پہاڑوں کو چھان کر رکھ دیں گے ابھی وقت ہے اپنے دوسرے ساتھی کو بھی یہیں لے آؤ۔!"

"بالکل سمجھ میں نہیں آرہی یہ بات....!"

"بس تو پھر اپنے عبرتناک انجام کے لئے تیار رہو.... وہ چالاکی اب کام نہ آسکے گی جس کے سہارے بلنداتک پہنچے ہو۔!"

ولی داد اُسے ایسی ہی نظروں سے دیکھے جارہا تھا جیسے ابھی تک ایک بات بھی پلے نہ پڑی ہو۔

شہباز پھر بولا۔ "حکمران ٹولے اور اس کے کچھ سہ لیسوں کے علاوہ یہاں اور کوئی بھی نہیں چاہتا کہ تمہارے ملک سے تعلقات خراب ہو جائیں۔!"

"مم.... میرا ملک....!" ولی داد نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"وقت نہ برباد کرو.... مجھ پر اعتماد کرو.... خان شہباز یا اس کے اجداد نے آج تک کسی کو دھوکے سے نہیں مارا۔ میں نے اپنا بہت سا وقت تمہارے ملک میں گذارا ہے۔ اس طرح کہ اُسے اپنا ہی ملک سمجھتا ہوں بڑے اچھے اور محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ میں تمہیں چور دروازے سے نکال دوں گا۔ اپنے ساتھی کو بھی یہیں لاؤ....!"

دفعتاً ولی داد مسکرایا تھا اور سر ہلا کر بولا تھا۔ "یہاں کے سربرآوردہ خاندانوں کی ہسٹری مجھے زبانی یاد ہے۔ بلاشبہ آپ نے یا آپ کے اجداد نے کبھی کسی کو دھوکے سے نہیں مارا.... میں آپ کے مشورے پر ضرور عمل کروں گا۔!"

کتوں کے شور اور وزنی جوتوں کی دھمک سے پہاڑیاں گونج رہی تھیں۔ جنرل کے آدمی چاروں طرف پھیل گئے تھے اور وہ خود شہباز کی رہائش گاہ میں بیٹھا ووڈکا پی رہا تھا۔ کمرے میں تنہا تھا.... اور کمرے کے دروازے پر اسی کا ایک مسلح آدمی بھی موجود تھا۔

"تھوڑی دیر بعد شہباز کمرے میں داخل ہوا۔

"تم سچ مچ درندے ہو....!" اس نے کہا۔

"کیوں....؟ اب کیا ہوا....!" جنرل نے قہقہہ لگایا۔!

"تم نے اُن دونوں کو گاڑی سے کچل کر مار ڈالا.... میرے آدمیوں کو اُن کی لاشیں ملی ہیں۔!"

"حماقت کی سزا....!"

"کس قانون کے تحت....؟"

"میرے محکمے میں میرا قانون چلتا ہے۔ اگر نہ چلتا ہوتا تو یہ حکومت برقرار نہ رہ سکتی۔!"

"تو ان لوگوں نے تمہیں اسی لئے چھوٹ دے رکھی ہے کہ ان کی حکومت چلتی رہے۔"

"تھوڑی سی تم بھی پیو.... دماغ روشن ہو جائے گا۔!" جنرل نے بوتل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"لعنت ہے۔!"

"اسی لئے زندگی بھر ایک دیہاتی زمیندار رہو گے۔!"

"ہرگز نہیں....!" شہباز طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ "جب تم موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار سنبھالو گے تو میں تمہارے محکمے کا سربراہ بن جاؤں گا۔!"

"تم میں اس کی صلاحیت نہیں ہے.... ہائیں تم نے ابھی کیا کہا تھا میں اقتدار سنبھالوں گا۔!"

وہ شہباز کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا بولا۔

"جہاں کے محکمے خود اپنے قوانین وضع کرتے ہوں وہاں یہی ہوتا ہے۔!"

"تمہارے متعلق مجھے پھر سے سوچنا پڑے گا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"تمہارے ذمے جو کام ڈالا ہے تم سے لوں یا نہ لوں....!"

شہباز کچھ نہ بولا۔ جنرل اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ولی داد سے کیا معلوم ہوا....!" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کرماد کا مستقل باشندہ نہیں ہے بلکہ ان لوگوں میں سے ہے جو وہاں ٹیوب ویل لگا رہے ہیں۔!"

"وہ کہاں ہے.... اُسے بلواؤ.... آہا.... نہیں پہلے اس لڑکی کو بلواؤ....!"

"کیوں....؟"

"پوچھ گچھ کروں گا۔!"

"اس حالت میں....؟" شہباز نے شراب کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں....ہاں....!"

"یہ ناممکن ہے....!"

"کیا کہہ رہے ہو....؟" جنرل پیر پٹخ کر دہاڑا۔

"اس حالت میں نہیں....!" شہباز نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

"یہ تم اچھا نہیں کر رہے۔ وہ حکومت کی مجرمہ ہے۔!"

"میں تمہیں اپنی دوستی کا واسطہ دیتا ہوں۔!"

"تمہاری باتوں سے غداری کی بو آتی ہے۔!"

"سمجھنے کی کوشش کرو....!"

"کیا سمجھنے کی کوشش کروں.... خان دوراں کے احسان مند تم ہو میں نہیں ہوں۔ وہ میری قیدی ہے تمہاری نہیں۔!"

"پھر بھی میری چھت کے نیچے....!"

"تمہاری چھت....!" جنرل نے بلند آہنگ قہقہہ لگایا اور بولا۔ "کس وہم میں پڑے ہو۔ یہ تمہاری چھت اسی وقت تک ہے جب تک ہم چاہیں گے۔!"

"چلو.... میں اسے بھی تسلیم کیے لیتا ہوں.... لیکن پھر بھی....!"

"کچھ نہیں.... اسے فوراً لاؤ....!"

"پہلے تو تم اس مسئلے پر مجھ سے متفق ہو گئے تھے۔!" شہباز نے شراب کی بوتل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بحث مت کرو.... جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو....!"

"کیا تم واقعی مجھے اپنا دشمن بنانا چاہتے ہو۔!"

جنرل کا قہقہہ اس بار حقارت آمیز تھا۔ پھر وہ سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "یہ وردی دیکھ رہے ہو میرے جسم پر....!"

"دیکھ رہا ہوں....!"

"اس وردی میں میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں رہ جاتا۔!" جنرل نے کہا اور اپنے ماتحت کی

طرف دیکھ کر کچھ اشارہ کیا جو اسٹین گن سنبھالے دروازے پر کھڑا تھا۔ اُس نے اسٹین گن کا رخ شہباز کی طرف کر دیا۔

"بہت بہت شکریہ.... میرے بچپن کے دوست....!" شہباز بولا۔

"صرف وہی میرے دوست ہیں جو مجھ سے متفق ہیں۔ اختلاف رائے پیدا ہونے کے ساتھ ہی دوستی ختم ہو جاتی ہے۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا تھا پھر اپنے ماتحت سے کہا تھا۔ "یہ اس کمرے سے باہر نہ جانے پائے۔!"

"تم پچھتاؤ گے.... پتھر توڑنے والے کے بیٹے۔!" خان شہباز نے سرد لہجے میں کہا۔

"اگر اپنی جگہ سے جنبش بھی کرے تو گولی مار دینا۔!" جنرل غراتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔

اب وہ خان زادی کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ پھر کسی خیال کے تحت رک گیا اور شہباز کے ملازمین کو ایک جگہ اکٹھا کرنے لگا۔ اس وقت جتنے بھی ہاتھ لگے انہیں ایک کمرے میں بند کرتے ہوئے کہا۔ "اگر کسی کے حلق سے ہلکی سی آواز بھی نکلی تو گولی مار دی جائے گی۔!"

وہ سب متحیر تھے۔ انہیں اس کا علم تو تھا ہی کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ لیکن شائد اس کا تصور بھی نہ کر سکتے کہ خود ان کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی روا رکھی جائے گی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس کمرے میں جا پہنچا جہاں خان زادی کا قیام تھا۔ جنرل کو دیکھ کر وہ کھڑی ہو گئی۔

"تم سن رہی ہو کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔!" جنرل نے مسکرا کر پوچھا۔

اس نے اثبات میں سر کو جنبش دی تھی اور مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھتی رہی تھی۔

"وہ دونوں میرے آدمیوں کو دھوکا دے کر یہاں پہنچ گئے ہیں۔!"

"مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔!"

"لیکن انہوں نے میری دلچسپی کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔!"

"مجھے اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں....!" خان زادی نے خشک لہجے میں کہا۔

"تمہارا خاندان دشواریوں میں پڑ گیا ہے۔!"

"دیکھا جائے گا....!"

"لیکن میں چاہوں تو تمہارے گھرانے کا اعزاز بدستور برقرار رہ سکتا ہے۔!" وہ کچھ نہ بولی۔

جنرل نے کہا۔"باہر جس قسم کا ہیجان برپا ہے میرے لئے بے حد سرور انگیز ہے۔ایسے ماحول میں شدت سے ایک عورت کی ضرورت بھی محسوس کرنے لگتا ہوں۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!" خان زادی دہاڑی تھی۔

"تم میرے لئے اس ماحول کو زیادہ خوبصورت بنا سکتی ہو۔!"

"میں تمہیں زندہ دفن کردوں گی۔!"

وہ اس پر کسی بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹی.... لیکن جنرل کے مضبوط بازوؤں میں بُری طرح جکڑی گئی تھی۔

"اب بتاؤ....!"

خان زادی نے اس کے بال مٹھیوں میں جکڑ لئے۔

"یہ سب کچھ میرے لئے بے حد حسین ہے۔!" جنرل ہنس پڑا۔"مجھے شیرنی ہی چاہئے۔ کبوتریاں حرام ہیں مجھ پر....!"

گرفت مضبوط ہوتی جارہی تھی اور خان زادی کا دم گھٹنے لگا تھا بالآخر وہ بیہوش ہو کر ایک طرف جھول گئی۔ جنرل نے اُسے ہاتھوں میں اٹھایا اور اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں شہباز کو چھوڑ آیا تھا۔

شہباز اُسے دیکھ کر بے ساختہ اٹھ گیا۔ لیکن پھر اس نے باہر کھڑے ہوئے سپاہی کی طرف دیکھا اور بیٹھ گیا۔

جنرل نے بیہوش لڑکی کو آرام کرسی پر ڈالتے ہوئے شہباز سے کہا۔

"اسے ہوش میں لاؤ....!"

"اسے کیا ہوا ہے.... تم نے کیا کیا....!"

"کچھ بھی نہیں.... شائد بن رہی ہے۔ ہوش ہی میں ہے۔!"

"خدا تمہیں غارت کرے۔ تمہارا باپ اس کے دادا کی جوتیاں سیدھی کیا کرتا تھا۔!"

"شائد تمہارے باپ کی بھی۔!" جنرل نے تلخ لہجے میں کہا۔"لیکن.... تم بچپن ہی سے بڑے غریب پرور تھے اس لئے مجھے دوستی کا شرف بخشا تھا۔!"

شہباز اس کی بات پر توجہ دیئے بغیر آرام کرسی کے پاس دوزانو ہو بیٹھا اور بیہوش لڑکی کو

آوازیں دینے لگا۔ اس کی پشت جنرل کی طرف تھی اور جنرل کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

لڑکی ہوش میں آتے ہی سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔"مجھے بچاؤ..اس درندے سے بچالو خان۔!"

شہباز اٹھا اور جنرل کی طرف مڑ کر کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر ناقابل شکست عزم کی جھلکیاں تھیں۔

"اس سے کہو کہ میرے لئے شراب انڈیلے....!" جنرل بولا۔

"اس سے پہلے میں تمہارا لہو زمین پر انڈیل دوں گا۔!"

"جسمانی قوت میں مجھ سے زیادہ نہیں ہو شہباز....!"

دفعتاً دروازے پر کھڑا ہوا پہرے دار اپنی اسٹین گن سمیت منہ کے بل کمرے میں آگرا۔ ساتھ ہی کسی نے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور اس کی اسٹین گن سمیٹتا ہوا کمرے کے دوسرے سرے تک چلا گیا تھا۔ پھر مڑا تو انہوں نے اس کی شکل دیکھی خود شہباز بھی چکرا کر رہ گیا۔ اس کے لئے قطعی طور پر انجانی شکل تھی۔ بھدی سی موٹی ناک کے نیچے اتنی گھنی مونچھوں کا سائبان تھا کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا تھا۔

"تمہاری آوازیں اونچی نہ ہونی چاہئیں۔!" اجنبی غرایا۔

اسٹین گن کا رخ جنرل کی طرف تھا۔ اس کا سپاہی جس پوزیشن میں گرا تھا اب تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ پتا نہیں زندہ بھی تھا یا مر چکا تھا۔ جنرل کبھی اس کی طرف دیکھتا اور کبھی اجنبی کی طرف۔

"تت.... تم کون ہو....؟" جنرل بالآخر بولا۔

"توقیر قادری کو میرے حوالے کردو....!"

"اوہ.... تو تم ان دونوں میں سے ہو۔!"

"درست ہے....!"

"زندہ بچ کر نہیں جاسکو گے۔!"

"تمہارے درجنوں کتوں اور سینکڑوں آدمیوں کو ڈوج دے کر یہاں تک پہنچا ہوں۔!"

"دوسرا کہاں ہے....؟"

"معاملے کی بات کرو....!" اجنبی پیر پٹخ کر غرایا۔

"ابھی تمہارے جسم کا ریشہ ریشہ الگ کر دیا جائے گا۔!" جنرل نے کہا۔

"ضرور کر دیا جاتا لیکن تم سے کچھ دیر پہلے ایک حماقت سرزد ہو چکی ہے۔ پوری عمارت میں صرف اس سپاہی کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے۔!"

جنرل ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"خان شہباز تم دروازہ بولٹ کر دو۔!" اجنبی بولا۔

"نہیں....!" جنرل اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"بیٹھے رہو.... ورنہ چھلنی کر دوں گا۔!"

جنرل نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیئے۔ شہباز نے آگے بڑھ کر دروازہ بولٹ کر دیا۔

"یہ تمہارے ملازموں کو ایک کمرہ میں بند کر چکا ہے۔!" اجنبی نے شہباز سے کہا۔

"تم اپنی زبان بند رکھنا شہباز....!" جنرل نے شہباز سے کہا۔

"میں تمہیں قتل کر دینے کا تہیہ کر چکا ہوں لہٰذا اب زبان بند رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"نن.... نہیں....!"

"ہاں.... میرے دوست....! تم نے میری عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ خان دوراں کی عزت میری عزت ہے۔!"

"تو تم غداری کرو گے....!"

"نہیں.... اپنی زندگی کا سب سے زیادہ نیک کام کروں گا۔ تم انسانیت کی پشت پر سرطان کے پھوڑے ہو۔!"

"اب اس کا ریوالور ہولسٹر سے نکال لو۔!" اجنبی نے شہباز سے کہا۔

"مجھے مشورہ مت دو.... اپنے کام سے کام رکھو۔ کام ختم ہونے کے بعد تمہیں میرے مشورے پر عمل کرنا پڑے گا۔!" خان شہباز بولا۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو....؟" جنرل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

خان شہباز فرش پر پڑے ہوئے سپاہی کے قریب آیا۔ اُسے جھک کر دیکھا تھا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا تھا۔ "یہ تو مر گیا۔!"

"صرف بیہوش کرنا چاہتا تھا.... اب مر ہی گیا تو کیا کروں....!" اجنبی نے کہا۔

"اوہ...!" جنرل دانت پیس کر بولا۔ "تو یہ دونوں پہلے ہی تمہارے پاس پہنچ چکے تھے۔ غدار۔!"

"نہیں جنرل....!" اجنبی نے اپنی ناک پر بایاں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ داہنے ہاتھ سے اسٹین گن سنبھالے رہا پھر بایاں ہاتھ ہٹا تو بھدی ناک اور گھنی مونچھیں چہرے سے الگ ہو چکی تھیں۔

"ولیداد....!" جنرل اچھل پڑا۔

"ہاں جنرل.... میں نے کہا کیوں خواہ مخواہ خان شہباز کے سر الزام رکھ رہے ہو۔ مجھے تو تم ہی یہاں لائے تھے۔"

"پھر شہباز نے تم سے ساز باز کر لی۔!"

"تم اس بات کو آگے بڑھانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔!" شہباز نے سرد لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

"تم اپنے خاندان سمیت نیست و نابود کر دیئے جاؤ گے۔!"

"اگر تم اپنا بیان دینے کے قابل رہے تو.... اٹھو اور دیکھو کہ میں جسمانی قوت میں تم سے زیادہ ہوں یا نہیں۔ یقین کرو میں بے حد نرم دل آدمی ہوں۔ بچپن میں اگر کوئی مجھ سے لپٹ پڑتا تھا تو میں یہی سوچتا رہ جاتا تھا کہ کہیں اس کے چوٹ نہ آ جائے اسی احتیاط میں خود پٹ جاتا تھا۔!"

"خان صاحب....! تب تو پھر آپ فطرتاً شیخ جی معلوم ہوتے ہیں۔!" ولیداد نے کہا۔ شہباز کچھ نہ بولا۔ جنرل اس کے للکارنے پر اٹھا نہیں تھا۔ شہباز نے اسے پھر للکارا۔

"خان... یہ ڈرامے کا وقت نہیں ہے۔!" ولیداد بولا۔ "اگر اسکے آدمی آ گئے تو دشواری ہو گی۔!"

"اس کے آدمی....!" شہباز زہر خند کے ساتھ بولا۔ "اس کے آدمی اس وقت تک آنے کی جرأت نہیں کریں گے جب تک کہ خود نہ طلب کرے۔ وہ کتوں کو ساتھ لئے پہاڑوں میں چکراتے رہیں گے۔ وہ سب اس سے شدید نفرت کرتے ہیں اور یہ ہے بھی نفرت کے قابل۔ اس نے ان دونوں کو اپنی جیپ سے کچل کر مار دیا جنہیں دھوکہ دے کر تم دونوں یہاں تک پہنچے تھے۔"

"اور میں تمہیں بھی مار ڈالوں گا۔!" جنرل اٹھ کر شہباز پر جھپٹ پڑا.... اور اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ریوالور چھین لیا۔ لیکن قبل اس کے کہ اسے استعمال کرتا اسٹین گن کا دستہ اس کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑا۔ ولی داد غافل تو نہیں تھا۔ شہباز نے جنرل کے ہاتھ سے گرنے

والے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔

جنرل بائیں ہاتھ سے کلائی دبائے کھڑا ولیداد کو گھورتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شہباز کو بھول ہی گیا ہو۔ یہ بھی یاد نہ رہا ہو کہ ذرا ہی دیر پہلے کیا ہوا تھا اور اب بھی اس کا ریوالور شہباز ہی کے قبضے میں ہے۔ پھر وہ اسٹین گن کی پرواہ کئے بغیر ولی داد پر ٹوٹ پڑا۔

ولی داد نے دیدہ دانستہ اسٹین گن کو فرش پر ڈال دیا اور جنرل سے گتھ گیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے دو بھینسے ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں۔

"ٹھہر جاؤ....!" دفعتاً شہباز نے اسٹین گن پر بھی قبضہ کرتے ہوئے کہا۔ "الگ ہو جاؤ دونوں ورنہ فائرنگ شروع کر دوں گا۔!"

اتنے میں ولیداد نے جنرل کو دور اچھال دیا تھا.... دیوار سے ٹکرا کر وہ نیچے گرا اور پھر جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

"اب تم اپنی جگہ سے ہٹے اور میں نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا۔" شہباز نے اسٹین گن کا رخ جنرل کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا ہانپتا رہا۔

"سن لو کہ میں تمہاری غیبت میں نہیں کہہ رہا۔!" اس نے جنرل کو مخاطب کیا۔ "تم اپنے ایک گھناؤنے کھیل کے لئے میری عمارات کو استعمال کرتے رہے ہو۔ یہ دونوں جس مفرور کی تلاش میں آئے ہیں وہ حقیقتاً مفرور نہیں ہے۔!"

"خاموش رہو....!" جنرل ہانپتا ہوا دہاڑا۔

"تمہارے آدمی اُسے دھوکا دے کر یہاں لائے تھے اور تم نے اسے قیدی بنا لیا اور اب تم اس کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھ کر اپنی لکھی ہوئی تقریریں پڑھواتے ہو اور انہیں ریکارڈ کر کے کسی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن کے حوالے سے نشر کرا دیتے ہو۔ بس اتنا ہی کہنا تھا مجھے۔ اب تم جاؤ۔!"

اسٹین گن سے متعدد گولیاں نکل کر جنرل کے سینے میں پیوست ہو گئی تھیں۔

"اوہ.... یہ تم نے کیا کیا....؟" ولی داد اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"اپنے کام سے کام رکھو.... یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔ تمہیں تمہارا آدمی مل جائے گا۔!"

"کیا تمہیں اس کے لئے جواب دہ نہ ہونا پڑے گا۔!"

"دیکھا جائے گا....!"

"میری بات سنو....!" ولی داد آہستہ سے بولا۔ "میں ایسی تدبیر کر سکتا ہوں کہ تم بُری الذمہ ہو جاؤ۔!"

"میں بری الذمہ نہیں ہونا چاہتا۔!"

"اب میں بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں۔!" خان زادی پہلی بار بولی تھی۔

"کہو....!" شہباز پر سکون لہجے میں بولا۔

"یہ ان دونوں میں سے نہیں ہے۔!"

"آپ بھول رہی ہیں خان زادی....!" ولیداد نے مسکرا کر کہا۔ "اگر اس چہرے پر باریک مونچھوں اور فرنچ کٹ ڈاڑھی کا اضافہ ہو جائے تو....؟"

"خدا کی پناہ.... یہ تم ہو جھکی فلاسفر....!"

"علی عمران نام ہے....!" عمران نے کہا۔

"علی عمران....!" شہباز چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔ "تم علی عمران ہو....!"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ جنرل کی لاش کو دیکھے جا رہا تھا۔

"یہ نام میں نے اس کی زبان سے بہت زیادہ سنا ہے۔!" شہباز بولا۔ مردہ جنرل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تمہاری طرف سے اسے بہت تشویش تھی۔!"

"ختم کرو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "نیچے وہ لوگ کتوں سمیت ہماری تلاش میں ہیں لہٰذا مناسب یہی ہوگا کہ جنرل اور اس کے ماتحت کی لاشوں کو نشیب میں لڑھکا دیں۔ میں نے پوری طرح اطمینان کر لیا ہے۔ جنرل کے اس ایک ماتحت کے علاوہ تمہاری عمارات میں اس وقت اُس کا اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ تمہارے سارے ملازموں کو وہ پہلے ہی ایک کمرے میں بند کر چکا تھا۔ لہٰذا خان زادی کے علاوہ اور کوئی شاہد نہیں.... اور خان زادی....!"

"میری زبان ہمیشہ بند رہے گی۔"

"انہوں نے کتوں کو کسی خاص بو پر نہیں لگایا ہے اس لئے وہ نیچے ہی بھٹکتے رہیں گے اور کسی وقت جنرل کی لاش تک آ پہنچیں گے۔ یہاں میں تمہیں کرسی سے باندھ جاؤں گا تم انہیں دو آدمیوں کی کہانی سناؤ گے جو قیدی کو نکال لے گئے۔ تمہارے ملازمین وہی بیان دیں گے جو اُس پر گذری تھی۔ جنرل یہ بتانے کے لئے زندہ نہیں ہوگا کہ اس نے انہیں اکٹھا کر کے کمرے میں

کیوں بند کیا تھا....!"

"مشورہ تو معقول ہے لیکن تم سرحد پار نہ کر سکو گے۔!" شہباز بولا۔

"اپنا معاملہ ہم خود دیکھیں گے.... تم اس کی فکر مت کرو۔!"

"اچھا تو پھر پہلے میں تمہارا قیدی تمہارے حوالے کروں۔!" شہباز دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی تھی۔ پھر خان زادی بولی تھی۔

"پروفیسر کہاں ہیں....؟"

"آرام فرما رہے ہیں.... زخم زیادہ تکلیف دہ ہو گیا ہے۔!"

"تو یہ سب کچھ تم نے تنہا کیا ہے۔!"

"آپ اگر ساتھ نہ ہوتیں خان زادی تو ہمیں ہفتوں بھٹکنا پڑتا۔!"

"میں تم دونوں کو بُرا نہیں سمجھتی۔!"

"شکریہ خان زادی.... محض نظریات کی دیواریں ہمارے درمیان حائل ہیں۔ ورنہ ہم سب ایک ہیں۔!"

"نظریات نہیں بلکہ علاقائیت کہو.... نظریہ تو ایک ہی ہے۔!"

"علاقائیت ہی تو علیحدگی کے نظریات گھڑتی ہے۔ بنیادی نظریہ علاقائیت کی نفی کرتا ہے۔ لیکن بنیادی نظریہ ہمارے لئے صرف شاعری بن کر رہ گیا ہے۔ جس پر ہم سر تو دھن سکتے ہیں۔ عمل میں نہیں لا سکتے۔!"

"تم ٹھیک کہتے ہو جھکی فلاسفر.... تم دونوں کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔!"

سب کچھ عمران کی اسکیم کے مطابق ہوا تھا۔ لیکن شہباز نے اُسے اپنے قیدی سمیت فوری طور پر رخصت نہیں ہو جانے دیا تھا۔ وہ تینوں ایک عمارت کے تہہ خانے میں پہنچا دیئے گئے تھے جس کا علم شہباز کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔

جنرل کے قیدی کی حالت ابتر تھی۔ اُسے علم ہو گیا تھا کہ یہ دونوں کس مقصد کے تحت وہاں تک پہنچے تھے۔ عمران نے اُس سے ابھی تک کچھ بھی نہیں پوچھا تھا۔

آخر اُس نے خود ہی گفتگو کا آغاز کیا۔

"تو تم لوگ مجھے واپس لے جانا چاہتے ہو ذلیل کرنے کے لئے....!"

"آپ پر جبر کیا جاتا رہا ہے.... لہٰذا آپ کے ذلیل ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" عمران بولا۔

"مجھے غدار قرار دیا جا چکا ہوگا۔ تم عوام کے ذہنوں سے یہ تاثر نہ مٹا سکو گے میں صرف بعض معاملات میں حکومت سے اختلاف رکھتا تھا۔ اپنے اس حق کے تحت جو مجھے دستور کے توسط سے ملا ہے۔ وطن سے غداری کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ وہ جنرل ہی کے ایجنٹ تھے جو مجھ سے وہاں مل بیٹھے تھے میں لاعلم تھا۔ اپنے ہی ملک کی حدود میں سویا تھا اور پھر جاگا تھا جنرل کی قید میں۔ مجھے علم نہیں کہ میں نے کس طرح سرحد پار کی تھی۔!"

عمران نے اس طرح سر کو جنبش دی تھی جیسے اسے اس کے بیان پر یقین آ گیا ہو۔

پھر عمران نے اس سیاسی لیڈر کا ذکر چھیڑ دیا جس کے آدمیوں نے ایجنٹ ہفتم الف کو اغوا کر لینا چاہا تھا۔

"میں نہیں جانتا کہ وہ اندر سے کیا ہے....!" قیدی نے کہا۔ "بظاہر وہ بھی صرف حکومت ہی سے اختلاف رکھتا تھا۔!"

"کیا ان لوگوں کو آپ سے اسی نے متعارف کرایا تھا جن کے ساتھ آپ تفریحی سفر پر روانہ ہوئے تھے....؟"

"ہاں....!" قیدی چونک کر بولا۔ چند لمحے کچھ سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا تھا۔ "وہ دراصل اسی کے دوست تھے اب پوری بات میری سمجھ میں آ گئی۔!"

بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ شہباز خانزادی سمیت تہہ خانے میں داخل ہوا.... صورت سے پریشان معلوم ہو رہا تھا۔

"یہ بات جنرل سے آگے بڑھ گئی تھی کہ خانزادی بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر ان معاملات میں ملوث ہے۔!" اس نے تیز تیز سانسوں کے درمیان کہا۔

"تو پھر....؟" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ہمیں فوراً نکل چلنا چاہئے میں نے لڑکی کے تحفظ کا عہد کیا ہے۔ خواہ اس کے لئے مجھے اپنا

سب کچھ چھوڑ دینا پڑے۔ کیا تم حالات بہتر ہونے تک مجھے اپنے ملک میں پناہ دلوا سکو گے....؟"

"سر آنکھوں پر خان.... یہ میرا عہد ہوگا۔ خواہ اس کے لئے مجھے اپنی روح کو جسم ہی سے کیوں نہ نکال دینا پڑے۔!" عمران نے کہا۔

"تم شائد میک اپ بھی کر سکتے ہو....!"

"ہاں.... ہاں.... بائیں ہاتھ کا کھیل ہے.... کم سے کم وقت میں۔!"

"فوجی وردیاں ہیں میرے پاس.... ہم بہ آسانی نکل چلیں گے۔ لیکن....!" شہباز خانزادی کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"اگر انہیں مرد نہ بنا سکا تو ہاتھ کی صفائی کس کام۔ تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو خان شہباز۔!"

شہباز چلا گیا۔ جنرل کا قیدی عمران سے کہہ رہا تھا۔

"میں واپس جانے سے یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ یہاں مر جاؤں۔!"

"کیوں....؟"

"میرے اپنے ہموطن مجھے غدار سمجھنے لگے ہوں گے۔!"

"لیکن آپ غدار نہیں ہیں....!"

"میں غدار ہوں... مجھے مر جانا چاہئے تھا لیکن اسکا مرتکب نہ ہونا چاہئے تھا جو انہوں نے چاہا۔!"

"یہ آپ کا اپنا استدلال ہے.... میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"لیکن ایک ایسے شخص کو گولی تو مار سکتے ہو جس نے اعتراف جرم کر لیا ہو۔!"

"سزا دینے کا حق صرف عدالت کو ہے۔ میں عموماً ایسے مجرموں کو ٹھکانے لگا دینے کا قائل ہوں جو قانون کی پہنچ سے باہر ہوں۔!"

جنرل کے قیدی نے خاموشی اختیار کر لی۔

کچھ دیر بعد سفر کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پانچوں کے حلیے بدل گئے تھے۔

گیراج سے ایک جیپ نکالی گئی جس پر فوج کے نشانات بنے ہوئے تھے۔

"لیکن ہم جائیں گے کس طرف....؟" پروفیسر دارا نے سوال کیا۔

"مجھے ایک ایسا پوائنٹ معلوم ہے جہاں سے ہم بہ آسانی سرحد پار کر سکیں گے۔!" شہباز نے کہا۔ "اور یہ پوائنٹ شکرال سے ملنے والی سرحد کے قریب ہے۔!"

"اُدھر شکرالیوں کا خدشہ لاحق رہے گا۔" پروفیسر نے کہا۔

سڑک پر انہیں کئی فوجی گاڑیاں ملیں۔ عمران کے اندازے کے مطابق ان کی تلاش شدومد سے جاری تھی۔ اگر وہ خود فوجیوں کے بھیس میں نہ ہوتے تو پکڑا جانا یقینی تھا کیونکہ فوجیوں نے جگہ جگہ راہگیروں کو روک رکھا تھا اور ان سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔

شہباز خود جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔

"خان شہباز.... کیا یہ ضروری ہے کہ اس پوائنٹ سے صرف آپ ہی واقف ہوں۔!" عمران نے پوچھا۔

"اس پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہوگا مجھے ایک اسمگلر کے توسط سے وہ راستہ معلوم ہوا تھا میں ایک بار اُدھر سے گذر بھی چکا ہوں۔!"

"ان لوگوں کے ہاتھ لگنے سے بہتر تو یہ ہوگا کہ ہم کسی کھڈ میں گر کر مر جائیں۔!" خانزادی بولی جس کے چہرے پر سیاہ ڈاڑھی خاصی پر بہار لگ رہی تھی۔

تین گھنٹے تک وہ پختہ سڑک پر چلتے رہے تھے۔ پھر ناہموار راستوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

"اوہ....!" شہباز دفعتاً بولا۔ "وہ دیکھو اوپر چڑھائی پر ایک گاڑی جارہی ہے۔!"

"ہاں.... ہے تو....!" عمران نے کہا جو اسی کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

"تمہارا خدشہ درست نکلا کسی کو اس پوائنٹ کا دھیان آگیا ہے۔!"

"تو پھر کیا ہوا.... فی الحال گاڑی کسی اور طرف موڑ لو....!"

"یہی کرنا پڑے گا۔!"

وہ سب اس جیپ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے جس کی نشاندہی شہباز نے کی تھی۔ گاڑی موڑ دی گئی۔

خان زادی پچھلی سیٹ پر قیدی اور پروفیسر کے درمیان بیٹھی مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے جارہی تھی۔ اچانک اس نے اطلاع دی کہ دوسری گاڑی بھی مڑ کر ادھر ہی آرہی ہے۔!

"اور پھر تم یہ پرواہ کئے بغیر کہ میں کیا کر رہا ہوں جیپ کا بونٹ اٹھانا اور اس طرح انجن کی دیکھ بھال شروع کر دینا جیسے کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔!"

"تم کیا کرو گے....!"

"ذرا دیر کو تم لوگوں کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔!"

"میں سمجھ گیا.... اچھی بات ہے....!"

ایک موڑ پر جیسے ہی پچھلی گاڑی کی اوٹ ہوئی عمران نے رفتار کم کرنے کو کہا اور نیچے کود گیا۔

پھر انہوں نے اُسے بڑے بڑے پتھروں کی اوٹ میں غائب ہوتے دیکھا۔

شہباز نے گاڑی روک دی اور بونٹ اٹھا کر انجن کا جائزہ لینے لگا۔

تھوڑی دیر بعد دوسری گاڑی قریب آ پہنچی تھی....!

"کیا بات ہے....؟" اس پر سے کسی نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔

"انجن میں گڑبڑ ہے....!" شہباز بولا۔

اس نے ایک باوردی کیپٹن کو گاڑی سے اترتے دیکھا تھا اور پھر انجن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مجھے حیرت ہے سپاہی....!" کیپٹن بولا۔ "تم نے مجھے سلیوٹ نہیں کیا۔!"

اور تب شہباز کو اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن دیر ہو چکی تھی۔

کیپٹن کا ریوالور ہولسٹر سے نکل آیا تھا۔ بقیہ تین آدمیوں نے یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے بھی اپنی رائفلیں سیدھی کر لیں۔ شہباز سمیت چاروں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔

"انہیں غیر مسلح کر دو....!" کیپٹن نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

پھر ان میں سے ایک سپاہی اپنی رائفل کاندھے سے لٹکا کر آگے بڑھا ہی تھا کہ بائیں جانب سے آواز آئی۔

"تم سب اپنا اسلحہ زمین پر ڈال دو....!"

وہ چونک کر آواز کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا تھا۔

"جلدی کرو.... تم سب ٹامی گن کی زد میں ہو....!" آواز آئی اور ساتھ ہی اُن سے کسی قدر فاصلے پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تھی۔

اسلحہ زمین پر ڈال دیا گیا۔ پروفیسر نے جیپ سے چھلانگ لگائی اور جلدی جلدی اُن پر قبضہ کرنے لگا۔

پھر عمران پتھروں کی اوٹ سے برآمد ہوا تھا۔

"تم لوگ نکل نہیں سکو گے....!" کیپٹن غرایا۔

عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر پروفیسر سے بولا۔ "ان کے ہاتھ پیر باندھو اور منہ پر ٹیپ چپکا دو....!"

"اس کی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔!" پروفیسر نے کہا۔ "صفایا کر دیجئے۔!"

"نہیں.... میں بے وجہ خون بہانے کا قائل نہیں ہوں.... ہاں اگر انہوں نے چپ چاپ اپنے ہاتھ پیر نہ بندھوا لئے تو شاید یہی کرنا پڑے۔!"

دھمکی کارگر ہوئی تھی اور انہوں نے مزاحمت کئے بغیر اپنے ہاتھ پیر بندھوا لئے تھے۔

پھر انہیں راستے سے ہٹا کر بڑے پتھروں کی اوٹ میں ڈال دیا گیا تھا۔

"اس طرح ایک اور گاڑی ہاتھ لگی ہے۔!" عمران نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ یہ جگہ سڑک پر سے نظر نہ آتی ہو گی۔!"

"تمہارا خیال درست ہے....!" شہباز پر تشویش لہجے میں بولا۔

شہباز اور پروفیسر جیپ سے پٹرول نکالنے میں مصروف ہو گئے تھے اور خان زادی عمران کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔!

"تمہارا جواب نہیں ہے فلاسفر....!" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "تمہاری بیوی ہر وقت تمہاری سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی ہو گی۔!"

"ابھی تو وہ خود اپنے پیدا ہونے کی دعائیں مانگ رہی ہو گی۔!"

"اوہ.... تو کیا ابھی شادی نہیں کی....؟"

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو منفی جنبش دی۔

ٹھیک اُسی وقت قریب ہی سے ایک فائر کی آواز آئی اور وہ اچھل پڑے۔ جنرل کا قیدی زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ اس کی دائیں کنپٹی سے خون کا فوارہ جاری تھا۔

ان کی لاعلمی میں کیپٹن کا ریوالور اس کے ہاتھ لگ گیا تھا اور اس نے خودکشی کر لی تھی۔

وہ خاموش کھڑے اُسے دیکھتے رہے۔ ایک بڑا سا عقاب چیختا ہوا ان کے سروں پر سے گذر گیا۔

سفر دوبارہ شروع ہوا تھا۔ وہ جلد سے جلد اس جگہ تک پہنچ جانا چاہتے تھے جہاں سے شکرال کی حدود میں داخل ہو سکتے۔

سبھی خاموش تھے کسی نے خود کشی کر لینے والے سے متعلق کوئی ذکر نہ چھیڑا۔ عمران چاہتا بھی نہیں تھا کہ بات آگے بڑھے۔ اس کا مشن ہر اعتبار سے پورا ہو چکا تھا۔

"شکرال خطرناک جگہ ہے.... موسیو عمران....!" پروفیسر بولا۔

"میں جانتا ہوں....!"

"پھر بھی آپ....!"

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں....!"

"جس راستے سے ہم داخل ہوں گے وہاں تحفظ کی ذمہ داری میری ہے۔!" شہباز بولا۔

"میں تم پر کسی قسم کی بھی ذمہ داری نہیں ڈال سکتا خان شہباز....!" عمران نے کہا۔

"میں شکرالی بول سکتا ہوں۔" شہباز نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

"میں شکرالی اور سرخسانی کے فرق سے بھی واقف ہوں اور دونوں کے لہجوں پر بھی قادر ہوں۔!"

"تب تو بڑی اچھی بات ہے....!" خان بولا۔ "تم ہر طرح حیرت انگیز ہو۔!"

"ویسے بھی ہماری واپسی شکرال ہی کے راستے سے ہوتی۔ یہ پہلے سے میرے پروگرام میں تھا لیکن میرے ذہن میں نرتھی درے والا راستہ تھا۔!"

"وہ راستہ ہمارے لئے محفوظ نہیں ہوگا۔ آج کل اس کی کڑی نگرانی کی جارہی ہے۔!"

"مجھے شکرال کے نام ہی سے ہول آرہا ہے....!" خان زادی نے کہا۔

"مجھے بھی اپنا شریک خیال سمجھو خان زادی....!" پروفیسر بولا۔

"شکرالی درندوں کی زبان میں "رحم" جیسا کوئی لفظ نہیں ہے۔!"

عمران کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں تھا۔

"تمہارا شاگرد آخر ہے کیا چیز....؟" خان زادی نے پروفیسر سے پوچھا۔

"میں خود بھی نہیں جانتا خان زادی.... لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ایک حیرت انگیز مشین ہے۔ جو مختلف انداز میں چلتی ہی رہتی ہے۔!"

پھر وہ سب خاموش ہو گئے تھے۔

جیپ شکرال کی سرحد کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔

﴿ختم شد﴾